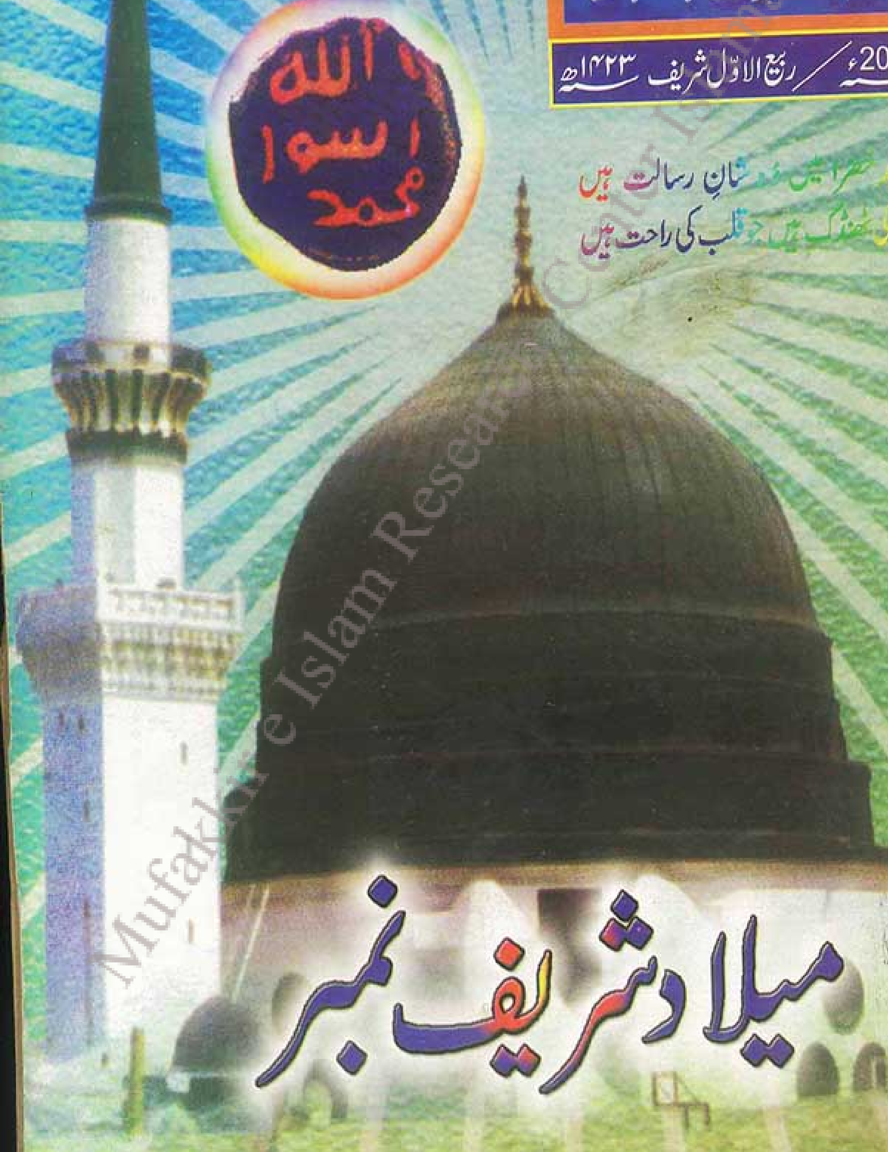
ماہنامہ
پاکستان
مجلۃ الحقیقہ
مئی 2002ء / ربیع الاوّل شریف ۱۴۲۳ھ

اس گنبد خضرا میں محمد شانِ رسالت ہیں
جو آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں جو قلب کی راحت ہیں



میلاد شریف نمبر

يا ايها النبى جاهد الكفار والمنافقين واغلظ عليهم

اے نبی! جہاد کرو کافروں اور منافقین سے اور ان پر سختی کرو (التوبہ ۷۳)

ماہنامہ مجلۃ الحقیقہ پاکستان

ربیع الاول ۱۴۲۳ھ مئی 2002ء جلد نمبر 3 شمارہ نمبر 8

زیر سرپرستی

مفکر اسلام حضرت علامہ مولانا پروفیسر محمد حسین آسی نقشبندی

مدیر اعلیٰ	مدیر مسئول	مدیر منتظم
شجاعت علی مجاہد	ابوطلحہ نوری	شمس الدین نقشبندی

مجلس مشاورت

صاحبزادہ نور المصطفیٰ رضوی

علامہ شفقات احمد نقشبندی

ڈاکٹر محمد ظفر اقبال نوری — محمد رضاء الدین صدیقی

زیر اہتمام حاجی اخلاق احمد نقشبندی

زیر تعاون

غلام فرید چوہدری، ایڈووکیٹ ایم اے ایل ایل بی، لاہور ہائی کورٹ

غلام محی الدین خان، ایڈووکیٹ ہائیکورٹ لاہور

میلاد شریف نمبر

خصوصی قیمت 15 روپے

زر تعاون

پاکستان (فی پرچہ) 10 روپے سالانہ چندہ دستی -/100 روپے بذریعہ ڈاک -/124 روپے

یورپ (فی پرچہ)	1 پونڈ	سالانہ چندہ	10 پونڈ
یو ایس اے (فی پرچہ)	1.5 ڈالر	سالانہ چندہ	15 ڈالر
عرب ممالک (فی پرچہ)	3 ریال	سالانہ چندہ	30 ریال

اشتہارات

سائز	زر تعاون
بیرونی ٹائٹل	-/1000 روپے
اندرون ٹائٹل	-/800 روپے
بیرون ہاف ٹائٹل	-/700 روپے
اندرون ہاف ٹائٹل	-/500 روپے

کمپوزنگ و ڈیزائننگ: عرفات کمپوزنگ سینٹر جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور

برائے رابطہ: صوفی محمد آصف نقشبندی، انچارج دفتر الحقیقہ نقش لاثانی نگر شکر گڑھ

پبلشرز: پروفیسر محمد حسین آسی نے احمد دین پرنٹرز داتا مارکیٹ لاہور سے چھپوا کر مرکزی دفتر مجلۃ الحقیقہ نقش لاثانی نگر، شکر گڑھ فون نمبر: 451734 (نارووال) سے شائع کیا

مظہر کبریا مصطفیٰ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

﴿پروفیسر محمد حسین آسیؔ﴾

مظہر کبریاء مصطفیٰ مصطفیٰ شانِ رب العلیٰ ، مصطفیٰ مصطفیٰ

مبتدا ، ابتداء مصطفیٰ مصطفیٰ منتہا ، انتہا ، مصطفیٰ مصطفیٰ

مجتبیٰ اجتباء مصطفیٰ مصطفیٰ مُرتضیٰ ، ارتضا ، مصطفیٰ مصطفیٰ

لامکاں کی ضیاء مصطفیٰ مصطفیٰ زیبِ قصرِ دنیٰ ، مصطفیٰ مصطفیٰ

رازِ دارِ قدم ، اصلِ لوح وقلم باعثِ دوسرا ، مصطفیٰ مصطفیٰ

شاہ ختم الرسل اور مولائے کل سیّد الانبیاء ، مصطفیٰ مصطفیٰ

راز سمجھو ذرا لی مع اللہ کا بے ہمہ ، باخدا ، مصطفیٰ مصطفیٰ

مایۂ آب وگل قبلۂ جان ودل کعبۂ ارتقا ، مصطفیٰ مصطفیٰ

فرش کی منزلت ، عرش کی مقدرت عرش سے بھی ورا ، مصطفیٰ مصطفیٰ

سوزِ ہر آرزو ، ذوقِ ہر جستجو جانِ ہر مدعا ، مصطفیٰ مصطفیٰ

چرخِ جُود و سخا، عرشِ صدق وصفا مہرِ مہر و وفا مصطفیٰ مصطفیٰ

تاجدارِ ارم ، مخزنِ ہر کرم منبعِ ہر سخا مصطفیٰ مصطفیٰ

شافعِ منتظر ، نافعِ ہر بشر دافعِ ہر بلا ، مصطفیٰ مصطفیٰ

نائبِ وحدہٗ مالکِ چارسُو ذوالعطا بالعطا مصطفیٰ مصطفیٰ

کاشفِ رنج وغم ، چارہ سازِ الم محرمِ ابتلا مصطفیٰ مصطفیٰ

عبدِ ماذونِ حق ، شرحِ مضمونِ حق ہادی و ابتدا ، مصطفیٰ مصطفیٰ

حُسنِ کارنگ وبو، عشق کی آبرو زندگی کی بقا ، مصطفیٰ مصطفیٰ

حاصلِ زندگی ، نازشِ بندگی تابشِ اصطفا ، مصطفیٰ مصطفیٰ

اعتبارِ نظر ، افتخارِ خبر ضامنِ اعتلا ، مصطفیٰ مصطفیٰ

عشقِ سرکار میں شوقِ دیدار میں

آسیؔ کہتا رہا مصطفیٰ مصطفیٰ

انتساب

ان کے نام

جن کا نام	قرار دل و جاں ہے
جن کا کام	چارہ سازی و دلنوازی ہے
جن کی صورت	**نور من نور اللہ** کی تنویر ہے
جن کی سیرت	خلق عظیم سے مستنیر ہے
جن کا دروازہ	در فیض و رحمت و کرامت ہے
جن کا دربار	مرجع خلائق و مرکز تجلیات ہے
جن کا سایہ	فضل و کرم کا سائبان ہے
جن کی نسبت	اصل نخل سکینہ ہے
جو میرے خوف خدا کا ذریعہ	جو میرے عشق رسول کا وسیلہ
جو میری اُمیدوں کے ملجا و ماوی	میری آرزوؤں کے سہارے
میرے گلشن حیات کی بہار	میرے لئے چارہ غفران

یعنی

محبوب سبحانی حضور قبلہ عالم پیر سیّد جماعت علی شاہ لاثانی قدس سرہ النورانی

قیوم زمانی حضور قبلہ عالم پیر سیّد علی حسین نقش لاثانی قدس سرہ الصمدانی

عارف ربانی حضور قبلہ عالم پیر سیّد عابد حسین نقشہ نقش لاثانی قدس سرہ الحقانی

عکس الحقیقہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ وعلیٰ آلک واصحابک یاسیدی یا حبیب اللہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ

کلمۃ الحقیقۃ

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ہُمْ یَحْزَنُوْنَ (یونس-۶۲)

ترجمہ (کنزالایمان)

سن لو! بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم

جنابِ صدر! اسلام پر بھی نظر کرم ------

ماشاء اللہ ریفرنڈم کا شور پورے "زور پر" ہے۔ شہروں میں جا بجا صدر کی حمایت میں بینرز سجا دیئے گئے ہیں اور مختلف لوگ اپنی ہمدردی جتانے اور اپنے نمبر بنانے کیلئے صدر صاحب کی حمایت کا اعلان کر رہے ہیں۔ جہاں تک مختلف شہروں میں ہم نے دیکھا ہے۔ ایک بینر بھی جناب صدر کے خلاف نہیں۔ اُمید ہے ان سطور کے شائع ہونے سے پہلے جناب صدر اپنی مرضی کے صدر بن چکے ہونگے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہم بھی صدر صاحب کے خلاف نہیں اور ہم بھی بصدقِ دل ان کی صدارت کے آرزو مند ہیں۔ اُنہوں نے واقعی بڑے بڑے خطرات کا راستہ روکا ہے۔ وہ لوگ جو ان کے مخالف ہیں اُن میں کچھ خالص سیاسی پارٹیاں ہیں اور بعض نیم مذہبی و نیم سیاسی۔ جہاں تک سیاسی پارٹیوں کا تعلق ہے، اُن میں عموماً نظریاتی عنصر کا فقدان ہے۔ اس سلسلے میں بینظیر کی وطن دشمنی تو ڈھکی چھپی نہیں۔ وہ پاکستان سے زیادہ امریکہ اور بھارت کی وفادار ہیں۔ رہ گئی مسلم لیگ تو اس میں بھی حضرت قائد اعظم علیہ الرحمہ کے سچے پیروکار بہت کم ہیں نواز شریف صاحب سے بہت سی توقعات وابستہ تھیں مگر اُنہوں نے بہت سی توقعات کا خون کیا۔ یہ کتنے تعجب اور تاسف کی بات ہے کہ ذوالفقار بھٹو نے جمعہ شریف کی تعطیل کا اعلان کیا اور مذہب کا نام لینے والے نواز شریف نے اپنی پہلی ہی تقریر میں اسے ختم کر دیا۔ رہ گئیں مذہبی جماعتیں تو ان میں بھی جو جتنی منظم ہے، اُتنی ہی ملک وملت کے مفادات سے بے نیاز بلکہ متضاد ہے۔ مثلاً ایک جماعت کا صدر فضل الرحمٰن ہے۔ یہ وہی شخص ہے جس نے چند سال قبل برملا کہا تھا کہ پاکستان اس صدی کا سب سے بڑا فراڈ ہے۔ اسی نے چند ماہ پہلے دیوبندی کانفرنس کا انعقاد کیا جس میں بھارت سے مندوبین بھی شریک ہوئے اور اُنہوں نے نظریہ پاکستان اور جہادِ کشمیر کے خلاف کھل کر ہرزہ سرائی کی۔ یہی فضل الرحمٰن ہے جس کے باپ مفتی محمود نے کہا تھا "خدا کا شکر ہے ہم پاکستان بنانے کے گناہ میں شریک نہ ہوئے" (اور اس کے جواب میں حضرت علامہ عبدالستار خاں نیازی علیہ الرحمہ نے فرمایا تھا "او مفتی! کیا بک رہا ہے خدا کا شکر ہے، ہم پاکستان بنانے کے ثواب میں شریک رہے ہیں") اس صورتِ حال میں کیا فضل الرحمٰن سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ کسی وقت پاکستان کا خیر خواہ بن جائے گا۔ حقیقت ہے کہ جس طرح ہندو کانگرسیوں نے پاکستان کو ابھی تک قبول نہیں کیا، یونہی مسلمان کہلانے والے کانگرسیوں نے بھی اس خداداد مملکت پاکستان کو تسلیم نہیں کیا اور ان کے عزائم پاکستان سے قبل تھے، وہی اب ہیں۔ یہ مسلمانوں کو مشرک کہتے ہیں اور مشرکوں کی غلامی پر دین دھرم عزت آبرو سب کچھ وار دیتے ہیں۔

انہیں کے ہم مذہب مولانا سمیع الحق ہیں جو اکوڑہ خٹک کے رہنے والے ہیں، انہوں نے نام نہاد دینی مدرسوں کے طالب علموں کو پڑھنا کم اور لڑنا زیادہ سکھایا ان کے علمی مراکز اسلحہ خانے بنے ہوئے ہیں جہاں انہوں نے سالہا سال سے جہاد کے نام سے فساد ہی سکھایا اور فساد ہی پھیلایا۔ پھر یہ تاثر عام کرنے کی کوشش کی گئی کہ پاک فوج ان کی ناپاک فوج کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ پہلے انہوں نے اپنے خیال میں اس تاثر کو نہایت مکر وفن سے دُور دُور تک پہنچایا پھر علانیہ بھی اسے عام کر کے عوام کو ہراساں کرنے لگے مثلاً دو سال کے لگ بھگ عرصہ ہوا سیالکوٹ میں ایک جلسہ عام کے

دوران انہیں مولانا سمیع الحق نے ببانگ دہل یہ اعلان کیا۔ کہ پاکستان میں ایک قانون نافذ ہے اور وہ ہے جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔ نواز شریف اور پرویز مشرف کا مقابلہ ہوا۔ نواز شریف کمزور تھا، بھاگ گیا مگر جب ہمارا اور پرویز مشرف کا مقابلہ ہوگا ہم اسے بھگا دیں گے۔ ہمیں حیرت تھی سیالکوٹ جیسا علمی، سیاسی وتہذیبی مرکز اور اس میں ایک مغرور ومتکبر مُلّا پورے ملک اور اس کی حکومت کو للکار رہا ہے۔ مگر افسوس کسی نے نوٹس نہ لیا اور اس بات سے گویا یہ تاثر اور بھی مضبوط ہونے لگا کہ واقعی یہ لوگ از حد طاقتور ہیں۔ یہ الگ بات ہے پرویز مشرف نے پابندی لگادی تو یہ سب اپنی اپنی لن ترانیاں بھول گئے اور اپنی آنے والی جگہ آ گئے۔

ان سب سے خطرناک جماعت کالعدم لشکر طیبہ ہے۔ اس نے جہاد کشمیر کے نام پر خوب چندہ اکٹھا کیا جس سے قیمتی گاڑیوں اور قیمتی کوٹھیوں کے مالک بن گئے۔ اپنے بیٹے بھانجے بھتیجے محفوظ رکھے اور دوسروں کے مار مروا دیئے اور پورے ملک کو غائبانہ جنازہ گاہ بنا دیا۔ اہل سنت کی بعض مساجد پر قبضہ کرنے کی کوشش بھی کی اور علماء کی حتی الوسع توہین بھی خیر اس پر بھی جناب صدر نے پابندی لگادی اور یہ بھی بے آبرو ہوکر خاموش ہوگئی اسی سے ملتی جلتی دیوبندی جہادی تنظیم جیش محمد تھی جو اسی کی طرح اب کالعدم ہے۔ اس کے بارے میں بھی یہ افواہ عام ہے کہ در پردہ انڈیا اس کی سرپرستی کرتا ہے۔

ان جماعتوں میں جو دستور ومنشور کے اعتبار سے نہایت معتدل نظر آتی ہے وہ ہے جماعت اسلامی۔ اس میں زیادہ تر جدید تعلیم یافتہ اور روشن خیال حضرات ہیں جو عموماً تعصب سے دور سمجھے جاتے ہیں۔ وہ دیوبندی وغیر مقلد جماعتیں جن کا ذکر اوپر ہوا پاکستان اور نظریہ پاکستان کی مخالف تھیں اور فکر وعمل کے اعتبار سے گاندھی کی ورکر تھیں مگر جناب مولانا مودودی اگرچہ پاکستان کے حامی نہیں تھے مگر نظریہ پاکستان کے حق میں تھے اور اس سلسلے میں انہوں نے بہت کچھ لکھا۔ جماعت اسلامی ہی کی ذیلی تنظیم ہے اسلامی جمعیت طلبہ۔ یہ کالجوں میں اور سکولوں کے طلبہ پر مشتمل ہے۔ یہ نوجوان گویا جناب مولانا مودودی کے فیض کی منہ بولتی تصویر ہیں۔ ان کے رگ وریشہ میں مودودی صاحب کی محبت رچی بسی ہے۔ یہ نوجوان اپنے فکر کے اعتبار سے شمع مودودیت کے پروانے ہیں چنانچہ بعض دفعہ کالجوں کی فضا میں ایسا موقعہ بھی آیا ہے کہ انجمن طلبا اسلام نے اگر نعرہ لگایا

سیدی مرشدی یا نبی، یا نبی (علیک الصلوٰۃ والسلام)

تو انہوں نے جواب میں شور مچایا

سیدی مرشدی یا مودودی، یا مودودی

اگرچہ "یا مودودی" وزن میں بھی نہیں آتا تاہم ان کے فکر کی صحیح عکاسی ضرور کردیتا ہے۔ ایک امتی کو نبی اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلے میں مرکز عقیدت بنالینا قیامت سے کم نہیں بلکہ اسلامی جمعیت طلباء کو کچھ دشوار نہیں۔

وہ طلبہ تنظیمیں جنہوں نے کالجوں کی فضا کو دھونس، دھاندلی اور کلاشنکوف کلچر سے آشنا کیا ان میں اسلامی جمعیۃ طلبہ بہت نمایاں ہے۔ میں نے تقریباً پچیس سال کا عرصہ کالجوں میں گزارا ہے اور مختلف تنظیموں کی جہادی سرگرمیوں کا چشم دید گواہ ہوں۔ مجھے یاد ہے ایک بار پرنسپل جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ نے کالج کی مسجد میں بعض طلبہ کی درخواست پر محفل میلاد منعقد کرنے کی اجازت دے دی تھی مگر اسلامی جمعیت طلبہ کی سٹوڈنٹ یونین نے اسے روک دیا تھا۔ حالانکہ یہ درخواست دینے والے طلبہ بھی انہیں کے ووٹر تھے۔ (پھر محفل میلاد ہوئی اور کس طرح ہوئی، یہ الگ داستان ہے)

پنجاب یونیورسٹی پر ان کا قبضہ ایک عرصے سے ہے اور وہاں ان کے ظلم وستم کی گوناگوں داستانیں بھی پھیلی ہوئی ہیں۔ مخالف عقائد

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا سیّدی یا رسول اللہ وعلیٰ الک واصحابک یاسیّدی یا حبیب اللہ الصلوٰۃ والسّلام علیک یا سیّدی یا رسول اللہ

ونظریات کی بناء پر جو طلبہ ان کے ہمنوا نہ ہو سکیں۔ ان پر تشدد کر کے انہیں راہ پر لانے کی کوششیں ان کا پسندیدہ مشغلہ بن گیا۔ پنجاب یونیورسٹی کے گذشتہ چند سال سامنے رکھیں تو یہ فیصلہ کرنے میں کوئی دشواری نہیں رہتی کہ اگر جماعتِ اسلامی کو وطن عزیز پر حکمرانی کا موقع مل گیا تو ان کا طرزِ حکومت کیسا ہوگا۔ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے تو جماعت اسلامی کا طرزِ حکومت بھی اسلامی جمعیت طلبہ کے شب و روز سے پہچانا جاسکتا ہے۔

علاوہ ازیں، ملازمتوں میں بھرتی کا جہاں تک تعلق ہے، ان مختلف مذہبی تنظیموں سے جہاں تک ہو سکا انہوں نے انصاف کا خون کیا۔ اہلسنت تعداد میں ملک کی واضح و غالب اکثریت ہیں مگر اس اکثریت کو اقلیت میں تبدیل کرنے کی جو کوششیں کئی سال سے جاری ہیں۔ وہ بھی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں خصوصاً کلیدی عہدوں پر جان بوجھ کر اہل سنت کو نظر انداز کرنے کی روش بھی بہت پرانی ہے۔

ان حالات میں اگر بعض حساس طبیعتیں پرویز مشرف کے حق میں فیصلہ کر دیتی ہیں تو اس سے تعجب نہیں ہونا چاہیئے۔ ہمیں اُمید ہے کہ اہل سنت کے ساتھ اب تک جو ناروا سلوک کیا جاتا رہا ہے شاید اس کا کوئی مداوا ہو سکے۔ رہ گیا جمہوریت کا مسئلہ۔ سو اس سلسلے میں گزارش یہ ہے کہ اگرچہ عام حالات میں جمہوری نظام صدارتی و آمرانہ نظام سے بہتر دکھائی دیتا ہے مگر ہمیشہ ایسا نہیں۔ عوام کو بھی اس سے کوئی قلبی وابستگی نہیں، وہ تو اپنے مسائل کا حل دیکھنا چاہتے ہیں۔ اگر کوئی صدر یا آمر ان کے مسائل حل کر دے اور کوئی جمہوری حکمران ان کے مسائل کے حل میں ناکام رہے تو ظاہر ہے وہ جمہوری حکمران پر اس صدر کو ہی ترجیح دیں گے۔ جو ان کے مسائل حل کر سکے۔ ملک میں امن و امان کا دورہ ہو، ہر ایک کی عزت محفوظ ہو، عدل و انصاف سستا ہو، غریبوں اور یتیموں کو حصول علم میں کوئی دشواری نہ ہو، مہنگائی سے نجات حاصل ہو چکی ہو تو ظاہر ہے عوام کو طرزِ حکومت سے کیا دلچسپی ہوگی۔

خدا کا شکر ہے جناب صدر! بہت حد تک اس صورتِ حال سے آگاہ ہیں اور دن رات قومی ترقی کے گیت گا رہے ہیں۔ بقول ان کے قومی خزانہ بھی معمور ہے، زرِ مبادلہ کے ذخائر پہلے سے کہیں زیادہ ہیں، ملک کا وقار بھی ان کے بقول بڑھ گیا ہے اور جس کو وہ ترقی کہتے ہیں قوم اس کی راہ پر گامزن ہو چکی ہے، مگر افسوس ہمارا مشاہدہ اس کی تصدیق نہیں کر پا رہا اس کی وجہ یہ ہے مہنگائی روز بروز بڑھ رہی ہے اور اس تیزی سے بڑھ رہی ہے کہ

"نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں"

صدر محترم اپنی کابینہ کی مشاورت سے نظام تعلیم میں جو تبدیلیاں کر رہے ہیں، وہ بھی مفید نہیں ہیں۔ جمہوریت کی جس شکل کو رائج کیا گیا ہے، اس پر بھی اعتراضات کی گنجائش موجود ہے۔ مگر یہ تمام باتیں زیادہ اہم نہیں۔

ہم نہایت ہی ادب سے اُس بات کی طرف صدر صاحب کی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں جو سب سے اہم ہے۔ جناب صدر! آپ قوم کو ترقی کی راہ پر ڈالنا چاہتے ہیں تو قرآن پاک نے بھی اس کی نشاندہی فرمائی ہے۔ کاش آپ مسلمان ہونے کے ناتے اس کو پیش نظر رکھیں اور اس کی روشنی میں قوم کی تربیت اور تعمیرِ نو کریں۔

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ (الاعراف)

ترجمہ = اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور ڈرتے تو ضرور ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتیں کھول دیتے، مگر انہوں نے تو جھٹلایا تو ہم نے انہیں ان کے کیے پر گرفتار کیا۔ (کنزالایمان)

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا سیّدی یا رسول اللہ وعلیٰ الک واصحابک یاسیّدی یا حبیب اللہ الصلوٰۃ والسّلام علیک یا سیّدی یا رسول اللہ

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا سیّدی یا رسول اللہ وعلیٰ الک واصحابک یاسیّدی یا حبیب اللہ

ہاں ہاں یہی صورت ہے قومی ترقی واستحکام کی، اسے اپنائیں، اس پر چلیں اور قوم کو چلائیں۔ زندگی کا کوئی پتا نہیں، آپ دنیا میں نہ بھی رہے پھر بھی نام رہ جائے گا اور قائداعظم کی طرح آپ بھی قوم کے محسن ٹھہرائے جائیں گے۔

پیارے صدر! پوری انسانیت ظلم وستم کی چکی میں پس رہی ہے، پاکستان ہی نہیں، ہر طرف افراتفری ہے، وقت کے فرعون اور نمرود دندناتے پھر رہے ہیں، خاتم الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی امت کا فرض منصبی ہے کہ دنیا کی اقوام کی امامت کرے اور انہیں امن وامان (یعنی اسلام) کی راہ سے آشنا کرے۔ مگر اس کی ابتدا تو اپنے گھر سے ہوگی ابھی پاکستان میں بھی اسلام مظلوم ہے، فریاد کر رہا ہے، کاش! آپ اسکی فریاد بھی سنیں اور اس پر بھی نظر کرم کریں۔ اور

اس کی فریاد رسی کا نہایت ہی مناسب طریقہ یہ ہے کہ ۱۲، ربیع الاوّل شریف کو کتاب وسنت کے نفاذ کا اعلان کردیں

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا سیّدی یا رسول اللہ وعلیٰ الک واصحابک یاسیّدی یا حبیب اللہ الصلوٰۃ والسّلام علیک یا سیّدی یا رسول اللہ

توحید اور محبوبانِ خدا کے کمالات

(میلاد شریف کے حوالے سے)

پروفیسر محمد حسین آسی

نوٹ = گزشتہ قسط میں بتایا گیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیصلہ دل وجان سے ماننا اور اسے بہر حال برحق تسلیم کرنا ایمان کی شرط ہے لہٰذا یہ ناممکن ہے کہ معاذ اللہ آپ کا فیصلہ حقیقت کے خلاف ہو اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہر مخلوق کے داخلی وخارجی حالات وکوائف سے پوری طرح واقف ہوں۔ موجودہ قسط میں خلفائے راشدین کے فیصلوں کی عظمت واہمیت پر اظہار خیال مقصود تھا مگر ربیع الاول شریف کی آمد آمد اور ''الحقیقہ'' کے اس شمارے کے میلاد نمبر ہونے کی بنا پر اس مضمون کو مؤخر کیا جا رہا ہے۔ اور توحید اور میلاد شریف کے باہمی تعلق کی وضاحت کی جاتی ہے۔

ہمارے ہاں محبوبانِ خدا کے منکرین جہاں انبیاء واولیاء (علیہم السلام وعلیہم الرضوان) کے علمی کمالات اور دیگر تصرفات وغیرہ کو توحید کے منافی سمجھتے ہیں، وہاں انہیں میلاد شریف سے بھی از حد چڑ ہے اُن کے نزدیک شاید یہ وجہ ہے کہ محبوب اعظم، رسول افخم، شفیع معظم حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو شان وعظمت دنیا میں ظاہر ہوئی ہے، اُن کو جو جو عظیم مراتب ومناصب اللہ جل شانہ سے عطا ہوئے ہیں، یہ سب بظاہر اُن کی ولادت باسعادت سے بعد کے ہیں اور دنیا میں ان کی تشریف آوری ہی ان کی بنیاد بنی ہے لہٰذا کیوں نہ اس کا ذکر ہی ترک کر دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے دل کے پھپھولے پھوڑنے کیلئے ذکر میلاد ہی کو شرک وبدعت وغیرہ قرار دے دیا یعنی نیک کاموں اور پاکیزہ رسموں کو روکنے کیلئے جو جو حربے انہوں نے اختیار کئے ہوئے ہیں، سب استعمال کر لئے، یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ جس نے اپنے رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر محبوبوں کو یہ عظمتیں عطا فرمائی ہیں انہیں محبوبوں کے ساتھ ہے اور عظمتوں سمیت ان کی حفاظت فرما رہا ہے، دشمنوں کی ہر سازش، ہر شور اور ہر واویلا اس قادر مطلق کی قدرت قاہرہ کے سامنے ناکام بلکہ بیکار ہے۔ چند بدقسمت سرپھروں کے سوا کوئی ان کی ہرزہ سرائی پر کان نہیں دھرتا اور کوئی ان کے غوغا اور غوغو سے متاثر نہیں ہوتا۔

خود خیال فرمایئے میلاد شریف کے واقعات کا محض ذکر تو تاریخ ہے، اگر یہی شرک ہو جائے تو گویا تاریخ کا مطالعہ اور بیان کرنا بھی انسان کو مشرک بنا دیتا ہے اس سے بڑی حماقت کیا ہو سکتی ہے کہ محض تاریخی واقعات کے بیان کو ہی شرک کا نام دے دیا جائے۔ اور اگر شرک کا دائرہ واقعی ایسا وسیع ہے تو فرمایئے کون اس سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ کالجوں اور سکولوں میں تاریخ کا پڑھانا بند کر دیا جائے اور خود وہابیوں کی بھی تاریخ کی جو کتابیں ہیں انہیں جلا دیا جائے۔ پھر تاریخ کو بدعت بھی نہیں کہا جا سکتا ماضی کے واقعات کا ذکر تو قدیم سے جاری ہے اور ہر قوم اپنی تاریخ بلکہ دوسروں کی تاریخ سے بھی بہت کچھ سیکھتی

ہے۔پھر علم تاریخ کا مقصد تو یہی ہے کہ قوموں کے عروج وزوال کے اسباب معلوم کئے جائیں اور ان کی روشنی میں قوم کی تعمیر نو کی جائے۔تو کسی واقع کا محض بیان کرنا کیونکر شرک ہوسکتا ہے۔خصوصا وہ قومیں جن کا ماضی نہایت شاندار ہوتا ہے، اس کا تذکرہ زندہ رکھنے کا خاص اہتمام کرتی ہیں اور اسے اپنا قیمتی ورثہ تصور کرتی ہیں۔اس اعتبار سے دیکھا جائے تو مسلمانوں کی تاریخ سے زیادہ روشن، چشم کشا، نصیحت آموز اور ولولہ انگیز کس قوم کی تاریخ ہے اور اسے فراموش کرنا قومی خودکشی نہیں تو اور کیا ہے۔دورِ آخر میں اسلام دشمنوں نے ملتِ اسلام کے خلاف جو سازشوں کا جال بُنا ہے، اس کی ایک اہم شق یہی ہے کہ کسی طرح مسلمانوں کی نظر سے ان کی تاریخ اوجھل کردی جائے اور اس بے مثال ماضی سے جس کا تذکرہ ان کی مردہ رگوں میں زندگی کا خون دوڑا دیتا ہے، ان کا تعلق کاٹ دیا جائے۔اس کے برعکس حکیم الامۃ حضرت اقبال علیہ الرحمہ جیسے عظیم مفکروں اور دانشوروں نے اسی سازش کا توڑ کرنے کی کوشش کی ہے اور قوم کو اُن کے آباؤ اجداد کے کارنامے یاد دلا کر انہیں بیدار کرنے کی کوشش کی ہے۔اقبال کا شکوہ اُن کے اسی فکر کا آئینہ دار بلکہ شاہکار ہے۔وہ قوم کو ماضی کی طرف پلٹنا چاہتے ہیں، اسی لئے فرماتے ہیں۔

دوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تو
ہاں دکھا دے اے تصور پھر وہ صبح وشام تو

اگر تاریخ کی یہ اہمیت واضح ہے تو فرمایئے تاریخ اسلام کا اولین عنوان کیا سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کوئی اور ہوسکتا ہے۔اور اگر یہ بات سچ ہے تو فرمایئے کیا سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اولین عنوان میلادالنبی نہیں؟۔حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شرک وکفر سے گھری ہوئی دنیا میں کس شان سے تشریف لائے اور کس طرح آپ نے آتے ہی یا آپ کے آتے ہی قدرت نے توحید خداوندی کا آوازہ بلند کیا۔میں کہتا ہوں حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر میلاد کی کوئی اور برکت وحکمت نہ بھی ہو، اتنا ہی کافی ہے کہ اللہ کی توحید وکبریائی کا اعلان جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کے وقت ہوا اس کی مثال نہیں ملتی۔(اس کی تفصیل دیکھنا ہو تو فقیر کی کتاب میلاد شریف اور بعض روایات میں جو ابوالکلام آزاد کے جواب میں لکھی گئی ہے، ملاحظہ فرمالیجئے)

وہابیوں کو میلاد شریف سے غالبا اس لئے چڑ ہے کہ اس سے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بے مثل ولادت کا مضمون ملتا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمسری کا دعویٰ کرنے والوں کیلئے ناقابلِ برداشت ہے۔ہاں ہاں اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یکتا ہیں تو آپ کی تشریف آوری بھی یکتا ہے، مگر یہ نکتہ اگر وہابیوں کو قبول ہو جائے تو ان کے مذہب کا قصر جو شکوک وشبہات کی بنیادوں پر ہی تعمیر ہوا ہے، دھڑام سے نیچے آرہے گا۔ہاں اگر یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ضد بازی چھوڑ دیں اور توحید کا مضمون کھلے دل سے سوچنا شروع کردیں تو انہیں معلوم ہو، رب یکتا کی توحید کا مبلغ اعظم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی یکتا ہونا چاہئے، اس کی ہر ہر ادا یکتا ہونی چاہئے حتی کہ اس کی ولادتِ باسعادت کا یکتا ہونا بھی ضروری ہے۔

میلاد شریف اور بعض روایات میں میں نے اس نکتے کی وضاحت کی کہ فلسفی مادر زاد فلسفی نہیں ہوتا، سائنسدان ماں کے پیٹ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ وعلیٰ الک واصحابک یاسیدی یا حبیب اللہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ

سے سائنسدان بن کر نہیں آتا، محدث وفقیہ دنیا میں آ کر ایک مدت کے بعد ایک مدت تک محنت کر کے محدث وفقیہ بنتے ہیں مگر نبی پیدا ہوتے ہی بلکہ دنیا میں پیدا ہونے سے پہلے بھی نبی ہوتا ہے۔ فلسفی، سائنسدان، محدث اور فقیہ اپنی اپنی ریسرچ ایک عرصہ دراز کے بعد دنیا کے سامنے لاتے ہیں مگر نبی دنیا میں تشریف لاتے ہی کسی نہ کسی رنگ میں اپنا پیغام سنا دیتا ہے اور چونکہ پیغام نبوت کا پہلا عنوان توحید ہی ہوتا ہے، اس لئے اسے ضرور بیان کرتا ہے۔ وقت کے تقاضے کے مطابق، صراحت سے کرے یا اشارے سے، مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ اس کی ولادت توحید وکبریائی کے بارے میں بالکل خاموش رہے۔ مثلاً اگر زبان سے جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے چند گھنٹوں کی عمر میں اللہ کی توحید، اور اپنی رسالت پر فصیح وبلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔ نہ بھی کرے، پھر بھی اس کی ولادت کا انداز ہی غور کرنے والوں کیلئے بڑا مثبت پیغام ہوتا ہے۔ وقت کے تقاضے سے مراد ہے حالات کی ضرورت مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگر کھل کر یہ خطبہ ارشاد نہ فرماتے تو ان کی والدہ ماجدہ سیدہ مریم صدیقہ رضی اللہ عنہا کے خلاف جو شکوک وشبہات پیدا ہو چکے تھے، ان کا ازالہ کیونکر ہوتا۔ موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کو روکنے کیلئے فرعون نے کیا کیا جتن کئے مگر اسی کے گھر میں آپ کی پرورش کا ہونا اللہ کے قادرِ مطلق اور علیم وخبیر ہونے کی دلیل تھی اور فرعون کی بے بسی اور بے علمی کی یعنی خدا نہ ہونے کی۔ گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بعد میں جس توحید کا اعلان کرنا تھا، اس ماحول میں اس کی پہلی دلیل ان کی ولادتِ باسعادت کا انداز یعنی میلاد شریف ہی تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کے میلاد شریف کا ذکر خیر کیا ہے کیونکہ ان کے میلاد شریف سے یہ بات پوری طرح روشن ہو جاتی ہے کہ یہ اپنے رب کے خاص بندے ہیں، اس کی قدرت کے مظہر ہیں، اس نے انہیں ایک پیغام دے کر بھیجا ہے، یہ اس کی حفاظت میں ہیں جس طرح ان کی آمد کو وقت کی کوئی جبروتی وقہرمانی وفرعونی طاقت روک نہیں سکی، ان کے پیغام کو بھی کوئی روک نہیں سکے گا، یہ اگرچہ پیدا ہونے کے بعد دوسرے بچوں کی طرح شیر خوار ہوں گے، پنگھوڑے میں رہیں گے، کسی موقع پر روئیں، یا ہنسیں گے، پھر بھی ان کے علم ودانش میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ یہ دنیا میں کسی اور سے پڑھنے نہیں آئے بلکہ سیکھے سکھائے اور پڑھے پڑھائے دنیا میں تشریف لائے ہیں۔

چشم بینا کیلئے اگرچہ عام انسان کی پیدائش بھی قدرت کا معجزہ ہے مگر ظاہر ہے اس کے روٹین ہونے کی بنا پر کتنے ہیں جو اس پر غور کرتے ہیں یا اس کا نوٹس لیتے ہیں مگر محبوبانِ خدا اس عام روش سے ہٹ کر جب کسی خاص ادا کا مظاہرہ کرتے ہیں تو دنیا میں دہائی مچ جاتی ہے۔ مثلاً کوئی مختون پیدا ہوتا ہے یا حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح رمضان میں پیدا ہو کر دن کے وقت دودھ نہیں پیتا تو یقیناً دوسروں کیلئے اچنبھا ہے اور دعوتِ فکر ہے۔ اگر اس گفتگو کو سامنے رکھیں تو فرمایئے جس محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم النبیین، سید المرسلین اور رحمۃ للعالمین بنایا گیا ہے، جس کی انگلی کے اشارے سے چاند کو شق ہونا اور ڈوبے سورج کو لوٹنا تھا، جس کے نعرہ توحید کا دبدبہ ساری دنیا میں پھیلنے والا تھا، جس کی رسالت کو دائمی اور ہمہ گیر بنایا تھا، اور جو سائنسی دور کا بھی رسول بن کر آیا تھا کی ولادت باسعادت کیسی ہونی چاہئے تھی۔ یقیناً اسی طرح ہوتی جو اس کے شایانِ شان تھی۔ اس نے

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ وعلیٰ الک واصحابک یاسیدی یا حبیب اللہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ

آتے ہی اپنے رب یکتا کی بارگاہ میں سجدہ کیا، اُس کے قدم رکھتے ہی عرب کے بتخانوں میں زلزلہ طاری ہوگیا، اور عجم کے آتشکدے بجھ گئے، اے ''توحید'' کی رٹ لگانے والو! تمہیں توحید سے بھی اگر خلوص ہو تو ہادی اعظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کیوں بغض وعداوت رکھتے ہو جو توحید کا سب سے بڑا داعی ہے اور جس نے دنیا میں آتے ہی شرک پر کاری ضربیں لگائیں۔

عصا کو اژدھا کا روپ دھارتے دیکھ کر فرعون نے ''جادو'' کہہ دیا مگر وقتِ ولادت کے ارہاصات کو جادو کہنے کی جرأت اُسے بھی نہ ہوسکی، اسی طرح بعثت کے بعد جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے توحید کا مضمون از بر کرانے کیلئے معجزات دکھائے تو منکرین نے اسے جادو کہہ دیا مگر ولادت کے معجزات کو کیا کوئی ابوجہل جادو کہہ سکتا ہے؟۔ اس لئے میلاد شریف کے واقعات ضرور بیان کیجئے کہ ان سے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تبلیغ تلقین کا آغاز ہوتا ہے۔ انہیں اسی لئے ارہاص (یعنی بنیاد) کہا جاتا ہے۔ جس قصرِ رسالت کی بنیاد اتنی مضبوط ہوگی، اس کی اپنی مضبوطی کا کیا حال ہوگا۔ اور جس محبوب اکرم ومکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تبلیغ وتاثیر کا آغاز اتنا شاندار اور ہمہ گیر ہے، اس کی مابعد کی کامیابیوں کا اندازہ کون کرسکتا ہے۔

آیئے اس تمہید کے بعد چند روایات میلاد کی طرف، انہیں صرف ایک کتاب یعنی مولد العروس سے لیا گیا ہے جس کے مصنف حضرت محدث ابن جوزی علیہ الرحمہ ہیں جو نقد وجرح میں نہایت کڑے معیار کے قائل ہیں۔

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔

''جب میرے لختِ جگر کی ولادت باسعادت ہوئی، ان کی آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا تھا اور جسم مبارک پر تیل کی مالش تھی۔ تنِ اقدس سے خوشبو آرہی تھی اور آپ ختنہ شدہ تھے۔ آپ نے آتے ہی اللہ عزوجل کو سجدہ کیا، اس وقت آپ نے دونوں ہاتھ بھی آسمان کی طرف اٹھالئے۔ چہرۂ انور سے روشنی پھوٹ رہی تھی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اُٹھا کر ایک ریشمی کپڑے میں لپیٹ لیا جو جنت سے لایا گیا تھا، پھر زمین کے مشارق، مغارب کا چکر لگایا گیا''

پھر ذرا آگے فرماتی ہیں

(اس مبارک موقع پر) ''اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں سے پردے اُٹھادیئے اور میں نے زمین کے مشارق ومغارب کو دیکھ لیا۔ میں نے تین جھنڈے بھی ملاحظہ کئے۔ ایک مشرق میں دوسرا مغرب میں اور تیسرا کعبے کی چھت پر نصب تھا۔

پھر فرماتی ہیں

میں نے کسی کہنے والے کو یوں کہتے سُنا۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو صفوت آدم، مولد (دوسری روایات میں یہاں مولد کی بجائے معرفت ہے) شجاعت نوح، حلم ابراہیم، لسان اسمٰعیل، رضائے اسحاق، فصاحت صالح، رفعت ادریس، حکمت لقمان، بشارت یعقوب، جمال یوسف، صبر ایوب، قوت موسیٰ، تسبیح یونس، جہاد یوشع، نغمہ داؤد، ہیبت سلیمان، حب دانیال، وقار الیاس، عصمت یحیٰی، قبول زکریا، زہد عیسیٰ اور علم خضر علیہم السلام کو عطا کردو اور انہیں نبیوں اور رسولوں کے اخلاق میں غوطہ دو (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کیونکہ یہ اولین وآخرین

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا سیّدی یا رسول اللہ وعلیٰ الک واصحابک یاسیّدی یا حبیب اللہ الصلوٰۃ والسّلام علیک یا سیّدی یا رسول اللہ

کے سردار ہیں۔ میں نے بادل کے ایک ٹکڑے کو آگے آتے دیکھا۔ کوئی کہہ رہا تھا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح ونصرت اور بیت اللہ کی کنجیوں پر قبضہ کرلیا۔ نیز میں نے ایک فرشتے کو دیکھا جس نے آکر آپ کے کان میں کوئی بات کی، پھر آپ کا بوسہ لیا اور بولا

''اے میرے حبیب محمد آپ کو بشارت ہو کہ یقیناً سب اولاد آدم کے سردار ہیں۔ آپ پر ہی اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو ختم کیا، اولین وآخرین کا کوئی علم نہیں جو آپ کو نہیں ملا۔''

نوٹ = غور فرمائیے اگر آپ اس وقت ان باتوں کو سمجھتے نہیں تھے تو فرشتہ کیوں آپ سے مخاطب تھا۔

اسی کتاب میں ہے:

''اسی میلاد کی رات (آتشکدہ) ایران کی آگ بجھ گئی جو ایک ہزار برس سے برابر روشن تھا۔ کسریٰ (شاہ ایران) کا محل پھٹ گیا اور اس کے کنگرے بکھر گئے۔ جن میں سے چودہ (زمین پر) آپڑے۔ بحیرہ ساوہ طبریہ خشک ہوگیا۔ جادو اور کہانت کی کمر ٹوٹ گئی آسمان پر پہرہ لگ گیا اور شیطانوں کو (فرشتوں کی) باتیں سننے سے روک دیا گیا (اب وہ آسمان کے قریب بھی نہیں ٹھہر سکتے) دُنیا کے تمام بت اوندھے منہ گر گئے۔ صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احترام میں خدا کے سب سے بڑے دشمن شیطان کا تخت بھی اُلٹا ہوگیا''

اسی میں ہے۔

''بڑے بڑے علما نے آپ کی ولادت کی خبر دی کاہنوں نے آپ کے ظہور کا اعلان کیا۔ جن آپ کی رسالت پر ایمان لائے۔ آیات وعلامات نے آپ کے نام نامی پر شہادت دی۔ فارس کی آگ آپ کے نور سے بجھ گئی، تخت اپنے بادشاہوں سمیت کانپنے لگے۔ تاجداروں کے سروں سے تاج گر پڑے۔ بحیرہ طبریا آپ کی تشریف آوری پر ٹھہر گیا (یعنی خشک ہوگیا) اور کتنے ہی نئے چشمے جاری اور موجزن ہوگئے''

یہ تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت پر فرش زمین کا حال۔ آئیے عالم بالا میں جشن میلاد کا سماں بیان کریں۔ یہی علامہ اسی کتاب میں فرماتے ہیں۔

''جب حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔ فرشتوں نے آہستہ اور اونچی آواز میں اس کا اعلان کیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام بشارت لائے اور عرش خوشی سے جھوم جھوم اُٹھا۔ حورعین اپنے محلات سے نکل آئیں اور عطر نچھاور کرنے لگیں۔ رضوان (داروغہ جنت) کو حکم دیا گیا کہ فردوس اعلیٰ کو آراستہ کرے اور محل سے پردہ اٹھا دے۔ نیز حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں جنات عدن سے پرندے بھیج دے جو اپنی چونچوں کے ذریعے موتی بکھیریں۔ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر کے ارد گرد فرشتے کھڑے ہو گئے اور انہوں نے پَر خوب پھیلائے۔ نیز تسبیح وتحلیل کرنے والے فرشتے اس کثرت سے اترے کہ تمام بحروبر اور نشیب وفراز بھر گئے۔'' (مولد العروس ص ۷)

اسی کتاب کے صفحہ ۳ پر فرماتے ہیں

''ساتوں آسمانوں کے فرشتے آپ کی ولادت پر ایک دوسرے کو بشارتیں دے رہے تھے اور آسمان پر آپ کی عظمت کی وجہ سے پہرے بٹھا دیئے گئے اور آپ ہی کی تعظیم کے طور پر، چوری چھپے

الصلوۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ وعلی الک واصحابک یاسیدی یا حبیب اللہ

سننے کی کوشش کرنے والے شیاطین کو شہاب ثاقب سے مارا گیا۔ (اس موقع پر سب خوش تھے مگر) ابلیس چیخ رہا تھا اور اپنی ہلاکت وتباہی پر واویلہ مچا رہا تھا۔"

ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

"راوی کہتا ہے کہ پھر فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کی تسبیح تہلیل اور تکبیر کا شور بلند کیا، جنت کے دروازے کھول دیئے گئے، دوزخ کے دروازے بند کئے گئے اور یہ سب کچھ حضور سرور کائنات سیدنا ومولانا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد شریف کی خوشی میں ہوا۔"

(مولد العروس)

اور یہ سب کچھ منکرین عظمت سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک شرک وبدعت ہے۔ گویا معاذ اللہ ان کے نقطہ نظر سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری ہوئی تو ان کے نزدیک عرش وفرش پر جو میلاد شریف کی خوشیاں ہوئیں، ان سے معصوم فرشتے بھی مشرک ہوگئے۔ ہر طرف خوشیاں تھیں تو گویا ہر طرف شرک پھیل گیا۔ ہاں ان کا گرو اس شرک سے محفوظ رہا کیونکہ وہ رو رہا تھا چیخ رہا تھا اور اپنی تباہی پر واویلہ کر رہا تھا۔ یہ ہے ان کا نقطہ نظر، رہ گیا ہمارا تو بقول اعلیٰحضرت بریلوی قدس سرہ

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب
اس بُرے مذہب پہ لعنت کیجئے !!

کاش کوئی ان سے پوچھے میلاد شریف آخر شرک کیوں ہے؟ کیا معاذ اللہ تمہارے نزدیک کبھی پیدا ہوا تھا اور اس کا میلاد منایا گیا تھا یا تم مناتے ہو یا منایا جاسکتا ہے۔ آخر کس وجہ سے اسے شرک کہتے ہیں۔ ہاں تمہاری عجیب وغریب توحید سے یہ بھی بعید نہیں کہ اللہ کی ولادت کا اقرار کرنے لگو۔ ہاں مؤمن کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا میلاد اس لئے بھی ضروری ہے کہ اس سے شرک کا قلع قمع ہوتا ہے کیونکہ یہ عقیدہ واشگاف ہوجاتا ہے کہ نبی اپنی لاثانی عظمتوں کے باوجود پیدا ہوتا ہے اور خدا پیدا ہونے سے پاک ہے۔

﴿بقیہ امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ﴾

ثُمَّ الرِّضَا عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعَنْ عُمَرٍ
وَّعَنْ عَلِیٍّ وَّعَنْ عُثْمَانَ ذِی الْکَرَمِ

پھر راضی ہو اللہ ان سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عزت والے ہیں۔

وَالْاٰلِ وَالصَّحْبِ ثُمَّ التَّابِعِیْنَ لَهُمْ
اَهْلِ التُّقٰی وَالنُّقٰی وَالْحِلْمِ وَالْکَرَمِ

اور رحمت کے بادل ہمیشہ صحابہ کرام تابعین، تبع تابعین، اہل تقویٰ اور پاکباز اور صاحب علم وکرم پر برستے رہیں۔

فَاغْفِرْ لِنَا شِدِهَا وَاغْفِرْ لِقَارِئِهَا لِسَامِعِهَا
سَاَلْتُکَ الْخَیْرَ یَاذَا الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ

اے اللہ تو صاحب جود وکرم ہے تجھ سے دعا کرتے ہیں اس قصیدہ کے مصنف اور پڑھنے والوں کو بخش دے۔ اور سننے والوں کو بھی بخش دے

خَدَمْتُهٗ بِمَدِیْحٍ اَسْتَقِیْلُ بِهٖ
ذُنُوْبَ عُمْرٍ مَّضٰی فِی الشِّعْرِ وَالْخِدَمِ

میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں یہ نذرانہ عقیدت اس لیے پیش کیا ہے کہ میں اس کے ذریعے اپنی عمر بھر کے ان گناہوں کو معاف کرواؤں جو شعر وشاعری اور امراء کی ملازمت میں سرزد ہوئے ہیں۔

درس قرآن

آگیا وہ نُور والا

غلام مصطفیٰ مجددی ایم۔اے

اللہ پاک نے فرمایا:

قَدْ جَآءَ كُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ

بے شک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک نور آیا ہے اور روشن کتاب آئی ہے۔

اشارات

۞ آیت مبارکہ کا آغاز لفظ "قد" سے ہوا جس میں تاکید پائی جاتی ہے۔

۞ ضمیر کُم کے مخاطب ساری کائنات کے انسان اور جن ہیں جو اس نور عالمگیر سے درخشاں ہو سکتے ہیں۔ معلوم ہوا اس نُور کا فیضان ربوبیت کی طرح عام ہے۔

۞ آیت مبارکہ میں موجود لفظ "نُــور" سے مراد کون ہے؟ آیئے مفسرین اُمت سے استفادہ کریں۔

(۱) حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے "نُوْرٌ رَسُوْلٌ يعنى مُحَمَّدًا" نور سے مراد حضور محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات ہے"۔ (تفسیر ابن عباس ص ۷۲)

(۲) حضرت امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ کا فرمان ہے" اِنَّ الْمُرَادَ بِالنُّوْرِ مُحَمَّدٌ یعنی نور سے مراد حضور محمد مجتبیٰ ﷺ کی ذات ہے۔ (تفسیر کبیر جلد ۳ ص ۳۹۵)

(۳) حضرت امام علی بن محمد خازن علیہ الرحمہ کا فرمان ہے۔ "اللہ تعالیٰ کی طرف نور یعنی محمد ﷺ تشریف لائے، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم ﷺ کا نام اس لیے نور رکھا کہ جس طرح نور سے اندھیروں میں ہدایت نصیب ہوتی ہے اس طرح آپ کی ذات گرامی سے ہدایت نصیب ہوتی ہے۔" (تفسیر خازن جلد ۱ ص ۴۴۷)

(۴) حضرت امام ابو محمد بغوی علیہ الرحمہ کا فرمان ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ جلوہ فرما ہوئے۔ (تفسیر معالم التنزیل جلد ۲ ص ۲۳)

(۵) حضرت امام عبداللہ بن احمد نسفی علیہ الرحمہ کا فرمان ہے۔ نور سے مراد حضور ﷺ ہیں کیونکہ آپ سے ہدایت ملتی ہے جیسا کہ آپ کا نام "سراج" رکھا گیا ہے۔ (تفسیر مدارک جلد ۱ ص ۲۰۶)

(۶) حضرت امام ابوالسعود علیہ الرحمہ کا فرمان ہے، کہا گیا ہے کہ اولاً نور سے مراد ذات رسول پاک ہے۔ اور ثانیاً نور سے مراد قرآن پاک ہے۔ (تفسیر ابوالسعود جلد ۲ ص ۳۶)

(۷) حضرت امام عبدالرحمٰن بیضاوی علیہ الرحمہ کا فرمان ہے۔ يُرِيْدُ بِالنُّوْرِ مُحَمَّدًا ۔ نور سے مراد سرکار ابد قرار ﷺ

ذات ہے۔ (تفسیر بیضاوی۔ص ۹۲)

(۸) حضرت امام ابو جعفر محمد طبری علیہ الرحمہ کا فرمان ہے۔ حضور پُر نور ﷺ نور ہیں جن کے دم سے اللہ تعالیٰ نے حق کو روشن کردیا اور اسلام کو غلبہ عطا فرمایا اور شرک کو نابود کردیا تو آپ نور ہیں جن سے روشنی عام ہوئی اور حق ظاہر ہوگیا۔ (تفسیر ابن جریر جلد ۶ ص ۹۲)

(۹) حضرت امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کا فرمان ہے۔ "نُورٌ هُوَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم" نور سے مراد نبی اکرم ﷺ ہیں۔

(۱۰) حضرت امام محمود آلوسی علیہ الرحمہ کا فرمان ہے۔ "نور سے مراد نور عظیم ہے۔ جو نور الانوار ہے۔ نبی المختار ہے۔

(روح المعانی جلد ۱ ص ۹۷)

(۱۱) حضرت امام احمد صاوی علیہ الرحمہ کا فرمان ہے۔ نور سے مراد نبی اکرم ﷺ ہی ہیں اس لیے کہ آپ دلوں کو بصیرت عطا کرتے ہیں اور ان کو اپنے ارشاد سے ہدایت آشنا کرتے ہیں، آپ ہی تمام حسی اور معنوی نور کی اصل ہیں۔ (تفسیر صاوی جلد ۱ ص ۲۷۵)

(۱۲) حضرت امام اسماعیل حقی علیہ الرحمہ کا فرمان ہے" حضور پُر نور کا نام اس لیے نور رکھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو اپنی قدرت کے نور سے سب سے پہلے ظلمتِ عدم سے ظاہر فرمایا وہ نور مصطفیٰ ﷺ ہی ہے، جیسا کہ خود ارشادِ مصطفیٰ ہے، اول ما خلق اللہ نوری، اللہ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا فرمایا، (تفسیر روح البیان جلد ۲ ص ۳۷۰)

(۱۳) حضرت امام ثناء اللہ مظہری علیہ الرحمہ کا فرمان ہے۔" نور سے مراد ذات مصطفیٰ ہے یا اسلام ہے، (تفسیر مظہری جلد ۳ ص ۶۷)

(۱۴) حضرت امام قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمہ کا فرمان ہے۔ قرآن پاک میں حضور ﷺ کا نام پاک نور اور سراج منیر رکھا گیا، پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا قد جاء کم من اللہ نور" (شفاء جلد ۱ ص ۱۱)

(۱۵) مولوی ثناء اللہ امرتسری نے بھی تسلیم کیا ہے" تمہارے پاس اللہ کا نور محمد ﷺ اور روشن کتاب قرآن شریف آئی۔ (تفسیر ثنائی جلد ۲ مائدہ ص ۱۱)

(۱۶) مولوی وحید الزماں نے بھی تسلیم کیا ہے۔ نور سے مراد محمد یا دین اسلام" (تبویب القرآن حاشیہ ص ۱۴۹)

(۱۷) مولانا سلمان منصور پوری نے بھی تسلیم کیا ہے۔ اس آیت میں وجود با جود نبی کریم ﷺ کو نور بتلایا گیا ہے۔

(شرح اسماء الحسنیٰ ص ۱۵۱)

(۱۸) مولوی شبیر احمد عثمانی نے بھی لکھا ہے" شاید نور سے خود نبی کریم ﷺ اور کتاب مبین سے قرآن کریم مراد ہے"

(تفسیر عثمانی حاشیہ ص ۱۹۳)

(۱۹) مولوی اشرف علی تھانوی نے بھی لکھا ہے" یہ ایک مختصر سی آیت ہے۔ اس میں حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنی دونوں نعمتوں میں ایک تو حضور ﷺ کا وجود با جود ہے اور دوسری نعمت قرآن مجید کا نزول ہے ایک کو لفظِ نور سے ذکر فرمایا ہے اور دوسری کو کتاب کے عنوان سے ارشاد فرمایا ہے۔ اور یہ توجیہ اس آیت کی ایک تفسیر کی بنا پر ہے، یعنی جبکہ نور سے حضور ﷺ کا وجود موجود مراد لیا جاوے"۔

(اشرف المواعظ ص ۱۴۸)

❁ آپ نے مشاہدہ فرمایا کہ اہل سنت جلیل القدر مفسرین اور

دیگر فرقوں کے معتبر عمائدین نے حضور پُر نور ﷺ کو نور قرار دیا ہے۔

۞ کتاب کے مطالعہ کیلئے روشنی کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے پہلے نور مصطفیٰ ﷺ کا ذکر ہے پھر کتاب کبریا کا ذکر ہے، گویا جو اس نور کو نہیں مانتا وہ اس کتاب کو نہیں جانتا۔

۞ ''نور'' اور کتاب کے درمیان واو عاطفہ ہے جو مغائرت چاہتی ہے، ثابت ہوا کہ یہاں نور اور ہے اور کتاب اور ہے۔

۞ بعض منکرین نور کا خیال ہے کہ نور و کتاب سے مراد صرف قرآن پاک ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا **یھدی بہ** ۔ اگر نور و کتاب ''دو چیزوں کا نام ہوتا تو ارشاد ہوتا **یَھدِی بِھِمَا** ، جواباً عرض ہے کہ اس قانون کو اگر قرآن پر نافذ کیا جائے تو بہت سی آیات پر اعتراض وارد ہو سکتا ہے، مثلاً اللہ ورسولہ احق ان یرضوہ، یہاں ان یرضوھما ہونا چاہیئے، جو آپ کا یہاں جواب ہے۔ وہی ہمارا وہاں جواب ہے۔

۞ ایک اعتراض یہ ہے کہ حضور کا بشر ہونا، نور ہونے کے منافی ہے، جواباً عرض ہے کہ بشریت، نورانیت کی متضاد نہیں، ورنہ یہ آیت یُخرِجُوْھُمْ من الظلمٰت الی النُّور کی بجائے ''من البشریۃ الی النُّوْر'' ہونی چاہیئے۔ معلوم ہوا کہ نور کا متضاد ظلمت ہے، بشریت نہیں، خدارا غور کیجئے جو حضور کو نور نہیں مانتے وہ پھر کیا۔۔ مانتے ہیں؟

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے

۞ اگر نور ہو کر بشر ہونا نا ممکن ہوتا تو اللہ تعالیٰ کبھی جبریل امین کیلئے لفظ ''**بشر** '' استعمال نہ فرماتا۔ دیکھیے فتمثل لھا بشرًا سویا، یہاں بشر سے مراد نوری جبریل ہے۔

۞ اللہ اللہ! حضور پُرنور! نور علی نور ہیں، جن کے نور جہاں تاب سے زمانے کی تاریکیاں ختم ہو گئیں، تہذیب و تمدن چمک اٹھے، گلستان ہدایت میں روشنی اُمڈ آئی، صدیوں سے بھٹکے ہوئے کاروان ہستی کو راستہ نصیب ہوا۔ اسی نور سے چاند، سورج اور ستاروں نے چمکنا سیکھا، کہکشاں کی مانگ سجی، حوروں کی پیشانیاں تابناک ہوئیں، فرشتوں کو ذوق عبادت ملا، انسانوں اور جنوں نے ایمان کی تابندگی حاصل کی، حضرت کعب نے کیا خوب کہا ہے، ان رسول اللہ نور یستضاءُ بہ ۔ بیشک اللہ کے رسول نور ہیں۔ جن سے روشنی ملتی ہے۔

نعت شریف

توں ایں رب دا نور مدینے والڑیا
ظلمت کر دے دور مدینے والڑیا
بڑیاں آساں لے کے آیاں در اُتے
کر لے ہن منظور مدینے والڑیا!
لا دے اپنے عشق دا چانن سینے وچ
کڈھ کے فخر غرور مدینے والڑیا!!
دل نہ جاوے باہر ترے دربار وچوں
بخش اجیہا حضور مدینے والڑیا!
تیری یاد چ ڈبیا رہواں میں محشر تک
دے اوہ کیف سرور مدینے والڑیا
واسطہ حسن حسین تے سیدہ زہرا دا
عرضاں کر منظور مدینے والڑیا
کنھوں جا کے حال سناواں سینے دا
زخماں کیتا چور مدینے والڑیا
دنیا دا مختار ایں ، والی اُمت دا
میں نفسوں مجبور مدینے والڑیا
نقش لاثانی دا صدقہ آسی نوں
کر دے نور ونور مدینے والڑیا

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا سیّدی یا رسول اللہ وعلیٰ الک واصحابک یاسیدی یا حبیب اللہ الصلوٰۃ والسّلام علیک یا سیّدی یا رسول اللہ

درس حدیث

جس کا گھر گھر ہے اُجالا

غلام مصطفیٰ مجددی ایم۔اے

صاحب لولاک نے فرمایا:

❁ اے جابر! بے شک اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں سے پہلے تیرے نبی کے نُور کو اپنے نُور سے پیدا فرمایا۔ اُس وقت نہ لوح تھی، نہ قلم تھا، نہ جنت تھی نہ دوزخ تھی، نہ فرشتے تھے نہ آسمان تھا، نہ چاند تھا نہ سورج تھا، نہ جن تھے نہ انسان تھے۔۔(مدارج النبوہ، دلائل النبوۃ)

اشارات

❁ یہ حدیث پاک کچھ طویل ہے جسے اُمت مسلمہ کے جلیل القدر محدثین نے نقل فرمایا ہے۔ بالخصوص حضرت امام بخاری قدس سرہ کے اُستاذ گرامی حضرت سید عبدالرزاق علیہ الرحمہ نے بھی اسے اپنی مصنف میں لکھا ہے، یہ حدیث مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نے بھی نشر الطیب میں لکھی ہے۔

❁ حضور پُر نُور ﷺ کا نور مبارک سب اشیاء سے پہلے معرض وجود میں آیا، ترمذی شریف کی ایک مشہور حدیث ہے۔''میں اُس وقت بھی نبی تھا جب آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے''حضور پُر نور ﷺ کو بشر محض کہنے والے ان ارشادات پر غور کریں، ابھی تو ابوالبشر کی تخلیق بھی مکمل نہیں ہوئی تھی، بشریت کا نام ونشان بھی قائم نہیں ہوا تھا، حضور پر نور ﷺ پہلے ہی جلوہ فرما تھے، اور نبی تھے تو اُس وقت کیا تھے؟

❁ ''**من نورہ**'' میں اضافت بیانیہ ہے۔لفظ من سے پریشان ہونے والے **ونضخت فیہ من روحی** پر غور فرمائیں۔ اگر کعبہ کو بیت اللہ، اونٹنی کو ناقۃ اللہ، حضرت عیسیٰ کو روح اللہ کہنا جائز ہے تو پھر حضور پُر نور ﷺ کو ''نور اللہ'' کہنا بھی جائز ہے۔ یہ سب تشریفی نسبتیں ہیں۔

❁ یہاں یہ اعتراض کرنا کہ حضور ﷺ اللہ کے نور سے بنے تو اللہ کا نور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا، سیر سے دو چھٹانک نکال لیا جائے تو سیر میں کمی آجاتی ہے، اُس نور میں کمی آ گئی ہوگی، جب ایسا ممکن نہیں تو حضور کا نور ہونا بھی ممکن نہیں، خدا کی پناہ ایسی سوچ وہی اپنا سکتا ہے جس کا عقیدہ عقل نارسا کا غلام ہو، خدا تعالیٰ کے بارے میں ایسی مثالیں قائم کرنا ہی حرام ہے، **لیس کمثلہ شیء**، نجانے لوگ توحید پرست ہو کر بھی اس حد تک کیسے چلے جاتے ہیں؟

من نورہ میں اللہ نے حضور کے نور کو اپنے نور کی نسبت سے مشرف فرمایا ہے۔ اور اپنے جلوہ خاص کی تجلی سے نوازا ہے۔ آئیے

میں سورج کا نور چمکے تو سورج میں کمی واقع ہو جاتی ہے یا اس کا نور ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے؟

۞ جب رسولِ محترم نے فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا، اب ایک امتی کو بلا چون وچرا تسلیم کرنا چاہیے یا اس فرمان کو اپنی عقل کے پیمانے پر پرکھنا چاہیے اور اس کو اپنی لایعنی تنقید کا نشانہ بنانا چاہیے، کیا قرآن کی تمام آیات لوگوں کی عقل میں آ گئی ہیں؟ کیا حضور کے تمام فرمودات لوگوں نے سمجھ لیے ہیں، ارے جس کا کلمہ پڑھا جاتا ہے اُس کا قول و فعل کلمہ گو کیلئے حجت قطعی اختیار کر لیتا ہے، اُس کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا چاہیے

عقل کو تنقید سے فرصت نہیں
عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ

۞ من نورہ کسی صوفی یا کسی مولوی نے نہیں کہا، یہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے، ان سے تختہ مشق ستم نہ بناؤ، ایمان کا جنازہ اٹھ جائے گا۔

۞ حضور ﷺ تخلیق اوّل ہیں، عرش و کرسی، لوح و قلم، جنت و دوزخ، زمین و آسمان، شمس و قمر، جن و بشر غرض ہر شئے سے پہلے بنائے گئے، اسی لیے تو ارشادِ قدسی ہے، اے محبوب اگر تجھے نہ بناتا تو میں افلاک کو بھی پیدا نہ کرتا، بلکہ اپنی ربوبیت کو بھی ظاہر نہ فرماتا، ان احادیث کو آیت کے نامور علماء اور صوفیہ نے لکھا ہے اور ان کی حقانیت کو تسلیم کیا ہے۔

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

﴿بقیہ "انسانی حقوق" ملاحظہ ہو﴾

جس دین فطرت نے یہاں تک لوگوں کے حقوق کی ضمانت دی ہے وہ کیسے دوسرے اہم حقوق پر ڈاکہ ڈال سکتا ہے۔ جب قوم کے ہر فرد کے ہر قسم کے حقوق کی پاسبانی کی جائے گی تو کسی کی حق تلفی کی نوبت نہ آئے گی۔ اس لیے کسی کے دل میں کسی کے بارے میں حسد، عناد، نفرت اور بیزاری کے جذبات نہیں پیدا ہوں گے۔

آخر میں شرعۃ الاسلام کے مصنف سیّد علی زادہ حنفی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اقتباس قارئین کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں، اس سے واضح ہو جائے گا کہ رعایا کون کون سے حقوق حکام وقت کے ذمہ واجب الادا ہیں۔

حاکم وقت اپنی مملکت میں کوئی فقیر دیکھے تو اسکی امداد کرے کوئی مقروض پائے تو اس کا قرض ادا کرے کوئی کمزور پائے تو اس کی اعانت کرے اور کوئی مظلوم پائے تو اس کی مدد کرے، اگر کوئی ظالم پائے تو اس کو ظلم سے روکے اور اگر کسی کو ننگا پائے تو اس کو لباس پہنائے۔"

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنے اسلامی معاشرہ کے ہر فرد کے حقوق کی پاسبانی کا فریضہ ادا کر سکیں۔ آمین ثم آمین

(شکریہ)

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا سیّدی یا رسول اللہ وعلی الک واصحابک یاسیّدی یا حبیب اللہ الصلوٰۃ والسّلام علیک یا سیّدی یا رسول اللہ

آؤ میلاد منائیں

پروفیسر محمد حسین آسی ایم۔اے

۲۵ مئی کو ۱۲ ربیع الاول شریف ہے، عالم اسلام میں یہ دن بڑی خوشیوں کا حامل ہے، غلامان مصطفیٰ ماہ ربیع الاول میں بالخصوص محافل میلاد کا انعقاد کرتے ہیں۔

عرش وکرسی کے مختار آئے
جن کی خاطر ہے سنسار آئے
سارے نبیوں کے سالار آئے
دین و دُنیا کے سردار آئے
اللہ اللہ! سرکار آئے

اس سے کسی صاحب نظر کو اختلاف نہیں ہوسکتا کہ تاریخ اسلام بلکہ تاریخ کائنات کا سب سے بڑا دن وُہی ہے جسے اللہ کے سب سے بڑے محبوب دُنیا کے سب سے بڑے رسول، زمانے کے سب سے بڑے ہادی، انسانیت کے سب سے بڑے محسن اور تاریخ کے سب سے بڑے مصلح حضور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت باسعادت سے نوازا گیا۔ ۱۲ ربیع الاول شریف کا یہ روز سعید ان گنت سعادتوں، بے شمار برکتوں، بے حساب رحمتوں، انمول دولتوں اور لا تعداد محبتوں کا خزینہ ہے۔ کیونکہ اس میں

وہ آئے جن کا آنا باعث تکوین ہستی ہے
وہ آئے جن سے اصل ہستی وتذئین ہستی ہے
وہ آئے جو سراسر مظہر انوار باری ہیں
امین راز قدرت محرم اسرار باری ہیں
وہ آئے جن سے ذہن وجان ودل نے روشنی پائی
چمک اُٹھے ضمائر، روح نے بالیدگی پائی
وہ آئے جنکو مؤمن سرور دارین کہتے ہیں
جنہیں مقصود عالم، مالک کونین کہتے ہیں
وہ ناز آدم واولاد آدم محسن اعظم
فروزاں جن کے نام پاک کے جلووں سے ہے عالم

یقیناً یہ دن رحمت ومرحمت بن کر آنے والے اور باہمی اُخوت ومحبت کا درس دینے والے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دن ہے

صبح کی ٹھنڈی ہوا اگر دل ودماغ کو کیف وسرور سے بھر سکتی ہے، شدید گرمی کے بعد اگر ہلکی سی پھوار بھی روح کی تسکین کا سامان بن سکتی ہے جہاں کی چیرہ دستیوں کے برعکس اگر بہار کے نظارے مشاہدے کو حراوت وتازگی عطا کر

سکتے ہیں، کو وہ دامن میں کھلنے والے پھول اگر انسان کا غم غلط کر سکتے ہیں، اندھیروں راتوں کے خوفناک سناٹوں کے جواب میں اگر چاندنی انسانی افکار میں کوئی جوت جگا سکتی ہے۔ تو سوچئے ۱۲ ربیع الاوّل شریف کا دن انسان کو کتنی راحتوں، فرحتوں اور مسرتوں سے ہمکنار کرتا ہوگا۔

کتنا عظیم ہے وہ دن جب مخلوق کی ساری عظمتوں کا آخری نقطہ کمال اپنے خالق کی عظمتوں کا شاہکار بن کر مٹی کی اس دھرتی کو پابوسی کا شرف بخشنے، آیا کتنا مبارک ہے وہ دن جب سب کا محتاج الیہ رحمت للعلمین کا تاج پہن کر مخلوق خدا کے دُکھ درد دُور کرنے کیلئے تشریف لایا، کتنا نورانی ہے وہ دن جب اللہ نور السموات والارض کے اوّلین جلوہ نور نے فاراں کی چوٹیوں سے طلوع فرمایا۔

یقیناً یہ دن رحمت ومرحمت بن کر آنے والے اور باہمی اُخوت ومحبت کا درس دینے والے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دن ہے۔ لہٰذا رحمت ومرحمت اور اُخوت ومحبت پر یقین رکھنے والے سارے لوگ اُسے پورے اہتمام سے منائیں۔ یہ دن طبقاتی، امتیازات کے خلاف سب سے مؤثر آواز اُٹھانے والے کریم کا دن ہے، اس لئے انسانی مساوات کے حامی اُسے خاص آب وتاب سے منائیں۔

یہ دن شکوک واوہام سے نکال کر سارے جہان کو علم وعرفان سے منور کرتے والے محسن اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دن ہے۔ لہٰذا علم وعرفان والے اُسے خوب تزک واحتشام سے منائیں۔

یہ دن کسی ایک فرقے اور محدود گروہ کا دن نہیں بلکہ سارے انسانوں کا دن ہے۔ جنہیں ''انسانیت'' کی حقیقت سمجھانے اور دکھانے کیلئے حضور نے ان کے درمیان قدم رنجہ فرمایا، بالخصوص ان کا جو قرآن کو خدا کا کلام اور اسلام کو سچا دین سمجھتے ہیں۔ اس لئے کہ اس روز کسی خاص فرقے کا بانی یا کسی مخصوص جماعت کا رہنما پیدا نہیں ہوا۔ بلکہ اس دن وہ جلوہ گر ہوئے۔ جو سب کے رسول ہیں اور سب جن کا کلمہ پڑھتے ہیں، جن کی برکت سے توحید ملی، جن کے در سے ایمان عطا ہوا، جن کے گھر قرآن اُترا، جن کی اطاعت ہی اللہ کی اطاعت ہے اور جن کی رضا ہی خالق کی رضا ہے۔

فقط مسجدوں، دفتروں اور گھروں ہی میں چراغاں نہ کرو، اپنے دل میں بھی خدا اور رسول (جل وعلا فصلی اللہ علیہ وسلم) کی سچی محبت کی شمع روشن کرو۔

سوائے مسلمان بھائیو! آؤ اگر ایمان سے محبت ہے، اسلام سے پیار ہے، قرآن پر یقین ہے، توحید پر ناز ہے، دین سے تعلق ہے، کلمے کا شعور ہے، تو اس ذات ستودہ صفات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دن ضرور منائیں جن کے وسیلے سے یہ سب کچھ ملا۔ منزل ملی، منزل کا راستہ ملا، ہدایت ملی، ہدایت کا مقصود ملا، دو جہان ملے، دو جہان کی آبرو ملی، سوز آرزو ملا۔ ذوق جستجو ملا۔

کیا تمہیں معلوم نہیں۔

اللہ جل جلالہ سب کا خدا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا سیّدی یا رسول اللہ وعلیٰ الک واصحابک یاسیّدی یا حبیب اللہ الصلوٰۃ والسّلام علیک یا سیّدی یا رسول اللہ

سب کے رسول ہیں۔ اللہ جل جلالہ سب کا معبود ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود سراپا عبادت اور معلم عبادت ہیں، اللہ جل جلالہ سب کا مقصود ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب کا وسیلہ ہیں۔ اللہ جلالہ سب کا معطی (یعنی ہر شے عطا فرمانے والا) اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قاسم (ہر نعمت تقسیم فرمانے والے ہیں) بلکہ

وہ بھی رؤف　　یہ بھی رؤف

وہ بھی رحیم　　یہ بھی رحیم

وہ بھی کریم!　　یہ بھی کریم!

کسی نے خوب عرض کیا۔

یا رب تو کریمی و رسول تو کریم!

صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم!

بلکہ یوں بھی کہا جاسکتا ہے۔

اللہ رؤف ہے حضور پیکر رافت ہیں۔

اللہ تعالیٰ رحیم ہے حضور شان رحمت ہیں

اللہ تعالیٰ کریم ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا سب سے بڑا کرم ہیں۔ شاعر انوار لاثانی نے اس پس منظر میں عرض کیا ہے۔

ہے تیری ذات پاک اے سب سے بڑے نبی ﷺ

سب سے بڑے کریم کا سب سے بڑا کرم!

تو اے بھائیو! اگر تمہیں اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت وشان پر یقین ہے، اگر تم اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفعت ومنزلت سے راضی ہو، اگر تمہیں اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اظہار عقیدت ومحبت سے دلچسپی ہے یا (چلو یونہی سہی) اگر تمہیں اس قرب وکمال پر کوئی اعتراض نہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا ہے۔

اگر اللہ کا اپنے محبوب اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سب سے زیادہ مہربان ہونا تمہیں پسند ہے۔ اگر تم اللہ کے اس احسان کا شکر ادا کرنا چاہتے ہو کہ اس نے تمہیں اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت میں پیدا فرمایا ہے تو ۱۲، ربیع الاول شریف کو ضرور خوشی مناؤ۔

کیونکہ یہ خوشی تمہارے ایمان کی روشن دلیل ہے۔ شکر خداوندی کی خوشنما صورت ہے۔

''توحید سے وابستگی کا بہترین ثبوت ہے''

اور تمہارا ملت اسلامیہ کا فرد ہونا اس سے ظاہر ہے۔

خدانخواستہ

تم اس روز کو بھی افسردہ وپژمردہ وآزردہ ہو تو سمجھ لو یہ خدا کے سب سے بڑے باغی اور اسلام کے سب سے بڑے دشمن کی سنت پر عمل ہے، تمہارے دل میں اس محبوب دلنواز صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغض ہے۔ جس کا کلمہ بظاہر تم پڑھتے ہو، اور تمہیں اپنے مسلمان ہونے سے نہ کوئی خوشی ہے۔ اور نہ تمہیں ملت اسلامیہ کا اتحاد واتفاق ایک آنکھ بھاتا ہے۔

بہر حال اے مسلمان بھائیو! یہ دن ملی شعور اجاگر کرتا ہے، باہمی محبت واخوت کے جذبات ابھارتا ہے، اتحاد واتفاق کا درس دیتا ہے۔ یعنی رنگ ونسل اور وطن وزبان کے بکھیڑوں سے بالا ہو کر نسبت رسول میں گم ہونے کی تلقین کرتا ہے۔ طائر روح کو ہوائے نفس کے پنجرے سے آزاد کر کے تسلیم ورضا کی لاہوتی بلندیوں تک مائل پرواز

کرتا ہے۔ لہٰذا یہ کائنات کا سب سے بڑا دن ہے اور اُسے بہترین اہتمام سے منانا ضروری ہے۔

اور یہ بہترین اہتمام کیا ہے۔ فقط مسجدوں، دفتروں اور گھروں ہی میں چراغاں نہ کرو، اپنے دل میں بھی خدا اور رسول (جل وعلا فصلی اللہ علیہ وسلم) کی سچی محبت کی شمع روشن کرو۔

فقط زبان ہی سے خدا و مصطفیٰ جل وعلا فصلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کا شکر ادا نہ کرو، اپنے دل و دماغ کو سراپا تشکر بنالو اور حسن عمل سے اس کا اظہار کرو۔ فقط گلی کوچوں کو کاغذی جھنڈیوں سے آراستہ نہ کرو۔ بلکہ اپنے من کے اندر بھی اسلام کا جھنڈا نصب کرو۔ فقط اپنے گلوں میں ہار نہ ڈالو، اپنی رُوحوں کیلئے بھی رحمت کے ہار منگوالو۔ جو ان سے زیادہ خوشنما و پائیدار اور فرحت بخش ہیں (رحمت کے یہ ہار حضور رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار سے آتے ہیں۔ اور خصوصاً آج کے دن تقسیم ہوتے ہیں)

فقط اپنے جسم کے ساتھ چل کر چند میل لمبا جلوس نہ نکالو۔ اور صرف زبانی صلوٰۃ وسلام پر اکتفا نہ کرو بلکہ چاہیے کہ اپنی ارواح کا جلوس لے کر ساری کائنات کے شہنشاہ اعظم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بارگاہ رحمت پناہ میں بصد عجز و انکسار حاضر ہوں اور مواجہ شریف میں اس روحانی قیام کے ساتھ عرض کریں۔ یا نبی سلام علیک۔

ہاں ہاں ۱۲، ربیع الاوّل شریف خُدائے واحد و یکتا سے لو لگانے کا دن ہے۔ اور اس کے عبد و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت سے سرشار ہونے کا دن ہے۔ ایسی سرشاری جو کبھی ختم نہ ہو، ایسا تعلق جو کبھی نہ ٹوٹ سکے۔ اور ایسی غلامی جو کبھی کمزور نہ ہو، وقت گزرتا جائے اور ہمارا نشہ محبت تیز تر ہوتا جائے، ہمارا ظاہر اس نشے میں ڈوب جائے اور ہمارا باطن اس میں جذب ہوتا جائے، ہماری شکل وصورت، رفتار و گفتار، نشست و برخاست، خرید و فروخت، غرض ہر چیز پکار پکار کر اعلان کرے۔

ہم غلامان رسول ہیں ‏ ‏ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ہم فدایان رسول ہیں ‏ ‏ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ہم گدایان رسول ہیں ‏ ‏ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

غلامان رسول ہیں تو خدا اور رسول (جل وعلا فصلی اللہ علیہ وسلم) کے حکم کے مقابلے میں اپنی مرضی کیوں کریں۔ ان کے دستور کی بجائے اپنے قوانین کیوں بنائیں اور بندہ رضا بننے کی بجائے بندہ ہوا کیوں بنیں۔

فدایان رسول ہیں۔ تو تن من دھن اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وارنے کیلئے تیار رہنا چاہیے۔ شاعر بارگاہ رسالت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ میں دشمنان مصطفیٰ کو للکار کر کہنا چاہیے۔

فَانَّ ابی ووالدتی وعرضی
لعوض محمد منکم وقاءُ

(یعنی اے کافرو! میرے والدین اور میری عزت سب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان) اور وہی جذبہ ہونا چاہیے۔ جس سے سرشار ہو کر بریلی کے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا تھا۔

کروں تیرے نام پر جاں فدا، نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا

دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہان نہیں

صورت حال پکار رہی کہ

دشمنان مصطفیٰ سب آگئے میدان میں

بولو اب کیا سوچتے ہو اے فدایان رسول

اور اگر ہم گدایانِ رسول ہیں۔ تو اپنے رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا در رحمت چھوڑ کر ادھر ادھر کی خاک کیوں چھانتے پھریں، سب کچھ اپنے آقا سے کیوں نہ مانگیں۔

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں

دل کو جو عقل دے خُدا ان کی گلی سے جائے کیوں!

کون سا خزانہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا نہیں فرمایا۔ کونسی نعمت ہے جو اس نے اپنے پیارے پر نچھاور نہیں فرمائی۔ اور کون سی دولت ہے۔ جس کی چابیاں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں بخشی گئیں۔ (بخاری شریف کی ایک حدیث پاک کا جملہ ہے۔ **انی اعطیت مفاتیح خزائن الارض اوصفائیح الارض** (مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئیں یا زمین کی کنجیاں) ان کے علاوہ نصرت، نبوت اور نفع کی بلکہ دیگر بہت سی چابیاں عطا ہوئیں (دیکھو الامین والعلیٰ میں مذکور حدیث)

دو جہان کی بہتریاں نہیں کہ امانی دل وجان نہیں

کہو کیا ہے وہ جو یہاں نہیں مگر اک نہیں کہ وہاں نہیں

جب یہ حقیقت ہے اور مسلمہ اور تابناک حقیقت ہے تو۔ آؤ حبیب رب العرش صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ پناہ میں جھولیاں پیش کریں، اجتماعی مسائل کا رونا روئیں، بوسنیا کے زخم دکھائیں، کشمیر کی فریاد سنائیں، بھارت کے مسلمانوں کی بیکسی پر رحم کی درخواست کریں، امریکہ کے ناپاک اور مسلم کش منصوبوں کی شکایت کریں، یہود بے بہبود کے ظلم وستم کی داستان عرض کریں۔ غرض جو چاہیں مانگیں اور جتنا چاہیں مانگیں، یہ رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دربار ہے، یہ صاحب کوثر کا آستان جودوکرم ہے۔ بقول حضرت حسن رضا بریلوی

وہ کریم ہیں یہ سرور کہ لکھا ہوا ہے در پہ

جسے لینے ہوں دوعالم وہ امید وار آئے

خود وعدہ فرما چکے بلکہ خبر دے چکے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اِنَّ اللّٰہ تعالیٰ قَدْ اٰمَنَ عَائِذَنَا وَلَیْسَ بِجَانِبِ لَا ئِذُنَا (الامن والعلیٰ بحوالہ ابن ماجہ شریف)

ترجمہ۔ بے شک جو ہماری پناہ میں آئے اللہ نے اس کیلئے امان رکھی ہے اور جو ہمارے حضور التجا کرے وہ نامراد نہیں۔

الغرض حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام، فداکار اور گدا بن کر ۱۲۔ ربیع الاول شریف اس طرح منائیں کہ یہ "منانا" کبھی ختم نہ ہو۔ اور مناتے مناتے گوشہ لحد میں جا پہنچیں۔ سرکار ابد قرار، دولتمدار، سیّد ابرار حضور احمد مختار محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بندہ نوازی فرمانے آئیں تو ہم گنگنا رہے ہوں۔ (انشاء اللہ)

میلاد مناتے آئے ہیں۔ میلاد منانے آئے ہیں

سرکار کے جلووں میں کھو کر سرکار کو پانے آئے ہیں

ہنگامہ عالم سے ہٹ کر، سب اپنوں پرایوں سے کٹ کر

سرکار کی نعتیں پڑھ پڑھ کر دل کو بہلانے آئے ہیں

اب کوئی نہیں غم تا محشر فرصت میں وہی ہیں پیش نظر

اے نیر فاراں ایک کرن ہم حسرت دید کے ماروں کو

اے شمع رسالت ایک جھلک، تیرے پروانے آئے ہیں

لو وہ ہیں شہنشاہ مدنی، ساتھ آ سی نقش لاثانی

وہ بات بنانے آئے ہیں، یہ بات سنانے آئے ہیں

اے میرے اللہ (اعلیٰ حضرت بریلوی کی زبان میں)

یہ تصورات باطل، ترے آگے کیا ہیں مشکل

تیری قدرتیں ہیں کامل، انہیں راست کر خدایا

میں انہیں شفیع لایا

ذکرِ میلاد شریف

از: حضرت علامہ مولانا عبد الحامد بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اَبَانَ مَوْلِدُہٗ یَا طِیْبَ عُنْصُرِہٖ
یَا طِیْبَ مُبْتَدَاءٍ مِنْہُ وَمُخْتَتَمٖ

(بردہ شریف)

دھوم سے مولد کے اس کے ہے عیاں پاکی اصل
کیا ہی اچھا خاتمہ تھا، کیا ہی اچھا ہے جنم

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت شریفہ اور آپ کا ظہور قدسیہ عالم انسانیت میں خدا کی وہ عظیم الشان نعمت ورحمت ہے جس پر اظہار سُرور کرنا لازم اور صحت ایمانی کی دلیل ہے۔ کائنات عالم میں آپ کا مرتبہ سب سے افضل و برتر ہے۔ یہی وہ ذات شریفہ ہے جس کے تذکرے صحیفوں میں موجود تھے۔ انبیاء کی مقدس زبانوں پر آپ کے ظہور کے ترانے تھے۔ اور آپ کی بعثت کی دعائیں اُن کی اہم ترین دُعائیں تھیں۔ یہی وہ شخصیت تھی جس کیلئے رب العزت نے انبیاء و مرسلین سے عہد و میثاق لیا اور جس کی رسالت کی ذات احدیت نے خود شہادت دی بلاشبہ تمام اذکار میں حضور کی ولادتِ شریفہ کا ذکر کرنا افضل ترین ذکر ہے۔ جشنِ ولادت نبویہ ہی وہ جشن ہے جس پر ہزاروں عیدیں قربان خدا کے نزدیک بھی آپ کی بعثت پاک اہمیت رکھتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ قرآن حکیم میں جگہ جگہ آپ کی آمد کے تذکرے پائے جاتے ہیں۔ پس جمہور علماء کرام کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کی تاریخ پر جشن ولادت مقرر کرنا، اس کیلئے اہتمام کرنا ہر طرح صحیح ہے۔ بارہویں شریف کے علاوہ سال بھر میں جو مجالس ذکر ولادت منعقد ہوتی ہیں، وہ باعث اجر اور علامت ایمان ومحبت ہیں۔ حضور کے ذکر ولادت کو جشن عید میلاد کے نام سے کرنے کی جو مخالفت کرتے ہیں وہ بلاشبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت و وقار اور شان کمال رسالت نبویہ کے منکر ہیں۔ افسوس ہے کہ جشن میلاد نبویہ کے مدِ مقابل سیرت کے نام سے اجتماع کیے جائیں۔ لیکن جب ذکر ولادت نبویہ کیا جائے تو اس سے دُور بھاگا جائے ہزاروں مسلمان شریک ہو کر ادب واحترام کریں اور یہ متبعین حدیث وتقلید بیٹھے رہیں۔

حضور کی تشریف آوری اور قرآن پاک:

(۱) لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا (آل عمران لن تنالوا)

تحقیق احسان کیا خدا نے مسلمانوں پر کہ اُن میں اپنا رسول بھیج دیا۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ وعلیٰ الک واصحابک یاسیدی یا حبیب اللہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ

(۲) قَدْ جَآءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ (سورہ مائدہ)

بیشک آ گیا تمہارے پاس خدا کا نور۔

(۳) یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ (سورہ احزاب)

اے نبی ہم نے تم کو بھیج دیا۔

حضور کے ذکر کی رفعت وبلندی اور اظہار شکر ومسرت:

(۴) وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (تیسواں پارہ)

ہم نے تمہارا ذکر بلند کیا

(۵) قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْیَفْرَحُوْا۔ (سورہ یونس)

کہہ دو اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوشی کریں۔

(۶) وَاشْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۔ (سورہ نحل)

خدا کی نعمت پر شکر کرو اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔

(۷) وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۔ (تیسواں پارہ)

اپنے خدا کی نعمت کا چرچا کیا کرو۔

(۸) وَذَكِّرْهُمْ بِاَیّٰامِ اللّٰهِ ۔ (سورۃ ابراہیم)

ان کو ہمارے دن یاد دلاؤ۔

اس آیت کی تفسیر میں صاحب روح البیان فرماتے ہیں۔

اَیْ ذَكِّرْهُمْ بِنَعْمَاتِیْ لِیُؤْمِنُوْا ۔

یعنی میری نعمت یاد دلاؤ تاکہ ایمان لائیں۔

حضور پاک کیلئے انبیاء کی دعائیں:

(۹) رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا۔

اے ہمارے رب ان میں رسول مبعوث فرما۔

(۱۰) وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یَا بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ ۔ (اٹھائیسواں پارہ)

اور یاد کرو جب عیسیٰ بن مریم نے کہا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ تصدیق کرنیوالا ہوں اس کی کہ میرے بعد ایک رسول آئے گا جس کا نام احمد ہوگا۔

آیات مذکورہ بالا میں حضرت ختم مرتبت روحی لہ الفدا کی آمد اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر کی بلندیوں اور زینت الٰہی کے باقی رکھنے اور خدا کی نعمت وفضل پر اظہار شکر کی تلقین کے عنوانات پر خدا کے فرامین صاف وصریح الفاظ میں آ گئے جن پر غور وفکر کرنے والا اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ حضور کا ذکر ولادت شریفہ احکام خداوندی کے کس حد تک موافق ہے ذکر ولادت شریفہ کا مقصد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توقیر وعظمت کو مسلمانوں کے دل ودماغ میں بٹھانا اور اس عظیم الشان وجود باجود کی حیات شریفہ کو ادب واحترام کے ساتھ پیش کرنا ہے۔ کثرت درود وصلوٰۃ وسلام کا اس لئے حکم دیا گیا کہ زیادہ سے زیادہ خیر وبرکت نصیب ہو۔ پس ایسی مجالس خیر کو بدعت سیئہ وغیرہ ٹھہرانا عداوت اور عدم محبت رسول کی کھلی دلیل ہے اب ہم ذیل میں احادیث شریفہ اور اکابر متقدمین کے اقوال درج کرتے ہیں تاکہ مسئلے کا ہر پہلو واضح ہوجائے۔

قَالَ فِی التَّنْوِیْرِ (حافظ جلال الدین سیوطی)

(۱) عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان یحدث ذات یوم فی بیتہ وقائع ولادتہ بقوم فیستبشرون ویحمدون اذجاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال حلت لکم شفاعتی ۔ کہا تنویر میں حافظ جلال الدین سیوطی نے ۔

(حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ وہ اپنے مکان میں قوم کے سامنے حالات ولادت باسعادت بیان فرما رہے تھے اور قوم حضور کی ولادت پر مسرت کر رہی تھی اور حمد کرتی تھی کہ یکا یک حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گذر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ تمہاری شفاعت مجھ پر واجب ہوئی۔)

(۲) فی التنویر عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ مرمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی بیت عامر الانصاری یعلم وقائع ولادتہ لابنائہ وعشیرتہ ویقول ھذا الیوم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اِنّ اللہ فَتَحَ عَلیکَ ابواب الرحمۃ وللملئکۃُ یستغفرون۔

(تنویر میں ہے حضرت ابی درداء رضی اللہ عنہ سے کہ میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ عامر انصاری کے یہاں گیا وہ اپنے بیٹوں کو وقائع ولادت نبویہ سکھا رہے تھے اور کہہ رہے تھے۔ یہ دن ہے ولادت خیر البشر کا۔ حضور نے فرمایا خدا نے تیرے اُوپر رحمت کے دروازے کھول دیئے اور ملائکہ تیرے لئے استغفار کرتے ہیں۔

حضور کی زبان مقدس سے ذکر ولادت

مشکوٰۃ شریف میں بروایت احمد وبغوی ہے۔

(۳) فَاخبرُکم باوّل امری دعوۃُ ابراھیم وبشارۃُ عیسیٰ ورؤیا اُمی التی رأت حین وضعتنی وقد خرج لھا نورٌ اضاء لھا منہ قصور الشّام ۔

(میں اب تمہیں بتاؤں گا کہ میری ابتدا کیا ہے ابراہیم کی دعا۔ عیسیٰ کی بشارت اور میری ماں کا خواب جو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا میری پیدائش کے وقت ایک نور میری والدہ کیلئے ظاہر ہوا۔ جس سے شام کے محل ان کے سامنے روشن ہوگئے۔

اس حدیث پاک سے ظاہر ہوگیا کہ خود حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شب ولادت کے واقعات بیان فرمائے۔ جن کو حضرات اہل سنت مجالس میلاد کے وقت پڑھتے ہیں۔

حاکم وطبرانی نے روایت کیا ہے کہ جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تو سب سے پہلے مسجد میں داخل ہوئے اور مجلس عام میں تشریف فرما ہوئے۔ جیسا کہ کعب بن مالک نے صحیح میں روایت کیا ہے پھر حضرت عباس بن عبد المطلب نے اجازت چاہی آپ نے دعائے خیر دیتے ہوئے انہیں اجازت مرحمت فرمائی۔ انہوں نے حسب ذیل اشعار پڑھے

من قبلھا طبتَ فی الظلال وفی
مستودعٍ حیث یخصفُ الورق

آپ قبل ولادت شریفہ ایک عمدہ حالت سے صلب آدم میں

تھے۔ جہاں پیوند لگائے جاتے تھے پتے جنت میں۔

ثُم حبطت البلاد لا لبشرٌ

اَنت ولا مضغةٌ ولا علق

پھر اُترے آپ زمین پر یعنی صلب آدم میں آدم کے ساتھ

نہ اس وقت آپ بشر تھے نہ ٹکڑا خون کا نہ جما ہوا خون۔

بل نطفة تركب السفين وقد

اُلجِمَ نسرا واَهلهٔ الغرق

بلکہ صلب سام بن نوح میں آپ ایک نطفہ تھے سوار کشتی میں

اس حال میں کہ ڈبو دیا بت نسر اور اس کے پوجنے والوں کو غرق طوفان

نے۔

تُنقل من صلب الی رحم

اذا مضٰی عالم بداء طبق

آپ منتقل ہوتے رہے ایک پشت سے ایک رحم میں جب

گزر چکا ایک عام ظاہر ہوا دوسرا طبقہ۔

وَرَدَتْ نار الحليل مكتتما

فی صُلبِه انت كيف يحترق

آپ نازل ہوئے آتش خلیل میں صلب خلیل میں چھپے

ہوئے پھر وہ کس طرح جلتے۔

حتی اَحتوی بيتك المهيمن

من خذف علياء تحتها النطق

آپ منتقل ہوتے رہے اصلاب کریمہ میں یہاں تک کہ

شامل ہوا آپ کا شرف اولاد حذف میں جو بلند نسب ہے کہ جس میں

اور طبقات تھے۔

وانت لما وُلدت اشرقت الارض

وضاءت بنورك الافق

جب آپ پیدا ہوئے زمین چمک گئی اور اطراف روشن ہو

گئے۔

فنحن فی ذالك الضیاء وفی

النُور والسُبل الرشاد نخترق

اور اب ہم اسی روشنی و نور میں ہیں اور ہدایت کے رستوں پر

چل رہے ہیں۔

ان اشعار شریفہ کے ہر شعر میں جس نوعیت سے ذکر ولادت پڑھا گیا وہ بلا کسی تشریح کے ظاہر کر رہا ہے۔ کہ ولادت شریفہ کے حوادث وغرائب بیان کرنا حضور کے زمانہ حیات سے چلا آ رہا ہے۔ اور پھر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضور کی مجلس میں اشعار پڑھ کر واقعات کا سلسلہ بسلسلہ بیان کرنا ہمارے قدیم معمول کا بہترین ثبوت ہے۔

فردوس بڑی چیز ہے، یہ بجا ہے
دِل گنبدِ محبوب کے سبزے پہ فدا ہے

آپ کا نُور ہی ہے نور آقا
ہے ظہور آپ کا ظہور آقا

جناب صدر! مبارک ہو

ادارہ

''الحقیقہ'' پریس میں جانے والا ہے کہ ریفرنڈم کا فیصلہ بھی سامنے آ گیا ہے اور کثیر علماء، مشائخ اہل سنت کی دعا اور حمایت سے جناب مشرف اب باقاعدہ صدر بن گئے ہیں۔ ادارہ الحقیقہ اس سلسلے میں جناب صدر کو مبارکباد بھی پیش کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ پاکستان کے ساتھ ساتھ نظریہء پاکستان کا تحفظ کر کے تمام فرعونی و یزیدی قوتوں کی سرکوبی کر کے وہ شہید کربلا کے مشن کی علمبرداری بھی کریں۔ اس وقت پاکستان بلکہ اسلام آباد میں کیا ہو رہا ہے؟ درج ذیل گمنام خط سے اندازہ کریں۔

جناب صدر! اگر یہ سب کچھ آپ کے علم میں ہے تو بہت افسوس ہے (کہ علم کے باوجود ایسے فتنوں کو پروان چڑھنے کا موقعہ مل رہا ہے) اور اگر آپ کے علم میں نہیں تو اور بھی افسوس ہے۔ اُٹھئے اپنے عظیم آباؤ اجداد کی نسبت کی لاج رکھئے اور اسلام دشمنوں کے فتنوں سے قوم کو بچایئے۔

ایک گمنام خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قابل صد احترام پروفیسر محمد حسین آسی صاحب مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب لٹریچر حاضر خدمت ہے۔ آپ اس کے مطالعہ سے بہت بہتر طریقے سے تشخیص کر لیں گے، میرے مشاہدہ سے درج ذیل باتیں سامنے آئی ہیں۔

☆۔ اس این جی او کی سپانسر شپ رفیڈ بیک ناروے کر رہا ہے۔ پاکستانی خاتون اسکی ایگزیکٹو ڈائریکٹر ہے۔ ماریہ رشید اسکا نام ہے۔ اس پراجیکٹ میں مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے ماہرین، ماہر نفسیات، ڈاکٹرز، سماجی کارکن، محققین، ماہرین ذہنی امراض وغیرہ کام کر رہے ہیں۔

☆۔ بچوں پر جنسی تشدد کے حوالے سے اپنے سیمینارز میں جو رپورٹس پیش کرتے ہیں جن واقعات کی تصویر کشی کرتے ہیں انتہائی فحش انداز والفاظ پر مبنی ہیں۔ دو عورتیں باری باری سلائیڈز کے ذریعہ مرد وعورت دونوں سامعین کے سامنے ایک ہی وقت میں ایک ہی جگہ ہر چیز کھلم کھلا زیر بحث لاتی ہیں ان سیمینارز کے اشتہارات زیادہ تر صرف انگلش اخبارات میں دیتے ہیں۔ اور انکا کہنا ہے کہ اردو سوسائٹی اس چیز کو "برداشت نہیں کرتی۔ انکی تحقیق کے مطابق اور اعداد وشمار کے مطابق اس سال پاکستان میں ہر پانچویں عورت ریپ یا زنا کا رجنسی تشدد کا شکار ہوگی اور ہر دسواں بچہ جنسی تشدد ر بدفعلی کا شکار ہوگا۔ (اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے)

☆۔ انکے پانچ پروگرام ہیں۔ **۱۔ آنگن** بچوں کے حوالہ سے **۲۔ پہچان**، مردوں کے حوالہ سے جو بدکاری کا شکار ہوتے ہیں یا ارتکاب کرتے ہیں۔ **۳۔ زیست** عورتوں کے حوالہ سے۔ **۴۔ یوتھ ہیلپ لائن**، نوجوانوں کے جذباتی وجنسی مسائل کے حوالہ سے۔ **۵۔ پولیس ٹریننگ پراجیکٹ** جس میں ماہرین نفسیات پولیس کے رویوں میں تبدیلی اور جرائم کے پس پردہ وجوہات کا سراغ لگانے کی ٹریننگ دیتے ہیں۔ قصہ مختصر کہ معاشرہ کے ہر فرد کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے۔

☆ اس ملک میں بہت ساری این جی اوز مختلف شہروں، صوبائی دارالحکومتوں میں انہی موضوعات پر، انہی خطوط پر ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کام کر رہی ہیں جن میں سرفہرست یہ ہیں۔ ساحل، بہبود، بیداری، سویرا، روزن، ویمن کرائسز سنٹر، انکے علاوہ بہت سی۔ بہت سے ناموں سے کام کر رہی ہیں۔ سب میں غیر مسلم ممالک سے ایڈز آرہی ہیں، ایک اور تنظیم عورت فاؤنڈیشن بھی ہے۔ ہر ایک کا موضوع جنسی تشدد (Sexual Voilance) ہے۔ اسکا بہت چرچا کیا جا رہا ہے۔

☆ یہ لوگ اپنے اپنے سنٹرز پر سیمینارز، ورکشاپس کے علاوہ بہت سے سکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں میں یہ پروگرامز کرا رہے ہیں۔ گورنمنٹ کی اجازت سے اساتذہ کو ٹریننگ دے رہے ہیں۔ بلکہ انکا کہنا ہے کہ پارلیمنٹ کے ذریعہ جلد ہی اس تعلیم کو محکمہ تعلیم کے ہر سلیبس میں لازمی قرار دیا جا رہا ہے۔ اور ہر کلاس کے نصاب کا حصہ ہوگا۔

☆۔ گورنمنٹ کی اجازت سے ریڈیو پاکستان کے چینل FM-100 پر ہر جمعرات کو شام 16:30hrs سے لیکر 17:00hrs تک اوزن یوتھ ہیلتھ لائن کے نام سے جنوری 2002ء کی پہلی جمعرات سے لیکر آئندہ 14 پروگرامز چلا رہے ہیں جن میں نوجوان ٹیلیفون کال کر کے اپنے نفسیاتی، جذباتی اور جنسی مسائل پر مشاورت کر سکتے ہیں۔ اور باقی لوگ ریڈیو پر سن سکتے ہیں۔

☆۔ انہوں نے ادارے کے اندر آڈیو، ویڈیو کیسٹیں، اور

کتابوں کی ایک پوری لائبریری قائم کی ہوئی ہے جن میں غیر مسلموں کی تصنیف شدہ کتابیں جو خالصتاً دینی تعلیم اور مسائل کے موضوعات پر لکھی گئی ہیں اور Incent یعنی محرم رشتوں کا آپس میں بدکاری کا ارتکاب کرنا اس موضوع کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔

☆۔ ایسی این جی اوز اپنے بہروپ میں بھی دین وملت کو تباہ کر رہی ہیں اور اصل روپ (Actual mission) جو پس پردہ چل رہا ہوتا ہے اس سے تو انتہاء درجہ کا نقصان پہنچا رہی ہیں۔

☆۔ ان کے کسی سیمینار میں کسی ورکشاپ میں کسی بھی تحریری مواد میں نہ تو یہ بسم اللہ پڑھتے ہیں نہ لکھتے ہیں کہ کسی بھی طرح خدا اور رسول ﷺ نہ انکی سوچ میں ہیں نہ زبان پر ہیں۔ سٹاف دیکھنے میں پاکستانی ہے مگر کام صرف یورپ والے کرتے ہیں۔

☆۔ انکی لائبریری کی اردو کتب میں کچھ ڈاکٹرز نے قرآن وحدیث سے اس تعلیم اور شعور کو اُجاگر کرنے کا مؤقف قائم کیا ہے۔ بہت سارے نیک منش لوگ، سادہ لوگ اس طرح کی این جی اوز کو عطیات بھی دیتے ہیں۔

☆۔ یہی ادارہ اپنے آفس میں مہینہ میں دوبار ایک ریکی سیشن (Reiki session) کرواتا ہے۔ یہ ریکی لفظ جاپانی اور چائنی دو الفاظ سے ملکر بنتا ہے۔ یہ ایک غیر اسلامی روحانی، جسمانی شفاء کا طریقہ ہے جو جاپان اور چائنا میں مقبول ہے۔ ایک عورت جس نے اس علم میں ماسٹر کیا ہوا ہے جاپان سے، وہ بڑے عرصہ سے اسلام آباد میں بہت سے ڈاکٹرز، تعلیم یافتہ لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا چکی ہے۔

3 مرحلوں میں لوگوں کو سکھاتی بھی ہے اور علاج بھی کرتی ہے ستم والی بات تو یہ ہے کہ آخری یعنی تیسرے مرحلہ میں سٹوڈنٹ سے ایک لاکھ روپے فیس لی جاتی ہے۔ دوسرے پر 5000 اور پہلے پر 3500 روپے۔ اس عورت کے مطابق وہ یونیورسل مقناطیسی قوتوں کو یکجا کر کے بیمار انسان کے جسم میں داخل کرتی ہے جس سے مریض کی Hailing Power بڑھ جاتی ہے وہ دوسری میڈیسن بھی ساتھ استعمال کرتی ہے۔

اس طریقہ کار میں مرد اور عورتیں ایک ہی جگہ پر اکٹھے بیٹھ جاتے ہیں۔ اجنبی عورتیں بھی جو سیکھ رہی ہیں یا سیکھ چکی ہیں اجنبی مردوں کے پیچھے بیٹھ کر اپنے ہاتھ مردوں کے سروں پر رکھ کر پھر کندوں پر رکھ کر پھر کمر تک 10 سے 15 منٹ تک ہاتھ پھیرتی ہیں اور عمل کرتی ہیں اور ایک طاقت دیتی ہیں۔ (نہ تو کوئی بسم اللہ پڑھتا ہے نہ کوئی درود شریف پڑھ کر عمل کرنے کا قائل ہے اور نہ ہی کوئی شرعی عمل دیکھنے میں نظر آتا ہے بلکہ ہر طریقہ پر کوشش لادینی ہے اور اس کو ماڈرن پیپر کہتے ہیں۔ مرد بھی دوسرے مردوں کو ایسی دیتے ہیں)

جناب صدر پاکستان! یہ تھا ایک گمنام خط جس میں ایسی این جی اوز سے پردہ اٹھایا گیا ہے جو ملک وملت کیلئے انتہائی نقصان دہ اور بدنامی کا باعث ہیں۔

(شکریہ)

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ وعلیٰ الک واصحابک یاسیدی یا حبیب اللہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ

اعجاز اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم

پروفیسر محمد یونس حسرتؔ

یہ امر تو کسی وضاحت اور تشریح کا محتاج نہیں کہ اللہ جل شانہٗ نے اس کائنات اور کائنات کی تمام اشیاء کی تخلیق نُورِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمائی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب تکوین کائنات کا ارادہ کیا تو پہلے اپنے پیارے حبیب محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کو پیدا فرمایا اور پھر اس نُور سے اور اس نور کے صدقے میں کائنات اور کائنات کی ایک ایک شئے وجود میں آئی۔

جو کچھ ہے کائنات میں، تیرے طفیل ہے
ہوتا نہ کچھ، ہوا ہے، نہ ہو گا تیرے بغیر

گویا جو کچھ وجود میں آچکا ہے وہ بھی اور جو کچھ وجود میں آئے گا۔ وہ بھی اسی نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بدولت اور اسی نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میں ہے اور ہو گا۔ قیامت تک جسے بھی اور جو کچھ بھی ملے گا، اسی نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے ملے گا۔

کائنات اور عالم موجودات کی ایک ایک شئے اور ایک ایک وجود تو نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صدقہ ہے ہی لطف کی بات یہ ہے کہ کائنات اور عالم موجودات کی ایک ایک شئے اور ایک ایک وجود کا نام بھی نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا صدقہ ہے۔ یعنی کائنات میں ہر شئے اور ہر وجود کا نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام نامی اور اسم گرامی سے مشتق ہے۔

علم الاعداد کا ایک دلچسپ اور حیرت انگیز کلیہ اس حقیقت کا بصیرت افروز ثبوت بہم پہنچاتا ہے۔ مگر اس حیرت انگیز کلیے کے بیان سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ خود علم الاعداد کے بارے میں چند ابتدائی باتیں بیان کر دی جائیں تا کہ اس کلیے کو سمجھنے میں دشواری محسوس نہ ہو۔

علم الاعداد دنیا کے قدیم ترین علوم میں سے ہے۔ آج بھی اگرچہ اس کا شمار علوم مخفیہ میں ہوتا ہے مگر اس حقیقت کو فراموش نہیں کیا جاسکتا کہ اس کائنات میں اربوں اور کھربوں بلکہ اس سے کہیں آگے تک کا حساب صرف نو اعداد پر مشتمل ہے۔ قدیم مصریوں اور کلدانیوں کو علم الاعداد پر کامل دسترس حاصل تھی۔ وہ انسانی زندگی پر اعداد کے اثرات کی بدولت پیدا ہونے والے نتائج سے پوری طرح آگاہ تھے۔ ان اثرات اور نتائج پر بحث کرنا تو زیر نظر مضمون کے دائرے سے خارج ہے مگر ان قدیم لوگوں کے صدیوں پر محیط تحقیقی کام اور تجربات

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا سیّدی یا رسول اللہ وعلیٰ الک واصحابک یاسیّدی یا حبیب اللہ الصلوٰۃ والسّلام علیک یا سیّدی یا رسول اللہ

ومشاہدات کے بدولت ہی یہ حیرت انگیز امر سامنے آیا ہے کہ کائنات کے تمام پیچ در پیچ حساب کتاب کی بنیاد صرف ایک سے لے کر نو تک کے اعداد پر ہے۔

علم الاعداد کے ماہرین کسی چیز، جگہ، شئے یا وجود کے نام کے اعداد نکالنے کیلئے حروف ابجد کی جدول سے استفادہ کرتے ہیں۔ یہ جدول درج ذیل ہے

جدول حرفِ ابجد معہ اعداد

ابجد	ہوز	حطی	کلمن
ا ب ج د	ہ و ز	ح ط ی	ک ل م ن
۱،۲،۳،۴	۵،۶،۷	۸،۹،۱۰	۲۰،۳۰،۴۰،۵۰
سعفص	قرشت	ثخذ	ضظغ
س ع ف ص	ق ر ش ت	ث خ ذ	ض ظ غ
۶۰،۷۰،۸۰،۹۰	۱۰۰،۲۰۰،۳۰۰،۴۰۰	۵۰۰،۶۰۰،۷۰۰	۸۰۰،۹۰۰،۱۰۰۰

علم الاعداد میں تمام حروف کی مندرجہ بالا قیمتیں شمار کی جاتی ہیں۔اس سلسلے میں مندرجہ ذیل مزید امور کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔

۱۔مد (~) اور ہمزہ (ء) کا کوئی عدد شمار نہیں کیا جاتا۔

۲۔اللہ، الٰہی، رحمٰن اور اسی طرح کے دوسرے الفاظ میں بعض حروف جو چھوٹا الف ہوتا ہے اُس کا کوئی عدد شمار نہیں کیا جاتا۔

۳۔پ کے عدد ب کے مساوی شمار کیے جاتے ہیں۔

۴۔ٹ کے عدد ت کے مساوی لئے جاتے ہیں۔

۵۔ڈ کے عدد د کے مساوی شمار ہوتے ہیں۔

۶۔چ کے عدد ج کے مساوی لیے جاتے ہیں۔

۷۔ژ کے عدد ز کے مساوی شمار ہوتے ہیں۔

۸۔ڑ کے عدد ر کے مساوی شمار ہوتے ہیں۔

۹۔گ کے عدد ک کے مساوی شمار ہوتے ہیں۔

ان اشارات کے مطابق ہم کسی بھی چیز، شئے یا وجود کے نام کے اعداد معلوم کر سکتے ہیں۔ مثلاً چاند، قمر، مہتاب، ماہتاب کے اعداد ملاحظہ فرمایئے۔

چاند:- چ+ا+ن+د

59 =4+50+1+4

قمر:- ق+م+ر

340 =200+40+100

مہتاب:- م+ہ+ت+ا+ب

448 =2+1+400+5+40

ماہتاب:- م+ا+ہ+ت+ا+ب

449 =2+1+400+5+1+40

اسی طرح فرض کیجئے کہ ایک شخص کا نام امجد علی ہے۔اس کے اعداد ملاحظہ ہوں۔

ا+م+ج+د+ع+ل+ی

۱۵۸=۱۰+۷۰+۴+۳+۴۰+۱

اس طرح ہم علم الاعداد کے اس قاعدے کے مطابق کسی بھی چیز، جگہ، شئے یا وجود کے نام کے اعداد معلوم کر سکتے ہیں۔

علم الاعداد کی ان چند ابتدائی باتوں کے بعد ہم اس کلیئے کی

طرف آتے ہیں جس کا ذکر اوپر ہوا ہے۔ یہاں یہ ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ علم الاعداد کا یہ کلیہ شروع ہی سے بزرگوں اور علماء کی دلچسپی کا مرکز بنا رہا ہے۔ جس طرح بعض بزرگوں نے قرآن مجید کی قراءت کے قواعد کو منظوم کیا ہے۔ یا جس طرح بعض شاعروں نے تقویم کے قاعدوں کو شعروں کی صورت دی ہے اسی طرح اس کلیئے کو بھی ابیات کی صورت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ اس سلسلے میں بھگت کبیر اور بابا نانک کے دوہے خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ بھگت کبیر کہتے ہیں۔

عدد نکالو چیز سے ، چوگن کر لو وائے
دو ملا کے پچ گن کرلو، بیس کا بھاگ لگائے
باقی بچے کے نوگن کرلو، اس میں دو اور ملائے
کہت کبیر سنو بھئی سادھو، نام محمد آئے

ترجمہ۔ ہر چیز سے عدد نکالو۔ اس کو چار گنا کرلو پھر دو ملا کر پانچ گنا کرلو اور بیس پر تقسیم کردو جو باقی بچے اسے نو گنا کر کے اس میں دو اور ملالو۔ بھگت کبیر کہتا ہے کہ سنو بھئی سادھو! اس طرح محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام آئے گا۔

بھگت کبیر کے اس دوہے کے بعد اب ذرا بابا نانک کا دوہا بھی ملاحظہ ہو۔ وہ کہتے ہیں۔

نام لو جس اچھر کا ، کر لو چوگن سار
دو ملا کر پنچ گنا ، بیسوں دو اڑا
جو بچے سو نوگن کر ، دو اور لو ملا
نانک تن بدن سے محمد ﷺ لو بنا

ترجمہ۔ کسی بھی چیز کا نام لو۔ اس کے عدد نکال کر چار گنا کرلو۔ اس میں دو ملا کر پانچ گنا کرلو، اور پھر بیس پر تقسیم کردو۔ جو باقی بچے اسے نو گنا کرلو اور پھر اس میں دو اور ملالو۔ اے نانک! اس طرح تم تن بدن سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنا سکتے ہو۔

ان دوہوں میں علم الاعداد کے جس حیرت انگیز کلیئے کو نظم کیا گیا ہے۔ ذیل میں ہم اسے سادہ الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ جس سے اس کلیئے کی پوری ترکیب بھی معلوم ہوجائے گی۔

۱۔ کوئی نام یا لفظ لیں اور ابجد کے حساب سے اس کے عدد نکالیں۔

۲۔ حاصل شدہ عدد کو چار سے ضرب دیں۔

۳۔ حاصل ضرب میں دو جمع کریں۔

۴۔ حاصل جمع کو پانچ سے ضرب دیں۔

۵۔ حاصل ضرب کو بیس پر تقسیم کریں۔

۶۔ تقسیم کے بعد جو عدد باقی بچے اسے نو سے ضرب دیں۔

۷۔ حاصل ضرب میں دو جمع کریں۔

اس عمل سے ۹۲ کا عدد حاصل ہوگا جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عدد ہے۔ یعنی

م+ح+م+د

۴۰+۸+۴۰+۴ = ۹۲

اس حیرت انگیز کلیے اور اس کے عمل کی وضاحت ذیل میں چند مثالوں سے کی جاتی ہے۔

مثال نمبر ۱:- اوپر چاند کے اعداد ۵۹ بنائے گئے ہیں۔ اب ذرا عمل ملاحظہ ہو۔

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا سیّدی یا رسول اللہ وعلیٰ الک واصحابک یاسیّدی یا حبیب اللہ الصلوٰۃ والسّلام علیک یا سیّدی یا رسول اللہ

۱۔ چاند کے اعداد بحساب ابجد=۵۹

۲۔ ۵۹ کو چار سے ضرب دیا تو حاصل ضرب=۲۳۶

۳۔ حاصل ضرب میں ۲ جمع کیا تو جواب=۲۳۸

۴۔ حاصل جمع ۲۳۸ کو پانچ سے ضرب دیا تو=۱۱۹۰

۵۔ حاصل ضرب کو بیس سے تقسیم کیا تو ۱۱۹۰ تقسیم ۲۰ باقی ۱۰ بچے

۶۔ دس کو نو سے ضرب دیا تو=۹۰ ہوا

۷۔ حاصل ضرب میں دو جمع کئے تو=۹۲ ہوا

اور ۹۲ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عدد ہے۔

مثال نمبر۲:- اوپر ''قمر'' کے عدد ۳۴۰ بتائے گئے ہیں اب ذرا عمل ملاحظہ ہو۔

۱۔ قمر کے اعداد بحساب ابجد=۳۴۰

۲۔ ۳۴۰ کو چار سے ضرب دیا تو جواب=۱۳۶۰ آیا

۳۔ حاصل ضرب میں ۲ جمع کیا تو=۱۳۶۲ ہوا

۴۔ حاصل جمع کو پانچ سے ضرب دیا تو=۶۸۱۰ ہوا

۵۔ حاصل ضرب کو ۲۰ سے تقسیم کیا تو باقی ۱۰ بچے

۶۔ ۱۰ کو ۹ سے ضرب دیا=۹۰

۷۔ حاصل ضرب میں دو جمع کئے تو=۹۲

اور ۹۲ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ہے۔

مثال نمبر۳:- اوپر ''مہتاب'' کے عدد ۴۴۸ بتائے گئے ہیں۔ اب ذرا عمل ملاحظہ ہو۔

۱۔ مہتاب کے عدد بحساب ابجد=۴۴۸

۲۔ ۴۴۸ کو ۴ سے ضرب دیا تو=۱۷۹۲

۳۔ حاصل ضرب میں ۲ جمع کیا تو=۱۷۹۴

۴۔ حاصل جمع کو پانچ سے ضرب دیا تو=۸۹۷۰

۵۔ حاصل ضرب کو ۲۰ سے تقسیم کیا تو=باقی ۱۰ بچے

۶۔ ۱۰ کو ۹ سے ضرب دیا تو=۹۰ ہوا

۷۔ حاصل جمع میں ۲ جمع کیجئے تو=۹۲ ہوا

اور ۹۲ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عدد ہے۔

مثال نمبر۴:- اوپر ''ماہتاب'' کے عدد ۴۴۹ بتائے گئے ہیں۔ اب ذرا عمل ملاحظہ ہو۔

۱۔ مہتاب کے عدد بحساب ابجد=۴۴۹

۲۔ ۴۴۹ کو ۴ سے ضرب دیا تو=۱۷۹۶ ہوا

۳۔ حاصل ضرب میں ۲ جمع کیا تو=۱۷۹۸

۴۔ حاصل جمع کو پانچ سے ضرب دیا تو=۸۹۹۰

۵۔ حاصل ضرب کو ۲۰ سے تقسیم کیا تو=باقی ۱۰ بچے

۶۔ ۱۰ کو ۹ سے ضرب دیا تو=۹۰ ہوا

۷۔ حاصل جمع میں ۲ جمع کیجئے تو=۹۲ ہوا

اور ۹۲ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عدد ہے۔

یہ صرف اس چاند کے چند ناموں کی مثالیں ہیں جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگلی کے اشارے سے دو ٹکڑے ہو گیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اشارہ پا کر اُلٹے پھرنے والے سورج، شمس یا آفتاب پر بھی اس کلیے کا عمل کیا جائے تو ۹۲ ہی کا عدد حاصل ہوگا۔

ایک چاند یا سورج ہی پر موقوف نہیں، اس کائنات کی کسی بھی شے اور کسی بھی وجود کے نام پر اس کلیے کا عمل کیا جائے تو ۹۲ ہی کا عدد حاصل

ہوگا جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عدد ہے اس طرح یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ اس کائنات اور عالم موجودات کی ایک ایک شئے اور ایک ایک وجود کا نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام نامی اور اسم گرامی سے مشتق ہے۔

اوپر امجد علی کے نام کے عدد ۱۵۸ بتائے گئے ہیں لگے ہاتھوں ہم اس نام پر بھی علم الاعداد کے اس کلیے کا عمل آزماتے ہیں۔ ملاحظہ ہو اس کی مثال۔

مثال نمبر ۵:-

۱۔امجد علی کے عدد بحساب ابجد = ۱۵۸

۲۔۱۵۸ کو ۴ سے ضرب دیا تو = ۶۳۲ ہوا

۳۔حاصل ضرب میں ۲ جمع کیا تو = ۶۳۴

۴۔حاصل جمع کو پانچ سے ضرب دیا تو = ۳۱۷۰

۵۔حاصل ضرب کو ۲۰ سے تقسیم کیا تو = باقی ۱۰ بچے

۶۔۱۰ کو ۹ سے ضرب دیا تو = ۹۰ ہوا

۷۔حاصل جمع میں ۲ جمع کیے تو = ۹۲ ہوا

اور ۹۲ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عدد ہے۔

گویا کسی بھی نام پر اس کلیے کا عمل کیا جائے تو ۹۲ کا عدد حاصل ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ کائنات کی ایک ایک چیز ہی نور محمدی سے مشتق نہیں بلکہ کائنات کی ایک ایک چیز کا نام بھی محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام نامی اسم گرامی سے مشتق ہے۔ اس طرح دیکھنے والی آنکھیں کائنات کی ایک ایک چیز میں نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جلوہ دیکھ سکتی ہیں۔ اور اس فرمودۂ نبوی کی صداقت کا زندہ جاوید ثبوت ملاحظہ کر سکتی ہیں کہ:-

والخلق کُلُّھُم من نوری (الحدیث)

ترجمہ۔ اور اللہ نے تمام کائنات کو میرے نور سے پیدا کیا ہے۔

اور اب آخر میں علم الاعداد کے اس حیرت انگیز کلیے کی ایک اور منظوم اور آسان صورت ملاحظہ کیجیے جو محترمہ بلقیس رضویہ (لکھنؤ) کے زور قلم کا نتیجہ ہے۔

ہر شے میں محمد ہیں، یہ بڑھ بڑھ کے صدا دو
منکر کو حساب ابجد وہوز کا سکھا دو
ہر شے پہ لکھا اسم مبارک ہے خدا نے
یہ صفت خالق ہے، اسے سب کو بتادو
ترکیب ہے یہ لفظ کے اعداد کی تجمیع
مضروب کرو چار سے، پھر دو کو ملا دو
پھر ضرب کرو پانچ سے اور بیس سے تقسیم
باقی جو بچیں ضرب انہیں نو سے ذرا دو!
پھر حاصل مضروب میں دو اور ملا دو!
زاں بعد محمد کے عدد سب کو دکھا دو
بے شبہ ہوئے مالک کونین محمد
یہ پیکر عاجز کا سخن سب کو سنا دو

☆☆☆

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیّدی یا رسول اللہ وعلی الک واصحابک یاسیّدی یا حبیب اللہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیّدی یا رسول اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیّدی یا رسول اللہ وعلی الک واصحابک یاسیّدی یا حبیب اللہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیّدی یا رسول اللہ

تذکار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

جناب جسٹس میاں محبوب احمد
سابق چیف جسٹس ہائیکورٹ لاہور

آقائے دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تذکار گرامی کی سعادت حاصل ہو تو قابل فخر اور لائق مبارک باد ہی نہیں باعث برکت اور ذریعہ نجات بھی ہے۔ آپ اپنی زبان سے اس شاہ خوباں کے حضور لفظوں کے گلاب محبت کی سوغات نچھاور کیجئے اس پیکر جمال کی عقیدت میں معطر اور عشق میں ڈوبے پھولوں کو دامن سماعت میں لیجئے۔ اس کائنات کے حسن کے جلوؤں کو دل میں بسائیے۔ آپ اس محسن کائنات کی یاد میں آنکھ سے وارفتگی اور شیفتگی کے موتی لٹائیے۔ یہ سارے رنگ وروپ یہ سارے ڈھنگ سارے اسلوب اس محبوب ازلی کی محبت کا صدقہ ہیں اور ظاہر ہے یہ محبت بھی اس مجسم رعنائی اور قاسم حسن وخوبی کی اپنی عطا ہے۔

مری طلب بھی انہی کے کرم کا صدقہ ہے
قدم یہ اٹھتے نہیں ہیں اٹھائے جاتے ہیں

اہل علم حضرات صدیوں سے اپنے اپنے رنگ اور اپنے اپنے انداز میں حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثنا کی بارگاہ جمال میں عقیدت کے نذرانے پیش کرتے آئے ہیں۔ میں سوچ رہا تھا کہ اس محبوب خالق مرجع خلائق، عظیم پیمبر، انسان کامل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کاملہ کے بیان میں کیسے زبان کھولوں۔ اس داستان محبت اور حکایت جذب وشوق کو کہاں سے شروع کروں دفعتاً مجھے عالم اسلام کے سکالر محمد حسین ہیکل مصری کی معرکۃ الآرا کتاب "حیات محمد صلی اللہ علیہ وسلم" کے الفاظ یاد آئے۔

محمد حسین ہیکل لکھتا ہے۔

یہ ہے وہ مبارک نام جو ہر روز کروڑوں لبوں پر آتا اور کروڑوں دلوں کو تازگی سے مالا مال کرتا ہے۔ ہمارے یہ لب اور ہمارے یہ دل اسی نام سے چودہ سو برس سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ یہی نہیں لبوں اور دلوں کی یہ بہرہ مندی قیامت تک جاری رہے گی۔

آپ جانتے ہیں یہ کروڑوں دل صدیوں سے کیوں ایک ہی نام سے دھڑک رہے ہیں؟ یہ کروڑوں زبانیں سینکڑوں سالوں سے کیوں ایک ہی نغمہ محبت الاپ رہی ہیں؟ وجہیں بے شمار ان گنت لاتعداد ہو سکتی ہیں لیکن میرے خیال میں ایک وجہ یہ بھی ہے کہ انسانوں میں سے ایک ایک انسان کیلئے اور ایک ایک انسان کی زندگی کے ایک ایک گوشہ کیلئے اسوہ کاملہ نمونہ کامل اسی انسان کامل کی سیرت مطہرہ میں مل سکتا ہے۔

شاہ سے لے کر گدا تک، حاکم سے لے کر محکوم تک، منصف سے لے کر مظلوم تک، تاجر سے لے کر مزدور تک، سپہ سالار سے لے کر سپاہی تک، امیر سے لے کر غریب تک، بادشاہ وفقیر، وزیر وامیر، دولت

مند، غنی وگدا، شہر یار و شہسوار، تاجدار و چوبدار فرمانروا و بے نوا، نیاز مند ودردمند زاہد و رند، عالم و عامی، لاہوری و شامی کون سا انسان ہے جس کی زندگی کیلئے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشن حیات سے رہنمائی کا نور نہ ملتا ہو۔

جب ہم اس کی کشور کشائی کو دیکھ کر اسے شاہ عرب کہنا چاہتے ہیں تو وہ کھجور کی چھال کا تکیہ لگائے کھردری چٹائی پر بیٹھا دکھائی دیتا ہے۔

جب کروڑوں انسانوں میں ہر کسی کو ہر جگہ، ہر پل، ہر گھڑی اسی محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دست کرم سنبھالتا ہے تو پھر اس کی محبت میں مست و بے خود اور دیوانہ ہو جانا یقینی بات ہے۔ شاید اس عطائے محبت کا اظہار کسی نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

اس قدر کون محبت کا صلہ دیتا ہے
اس کا بندہ ہوں جو بندے کو خدا دیتا ہے

جس انسان کامل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تذکار کمال کیلئے نوک قلم رطب اللسان ہے۔ تاریخ انسانی کی کامل چودہ صدیاں اس پر گزر چکی ہیں۔ اور یقیناً کوئی انسانی ہستی اس ذات گرامی کے سوا ایسی نہیں گزری جس کے تمام گوشہ ہائے زندگی کا عقل انسانی نے اس قدر سراغ لگایا ہو جس قدر اس مقدس اور عظیم الشان ہستی کے بارے میں لگایا جارہا ہے۔ مگر اس کے باوجود اب تک کسی مفکر، کسی محقق کو یہ دعویٰ نہیں کہ اس نے اس ذات قدسی صفات کی داستان حیات کو مکمل طور پر بیان کر لیا ہے۔ جس طرح سمندر کی موجوں کو کوزے میں دریا کی لہروں کو قطرے میں اور کہکشاں کی کرنوں کو ایک ستارے میں جمع نہیں کیا جاسکتا اسی طرح سیرت کامل کو ایک نشست میں بتمام وکمال بیان کرنا قطعی ناممکن ہے۔ بلکہ اس کے دربار میں تو زبان وقلم حرف عجز کا اظہار یوں کر سکتے ہیں۔ کہ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ہم تو اس نبی خاتم کے امتی ہیں۔ ہم تو اس رسول مکرم کے غلام ہیں۔ ہم تو اس پیغمبر محبت کے دیوانے ہیں۔ اس لئے ہم قلب وجاں سے انہیں رہبر و رہنما تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن فضیلت تو وہ ہے۔ شرف تو وہ ہے۔ بزرگی تو وہ ہے۔ بڑائی تو وہ ہے۔ عظمت تو وہ ہے۔ جس کے سامنے مخالف بھی سر جھکانے پر مجبور ہو جائے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا **اَلْفَضْلُ مَا شَہِدَتْ بِہِ الْاَعْدَا۔**

ترجمہ۔ فضیلت وہ ہے۔ جس کی دشمن بھی گواہی دیں۔

اب میں آپ کو دانش وران مغرب کے اعتراف نامے دکھاتا ہوں۔ جن میں انہوں نے ہمارے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عظیم ترین پیغمبر، بلند ترین مصلح اور کامل ترین انسان لکھا ہے۔

میجر لیونارڈ اپنی مشہور کتاب "ISLAM HER MORAL AND SPIRTUAL VALUTES" میں لکھتا ہے۔

If ever man on this earth found God, if ever man devoted his life to God's service with a great motive its certain that Prophet of Arabia was the man Not

easy of access to the vilest outcast and it was said of him that he always left his hand in that of an acquaintance until the latter had withdrawn his own. His liberality was boundlers and Subjected hishousehold to serious inconvenience his gentle disposition is shown by his fondness for children and his humanity by the repeated injunctions of the Quran relating to the treatment of animals. The degrading passion of avarice had no part in his nature for, with immense treasures at his command, his establishment was inferior to those of his followers and the greater part of his income he bestowed upon the poor. His tastes were always simple and unpretentious and even he had been raised to sovereign power, he reatained the frugalhabits of patriarchal life, his house was but a hut of sun dried bricks and palm branches,to which a leathern

only was he great but one of the greatest

اسی بات کو ایک اور مغربی محقق جے ڈبلیو ڈریپر نے اپنی کتاب "THE HISTORY OF INTELLECTUAL DEVELOPEMENT OF EUROPE" میں اپنے پیرائے میں بیان کرتا ہے۔

"The man who of all men has exercised the greatest influence upon human race."

انسان کامل پر اس سے بڑھ کر گواہی کیا ہوگی کہ ایک غیر مسلم مفکر MICHAEI.H.HART نے تاریخ انسانی کے 100 نادر روزگار موثر ترین عظیم انسانوں کی فہرست مرتب کی تو سب سے پہلے سب سے اوپر ہمارے سید و سرور، ہمارے آقائے کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لکھا۔

پھر ہم کیوں نہ کہیں

سارے اونچوں سے اونچا سمجھئے جسے

ہے اس اونچے سے اونچا ہمارا نبی

پروفیسر S.P.SCOTT اپنی کتاب

"THE HISTORY OF MOORISH EMPIRE IN EUROPE"

میں لکھتا ہے۔

Though habitually grave and taciturn he Muhammad(peace be upon him) was

curtain served as a door. So humble was he in everything that did not concern the dignity of his prophetic office that he even mended his own sandals, cared for his gots and camels, and at times aided his wives in the performance of their domestic duties. Every constant in friendship, he early secured and preserved until death, the attachment of those who were associated with him, whether equals or inferiors, both of whom he treated with the utmost consideration.

دانش وران مغرب ہی نہیں اس انسان کامل کے گلستان سیرت کی بوقلمونی، رنگارنگی اور تنوع کے سامنے مشرق کے غیر مسلم بھی دم بخود ہو کر اعتراف حقیقت کرتے نظر آتے ہیں۔ مجھے اجازت دیجئے کہ سید سلیمان ندوی کے خطبات میں سے اس ہندو نوجوان کی بات نقل کروں جو حضور خیر الانام کو انسان کامل کہتا تھا۔ جب اس سے سبب پوچھا گیا۔ تو اس نے کہا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں متنوع خصائص وخصائل اس قدر جمع ہیں کہ آج تک انسانی تاریخ نے کسی ایک انسان میں یک جا نہیں کیے۔ اس انسان کامل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمتوں کی مختلف جہتیں ملاحظہ فرمائیے۔

وہ شہنشاہ ایسا کہ پوری کائنات اس کی مٹھی میں ہو اور بے بس ایسا کہ خود کو بھی خدا کے قبضے میں جانتا ہو۔ وہ غنی ایسا کہ فتوحات کے زمانے میں اونٹوں پر لدے ہوئے خزانے جوق در جوق آرہے ہوں اور اس کے گھر میں محتاجی کا یہ عالم ہو کہ چولہا تک نہ جلتا ہو۔ اور کئی کئی وقت اس پر فاقے گزر جاتے ہوں۔ وہ بہادر ایسا کہ مٹھی بھر جان نثار لے کر ہزاروں کی تعداد میں بھرپور مسلح فوجوں سے ٹکرا جائے اور صلح جو ایسا کہ ہزاروں جان نثاروں کی ہم رکابی کے باوجود صلح کیلئے تیار کھڑا ہو۔ وہ حق گو ایسا کہ ساری کائنات کے مقابلے میں تن تنہا کھڑا ہو اور نرم دل ایسا کہ اس نے انسانی خون کا ایک قطرہ بھی اپنے ہاتھ سے نہ بہایا ہو۔ وہ باتعلق ایسا کہ کائنات کے ذرے ذرے کی اس کو فکر، غریبوں، مفلسوں کی اس کو فکر، یتیموں بیواؤں کی اس کو فکر، خدا سے بھٹکی دنیا کو سدھارنے کی اس کو فکر، غرض سارے سنسار کی اس کو فکر اور اس قدر فکر کہ خود خدا بھی کہہ اٹھے **لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ**

(ترجمہ۔ اے محبوب کہیں آپ اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈال لیں)

بے تعلق ہونے پر آئے تو خدا کے سوا کسی اور کی یاد اس کو نہ ہو سوائے رب کے ہر شے کو فراموش کر دے۔

اس انسان کامل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کردار اکمل کی کون کون سی صفت بیان کی جائے ایک طرف تو وہ تیغ زن سپاہی کی صورت میں نظر آتا ہے۔ اور دوسری طرف شب زندہ دار زاہد وعابد کی صورت میں جلوہ نما ہوتا ہے۔ جب ہم اس کی کشور کشائی کو دیکھ کر اسے شاہ عرب کہنا چاہتے ہیں تو وہ کھجور کی چھال کا تکیہ لگائے کھردری چٹائی پر بیٹھا دکھائی دیتا ہے۔ جب دنیا کے اطراف سے آ کر مسجد نبوی کے

صحن میں مال واسباب کا انبار لگ جاتا ہے۔ عین اسی وقت اس کے گھر میں فاقہ کی تیاری ہو رہی ہوتی ہے۔ اور جب لڑائیوں کے قیدی لونڈی اور غلام بنا کر مسلمانوں کے گھروں میں بھیجے جا رہے ہوتے ہیں فاطمہ بنت محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہاتھوں کے چھالے اپنے والد ماجد کو دکھا رہی ہوتی ہیں جو مسلسل چکی پیسنے سے پڑ گئے تھے۔

جب آدھا عرب ان کی زیر نگین تھا اس وقت حضرت عمر فاروق کاشانہء نبوت میں حاضر ہوئے۔ دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھردری چارپائی پر آرام فرما رہے ہیں۔ جسم اطہر پر بان کے نشان پڑ چکے ہیں ایک طرف مٹھی بھر جو رکھے ہیں اور ایک طرف خشک مشکیزہ لٹک رہا ہے۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کی یہ کل کائنات دیکھ کر حضرت عمر کی آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے رواں ہو گئے۔ رونے کا سبب دریافت کیا گیا عرض کرنے لگے یا رسول اللہ اس سے بڑھ کر رونے کا اور کیا موقع ہوگا کہ قیصر و کسریٰ باغ و بہار کے مزے لوٹ رہے ہوں اور آپ پیغمبر ہو کر اس حالت میں ہوں۔ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا عمر کیا تم اس پر راضی نہیں کہ قیصر و کسریٰ دنیا کے مزے لوٹیں اور ہم آخرت کی سعادت۔

بس ایک مشکیزہ ایک چٹائی ذرا سے جو ایک چارپائی
بدن پہ کپڑے بھی واجبی سے نہ خوش لباسی نہ خوش قبائی
یہی ہے کل کائنات جس کی گنی نہ جائیں صفات جس کی
وہی تو سلطان بحر و بر ہے مرا پیغمبر عظیم تر ہے

ابھی تک ہم نے انسان کامل کے اسوہ حسنہ کی کاملیت اور جامعیت کے اس پہلو کا تذکرہ کیا کہ اُن کی زندگی ہر طرح کے انسانوں کی رہنمائی کیلئے نمونہ کمال مہیا کرتی ہے۔ اب میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آئینہ سیرت میں انسانی زندگی کا ایک ایک عمل اور ایک ایک فعل پوری آب و تاب سے منعکس ہوتا ہے۔ تا کہ ہر فرد اپنی پوری زندگی کیلئے قدم قدم پر رہنمائی حاصل کر سکے۔ ایک فرد اور ایک انسان انفرادی زندگی کی جزئیات اور تفصیلات کے حوالے سے بھی ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی انسان کامل کی زندگی قرار پائی ہے۔

آج چودہ سو سال گذرنے کے بعد بھی آپ جاننا چاہیں تو کتب سیرت سے آپ جان سکتے ہیں کہ وہ انسان کامل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوتے کب تھے، جاگتے کب تھے، اُٹھتے کیسے تھے، بیٹھتے کیسے تھے، چلتے کیسے تھے، ٹھہرتے کیسے تھے، پہنتے کیا تھے، اوڑھتے کیا تھے، کھاتے کیا تھے، پیتے کیا تھے، کسی سے محبت فرماتے تو کیسے، کسی سے اظہار ناراضی فرماتے تو کیسے، انہوں نے شادیاں کیسے کیں، اولاد کی تربیت کیسے فرمائی، دوست احباب سے تعلقات کیسے نبھائے، اور دشمنوں سے مقابلہ کیسے کیا، شب کی تاریکیوں میں مسجد نبوی میں ان کی نمازوں کی رقت کیسے تھی۔ دن کے اجالوں میں میدان جہاد میں ان کی استقامت کیسے تھی، ان کی جنگ کے طریقے کیا تھے۔ ان کی صلح کے قرینے کیسے تھے۔ ان کا بچپن کیسے گذرا، ان کا شباب کیسے چمکا۔ ان کا بڑھاپا کیسے جگمگایا۔ غرض ان کی ہر ہر ادا اور ہر ہر انداز کی نکہت ونزہت اور رنگ و رعنائی سے انسانی زندگی کے اجڑے چمن بہار بداماں ہو سکتے ہیں۔

ایک جرمن سکالر Dr.GUSTAVWEIL نے اپنی کتاب

"HISTORY OF THE ISLAMIC PEOPLE"

میں حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حسن کردار، نمونہ کامل اور بے مثل طریق کو اپنے الفاظ میں یوں لکھا ہے۔

"Muhammad set a shining example to his people. His character was pure and stainless. His house, his dress, his food-they were characterised by a rare simplicity. So unpretentious was he that he would receive from his companions no special mark of reverence, nor would he accept any service from his slave which he could do for himself. Often and often was he seen in the market purchasing provisions, often and often was he seen mending his clothes in his room or milking a goat in his courtyard. He was accessible to all and at all times. He visited the sick and was full of benevolence and generosity, as also was his anxious care for the welfare of community. Despite innumerable presents, which from all guarters unseasingly poured in him, he left very little behind and even that he regarded as state property. After his death his property passed to the state and not to Fatima, his only daughter, wife of Ali"

تاریخ انسانی میں بے شمار مفکرین، محققین، مدبرین اور مصلحین گذرے ہیں۔ ان کے ہاں ہمیں میٹھی باتیں اور اچھی اچھی تعلیمات مل سکتی ہیں۔ دلچسپ تھیوریاں اور دل آویز حکایتیں مل سکتیں ہیں۔ خطابت کا زور وشور اور فصاحت وبلاغت کا جوش مل سکتا ہے۔ لیکن جو چیز نہیں ملتی وہ ان مفکرین کا اپنی فکر اور اپنی تعلیم پر اپنا عمل ہے۔ یہ بات ہمیں صرف اور صرف اسی انسان کامل کی سیرت پاک میں نظر آتی ہے۔ جسے رب نے تمام جہانوں کیلئے رحمت اور تمام انسانوں کیلئے بشیر ونذیر اور تمام نبیوں کا سردار بنا کر مبعوث فرمایا تھا اور اس انسان کامل کو قرآن نے "وانک لعلی خلق عظیم" کا تاج پہنایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جس کام کا حکم دیا پہلے خود عمل کر کے دکھایا۔ آپ نے جو نصیحت فرمائی پہلے خود اس کا عملی مشاہدہ کرایا۔ آپ نے اپنے غلاموں کو دن میں پانچ نمازوں کا حکم دیا تو خود آٹھ پڑھ کر دکھائیں۔ عام مسلمان اگر دن میں سترہ رکعت فرض ادا کرتے تو وہ عابد عظیم پچاس پچاس اور ساٹھ ساٹھ رکعتیں ادا فرماتے، وہ بھی ایسے کہ کبھی ساری رات قیام میں رہتے اور کبھی سجدے میں شب گذار دیتے۔ حتی کہ زیادہ دیر کھڑے رہنے سے آپ کے پاؤں مبارک متورم ہو جاتے۔

اس انسان کامل نمونہ کمال نے روزوں کا حکم دیا۔ مسلمانوں پر سال میں تیس روزے فرض ہوئے اور خود حضور کی کیا کیفیت تھی۔ کوئی ہفتہ اور کوئی مہینہ روزوں سے خالی نہیں جاتا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں جب آپ روزے رکھنے پر آتے تو ایسا لگتا کبھی افطار نہیں کریں گے۔ اس محسن انسانیت نے لوگوں کو زکوٰۃ اور خیرات دینے کا حکم دیا تو پہلے خود عمل کر کے دکھایا۔ آپ کو اس وقت تک چین نہ آتا جب تک سب مال تقسیم نہ فرما دیتے۔ ایک بار فدک سے چار اونٹوں پر غلہ لدا ہوا آیا کچھ قرض تھا وہ ادا کیا گیا کچھ لوگوں کو دیا گیا۔ حضرت بلال سے پوچھا کچھ بچ تو نہیں رہا عرض کیا اب کوئی لینے والا نہیں رہا۔ اس لئے بچ گیا ہے۔ فرمایا جب تک دنیا کا یہ مال باقی ہے میں گھر پر نہیں جا سکتا۔ چنانچہ رات مسجد میں بسر کی صبح آ کر سیّد بلال نے بشارت دی کہ یارسول اللہ، اللہ تعالیٰ نے آپ کو سبکدوش کر دیا یعنی جو کچھ تھا وہ تقسیم ہو گیا۔ آپ نے خدا کا شکر ادا کیا۔ یہی وجہ تھی کہ جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ کے اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا۔

وَکَانَ خُلُقُہُ الْقُرْاٰنُ کہ ان کے اخلاق قرآن مجسم تھے۔

آپ نے دشمنوں کو معاف کرنے اور ان سے پیار کرنے کے فلسفے اور وعظ تو سنے ہوں گے۔ لیکن اس کا عملی مظاہرہ نہیں دیکھا ہو گا۔ آیئے میں آپ کو فتح مکہ کے دن انسان کامل رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان عفو و درگذر کا مشاہدہ کراتا ہوں۔ مکہ کا شہر ہے حرم کا صحن ہے، دس ہزار آہن پوش جان نثاروں کا لشکر جرار آپ کے اشارہ ابرو کا منتظر ہے، ایسے عالم میں سرداران قریش سر جھکائے کھڑے ہیں یہ سردار وہی تھے جو اسی شہر میں آپ کو گالیاں دیا کرتے تھے۔ آپ کے غلاموں کو ننگے بدن دہکتے انگاروں اور تپتی ریت پر لٹایا کرتے تھے۔ یہ سردار وہ تھے جو آپ کی جان کے دشمن تھے۔ جو آپ کے دین کو مٹانے کے درپے رہے تھے۔ ان میں آپ کے غلاموں کو ایذا دینے والے بھی تھے۔ اور آپ کے عم کریم سیدنا حمزہ کو شہید کرنے والے بھی تھے۔ لیکن رحمت عالم انسان کامل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے جو سلوک فرمایا تاریخ انسانی اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے آپ نے فرمایا۔

> **انسانیت کو سکون و اطمینان، علم و حکمت کیلئے اسی سرچشمہ ہدایت کی طرف لوٹنا ہو گا۔**

"لا تثریب علیکم الیوم اذھبوا انتم طلقاء"

ترجمہ۔ آج کے دن تم پر کوئی گرفت نہیں۔ جاؤ تم سب آزاد ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تاریخ کے ہر دور میں اہل علم کے ہر گروہ نے اور اہل فکر و نظر نے اس لیے بھی انسان کامل مانا ہے کہ ان کی سیرت مقدسہ اپنی ظاہری اور باطنی وسعتوں، پہنائیوں، رفعتوں اور عظمتوں کے لحاظ سے کوئی شخصی سیرت نہیں بلکہ کائنات کیلئے ایک مکمل نظام زندگی ہے۔ زمانہ جوں جوں ترقی کرتا جائے گا ادوار جوں جوں بدلتے جائیں گے۔ زمانے جوں جوں چلتے جائیں گے۔ اسی حد

تک انسانی زندگی کی استواری اور ہمواری کیلئے اس سیرت کی ضرورت شدید سے شدید تر ہوتی چلی جائے گی۔ زمانہ اور اس کا تمدن اپنی ارتقائی حرکت سے کہاں سے کہاں تک پہنچ گیا۔

خاک نشین انسان چاند اور اس سے آگے کی دنیاؤں پر کمندیں ڈال رہا ہے۔ اور نا معلوم کہ مستقبل میں انسان کے ہاتھ کس کس دنیا تک پہنچ جائیں۔ وہ کہیں بھی پہنچے اس کی تمدنی زندگی کے گوشے کتنے بھی پھیل جائیں اور پھیل کر زمین و آسمان، شمس وقمر، فضا وخلا سب ہی کو ڈھانپ لیں پھر بھی انسان کامل کی سیرت زندگی کے ہر گوشے میں اس کی راہنمائی کرتی رہے گی۔ اور انسانیت کو سکون واطمینان، علم وحکمت کیلئے اسی سرچشمہ ہدایت کی طرف لوٹنا ہوگا۔ اسی لیے اقبال نے کہا۔

لوح بھی تو قلم بھی تُو تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

درد وغم، رنج والم اور ذلت ورسوائی کی دلدل میں پھنسی ہوئی ملت اسلامیہ اور تباہی و بربادی کے دہانے پر کھڑی انسانیت دونوں کو اسی انسان کامل کے درِ اقدس سے رحمت والفت، سکون وطمانیت اور بقا وارتقا کی دولت میسر آسکتی ہے۔

برنارڈ شا نے بجا طور پر لکھا تھا۔

Its wonderful vitality. It is the only religion which appears to me to possess the assimilating capability to adopt itself with changing phases of existence, which can make its appeal to every age. I believe that if a man like Muhammad were to assume the dictatorship of the modern world he would success in solving its problems in a way that would bring it much needed peace and happiness.

اب ملاحظہ فرمایئے کہ

"THE NEW ENCYCLOPAEDIA BRITANNICA" کا مصنف اعتراف حقیقت میں صفحہ نمبر ۶۰۹ پر رقم طراز ہے۔

Muhammad was admired by his contemporaries for his courage resoluteness and impartiality and for fairness that was temperad by generosity. He won men's hearts by his personal charm his pleasant smile is remarked one. He was gentle especially with children. Though he was sometimes silent in thoughts, for the most part he was engaged in purposeful activity. He walked vigorously and spoke rapidly. He became for later Muslim an exemplar of virtuous character and stories presented his as realizing the Islamic ideal of human life.

انسانی حقوق

تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

تحریر: جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری

جس قوم کے دلوں میں باہمی محبت وایثار کی بجائے نفرت وعداوت کے جذبات پرورش پا رہے ہوں وہ قوم سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر حوادث دہر کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت سے محروم ہو جاتی ہے۔ مصائب وآلام کا طوفان کسی وقت بھی اسے خس وخاشاک کی طرح بہالے جاسکتا ہے۔

اتحاد واتفاق جو ہر قوم کی قوت کا سرچشمہ ہے۔ اسی وقت ظہور پذیر ہوتا ہے جب کہ معاشرہ کا ہر فرد دوسرے افراد کے حقوق کا پاسبان ہو۔ اگر ہم ایک دوسرے کے حقوق کا خلوص نیت سے تحفظ نہیں کریں گے تو کوئی سحر طراز خطیب اپنی پند ونصیحت سے اس قوم کو رشتہ محبت میں پرو نہیں سکتا۔ حق تلفی کی صورت میں انتہائی قریبی رشتے بھی ٹوٹ جاتے ہیں، دو سگے بھائی ایک دوسرے کے خون کے پیاسے بن جاتے ہیں۔ ان حالات میں باپ اپنے بیٹے کو منہ لگانے کو تیار نہیں ہوتا۔ ماں کی روایتی محبت کے چشمے بھی خشک ہو جاتے ہیں۔ بہن اور بھائی کا تاریخی تعلق بھی نفرتوں کی آماجگاہ بن جاتا ہے حق تلفی سے جنم لینے والی نفرتیں، اتحاد واتفاق کے قلعوں کو پاش پاش کر کے رکھ دیتی ہیں۔

بعث محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصد عظیم

وہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کو اس کے خالق ومالک نے ایک ایسی اُمت کی تشکیل کیلئے مبعوث فرمایا تھا جس کے پیش نظر کلمہ حق کو بلند کرنا، انسانی معاشرہ کے افراد کو خیر وفلاح کی طرف دعوت دینا، برائیوں کے سیل رواں کے سامنے سد سکندری قائم کرنا اور ایک ایسے نظام حیات کو نافذ کرنا جو نوع انسانی کی فوز وفلاں کا ضامن ہو، جو لوگوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کو روح پرور اور مسرت آگیں انقلاب سے دوچار کر دے، جو برائیوں اور فساد انگیزی کی خاردار جھاڑیوں کی بیخ کنی کرے، انسانی خوشحالی اور صحت مند ارتقاء

کے ایسے گلشن آباد کرے ۔ جہاں نوک دار کانٹوں کے بجائے محبت وپیار کے پھول کھلیں ۔اس امت کے تاسیس کے مقاصد میں سے عظیم ترین مقصد یہ ہے کہ تمام غیر فطری اور باطل نظاموں کو نیست ونابود کر کے ایسے نظام کو رائج کرے ۔ جس کی بنیاد انسانی مساوات اور قانونی وعمرانی عدل وانصاف پر ہو۔ ایسی جلیل القاصد امت کو اس طرح معرض وجود میں لانا کہ ہر باطل پر وہ اپنی بالادستی اور برتری ثابت کر سکے کوئی طاغوتی طاقت اس کو مغلوب نہ کر سکے ،کوئی نمرود، کوئی فرعون ،کاروان انسانیت کی ترقی کی راہ میں رکاوٹیں نہ کھڑی کر سکے ،کوئی قارون قوم کے معاشی وسائل پر غاصبانہ قبضہ کر کے دوسرے افراد ملت کو محرومیوں اور حرماں نصیبیوں کے اندھیروں میں دھکیل نہ سکے اور عملی طور پر اس فرمان الٰہی کی تصدیق کر سکے ۔

هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله ۔ (سورۃ الحجرات ۔۸)

ترجمہ ۔ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اُسے سب دینوں پر غالب کردے ۔

ایسے نظام حیات کو عملی جامہ پہنانے اور کامرانی سے ہمکنار کرنے کیلئے ضروری تھا کہ ایک ایسی اُمت کو اس نعمت عظمیٰ کا امین بنایا جائے ایک ایسی ملت کو اس عظیم تحریک کا پرچم سونپا جائے جو اپنی اجتماعی قوت سے راہ میں حائل ہونے والی چٹانوں کو اپنے پاؤں کی ٹھوکر سے ریزہ ریزہ کرنے کا دم خم رکھتی ہے ۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب اس ملت کے تمام افراد محبت وخیر اندیشی کے جذبات سے سرشار ہوں ۔۔۔۔

جب اس ملت کا ہر فرد ایک دوسرے کے حقوق کا پاسبان ہو۔ کسی کی حق تلفی کے بارے میں کوئی سوچ نہ سکے ۔سب بھائی اپنے دینی بھائیوں کیلئے وہ چیز پسند کریں جو اپنے لیے پسند کرتے ہیں ۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے دلآویز اوراثر آفرین ارشادات سے پہلے حقوق انسانی کا تفصیلی ذکر فرمایا ۔ پھر ان کی عظمت واہمیت کا احساس دلایا جس کے بعد ہر وہ شخص جو اسلام کو اپنے دین کے طور پر قبول کرتا ہے اور حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا امتی بننے میں انتہائی فخر محسوس کرتا ہے، وہ ان حقوق کو پامال کرنے کی جراءت نہیں کرسکتا۔

اس سلسلے میں قارئین کرام کی خدمت میں مرشد وہادی حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چند ارشادات پیش کرتا ہوں جن کے مطالعہ سے معلوم ہوجائے گا کہ اس دین میں انسانی حقوق کی کیا قدر ومنزلت ہے اور اس دین کو قبول کرنے والوں کیلئے ان حقوق کی پاسداری کس قدر اہم ہے اور جو لوگ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے کے باوجود ان حقوق کو پامال کرنے میں ذرا جھجک محسوس نہیں کرتے ،ان کا انجام کتنا دردناک اور عبرت آموز ہوتا ہے ۔

انسانی حقوق کی فہرست بہت طویل ہے لیکن ان میں وہ حقوق جن کا تعلق کسی کی جان مال اور آبرو سے ہے ۔ان کی اہمیت دیگر جملہ حقوق سے کہیں زیادہ ہے ۔ اس لیے میں پہلے اُن ارشادات رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے آغاز کروں گا جن میں ان انسانی حقوق کا تذکرہ فرمایا گیا ہے جو جان ومال وآبرو سے متعلق ہیں ۔

ہجرت کا دسواں سال ہے ۔ محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حجۃ الوداع ادا کرنے کیلئے حرم خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا سیّدی یا رسول اللہ وعلیٰ الک واصحابک یاسیّدی یا حبیب اللہ الصلوٰۃ والسّلام علیک یاسیّدی یا رسول اللہ

میں تشریف لائے ہوئے ہیں۔ یہ روز سعید تاریخ میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ آسمانی رحمتوں اور برکتوں کے نزول کے یہ لمحے بڑے دلکش اور ایمان افروز ہیں مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے مکینوں کے علاوہ جزیرہ نمائے عرب کے جملہ قبائل جو مشرف بہ اسلام ہو چکے ہیں، حج ادا کرنے کیلئے اُمڈ کر آئے ہوئے ہیں۔ دس ذوالحجہ کو منیٰ کے کشادہ میدان میں فرزندانِ اسلام کا فقید المثال اجتماع ہے۔ شمع اسلام کے لاکھوں پروانوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے۔ سب حاضرین اپنے ہادی و مرشد کے اس تاریخ ساز خطبہ کو سننے کیلئے سراپا گوش ہیں۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ناقہ قصویٰ پر سوار ہیں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشارے سے ہر طرف سناٹا چھا جاتا ہے۔ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز گونجی۔ یہ آواز شہد سے زیادہ شیریں، بڑی دل نشین، حد درجہ روح افروز ہے۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حاضرین سے پوچھا: حاضرین یہ کون سا مہینہ ہے؟ ان میں سے کون ایسا شخص تھا جسے اس مہینے کا نام معلوم نہ ہو لیکن بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب واحترام سے آشنا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہتر جانتا ہے کہ یہ کون سا مہینہ ہے۔ اس پر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذرا خاموشی کے بعد فرمایا: کیا یہ ماہ ذوالحجہ نہیں؟ سب نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) بے شک یہ ذوالحجہ کا مہینہ ہے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: یہ کون سا شہر ہے! ان حاضرین میں سے کون ایسا تھا جس کو اس شہر کا نام معلوم نہیں تھا۔ جہاں فریضہ حج ادا کرنے کیلئے دُور دراز کی مسافتیں طے کر کے پہنچے تھے، لیکن محبت وعقیدت کے رمز شناس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین نے عرض کیا: اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ کون سا شہر ہے۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کیا شہر مکہ نہیں۔ سب نے یکساں زبان ہو کر تصدیق کرتے ہوئے کہا کہ بے شک یہ مکہ مکرمہ ہے۔ آخری سوال پوچھا: آج کون سا دن ہے؟ سب نے تیسری بار بھی یہی جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمایا: کیا یہ قربانی کے جانور ذبح کرنے کا دن نہیں؟ سب نے تصدیق کی کہ بیشک یہ قربانی کے جانور ذبح کرنے کا دن ہے۔

یوں تین سوالات پوچھ کر انسانی نفسیات کے ماہر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سامعین کو ہمہ تن متوجہ کر کے اپنا آخری ارشاد فرمایا اور ارشاد گرامی سے ایک ایسی حقیقت کو اپنے سامعین کے لوح قلب پر یوں نقش کر دیا کہ اس کے نقوش کو زمانہ لاکھ کروٹیں بدلے، مدھم نہیں کر سکتا۔

ارشاد فرمایا:

''اے فرزندان اسلام! کان کھول کر سن لو! تمہارے خون، تمہارے اموال اور تمہاری آبروئیں تمہارے لیے اتنی مقدس اور محترم ہیں جس طرح اس مقدس مہینے کا یہ دن، اس معظم شہر مکہ میں معزز اور حرمت والا ہے''۔

پھر اس دو آتشہ کو سہ آتشہ کرنے کے لئے فرمایا: ''اس زندگی کے بعد تم ضرور اپنے رب سے ملاقات کرو گے اور روز محشر اللہ تعالیٰ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں باز پرس کرے گا۔''

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا سیّدی یا رسول اللہ وعلیٰ الک واصحابک یاسیّدی یا حبیب اللہ الصلوٰۃ والسّلام علیک یاسیّدی یا رسول اللہ

کسی کی جان، مال اور آبرو کی حفاظت و حرمت کا احساس دلانے کیلئے اپنے آقا اور اپنے ہادی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک اور فرمان سماعت فرمایئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ ایک روز میں نے دیکھا کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت اللہ شریف کا طواف فرما رہے ہیں۔ اسی اثنا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''اے کعبہ! تو کتنا پاکیزہ ہے اور تیری مہک کتنی عطر بیز ہے۔ اے کعبہ! تو کتنی عظمت والا ہے اور تیری عزت و حرمت کی شان کتنی بلند ہے۔ اللہ کی بارگاہ میں مؤمن کے مال اور جان کی عزت و حرمت تیری عزت و حرمت سے بھی اونچی ہے''۔ (ابن ماجہ)

غور فرمایئے! مؤمن کے دل میں اللہ تعالیٰ کے اس مقدس گھر کی عزت و حرمت کتنی بلند ہے۔ وہ اس کی طرف پاؤں دراز کرنے کو بھی روا نہیں رکھتا۔ وہ اس کی اینٹ اُکھاڑنے کی جراءت نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی اس کی بے ادبی کرتا ہے تو مؤمن کا جی چاہتا ہے کہ وہ اس کو چیر کر رکھ دے۔ کیا اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد سننے کے بعد وہ کسی مؤمن کی جان اور مال کو نقصان پہنچانے کا تصور بھی کر سکتا ہے۔

انہی حقوق کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک اور ارشاد گرامی سماعت فرمایئے۔ سارے کا سارا مسلمان دوسرے مسلمان کیلئے محترم اور معظم ہے۔ یعنی اس کا خون، اُس کا مال اور اس کی آبرو یہ ساری چیزیں ہر مسلمان کیلئے بڑی عزت اور حرمت والی ہیں۔''

جس نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان ارشادات کو سنا، سمجھا اور انہیں یاد بھی رکھا، کیا وہ غلطی سے بھی اپنے مسلمان بھائی کے ان حقوق کو پامال کرنے کی جسارت کر سکتا ہے۔

ہادی برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف ان حقوق کی پاسبانی کا ہی بار بار حکم نہیں دیا جن کا تعلق انسانی زندگی کے ان تین گوشوں سے ہے۔ بلکہ رہبر انسانیت کی تعلیمات انسانی زندگی کے ان گوشوں کا بھی احاطہ کیئے ہوئے ہیں جو بظاہر غیر اہم دکھائی دیتے ہیں اور جن کو کسی خاص توجہ کا مستحق نہیں سمجھا جاتا ان میں چند امور درج ذیل ہیں۔

۱۔ اسلام سے پہلے حاکم وقت کو مکمل اختیار تھا کہ وہ اپنی رعایا کے کسی فرد کو محض ظن و گمان کی بنا پر جو چاہے سزا دے۔ اسیر زنداں کرنے کا تو ذکر ہی کیا، کسی مطلق العنان بادشاہ کے اشارے پر کسی بے گناہ کو تختہ دار پر لٹکا دینا یا تلوار سے اُس کا سر قلم کر دینا معمولی بات تھی، لیکن اسلام نے سلاطین وقت کے اس جابرانہ حق کو یک قلم منسوخ کر دیا۔ جب تک کسی شخص کا جُرم دلائل سے ثابت نہ جائے کسی کو قتل کرنا تو دُور کی بات اس کو قید و بند کی سزا بھی نہیں دی جا سکتی۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ جو ہارون الرشید کے عہد خلافت میں وسیع و عریض اسلامی مملکت کے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) تھے، اپنی علمی اور تحقیقی تالیف ''کتاب الخراج'' میں اس مسئلے پر یوں روشنی ڈالتے ہیں: کسی حاکم اور قاضی کیلئے حلال و جائز نہیں کہ وہ کسی شخص کو محض کسی شخص کے الزام لگانے پر قید کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو محض تہمت کی بنا پر سزا نہیں دیتے تھے۔ (التہمۃ)

تاریخ اسلام سے ایک روشن مثال بھی ملاحظہ کیجئے: حضرت

عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں مصر فتح ہوا۔ وہ لشکرِ اسلام جس نے مصر فتح کرنے کا اعزاز حاصل کیا، اس کے کمانڈر ان چیف حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ فتح مصر کے بعد ان کے لڑکے نے ایک گھڑ دوڑ کا اہتمام کیا جس میں فاتح مصر کے صاحبزادے نے بنفسِ نفیس شرکت کی۔ اس کا مقابلہ کرنے کیلئے مفتوحہ مصر کا ایک قبطی باشندہ بھی شریک ہوا۔ اتفاق سے ایک قبطی کا گھوڑا اس صاحبزادے کے گھوڑے پر سبقت لے گیا جس سے صاحبزادہ سخت برافروختہ ہوا۔ اپنے فرطِ غضب سے اس قبطی سوار کو بیدوں سے زدوکوب کیا۔ وہ قبطی دادرسی کیلئے مدینہ طیبہ پہنچا اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں اپنی مظلومیت کی شکایت کی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً اپنا نمائندہ روانہ کیا کہ وہ دونوں باپ بیٹے کو دربارِ خلافت میں پیش کرے۔ جب فاتح صرف کو عمرو بن العاص پیش ہوئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھری مجلس میں اس قبطی کو اپنا دُرّہ دے کر فرمایا کہ ابن الاکرمین (معزز لوگوں کے بیٹے) کو اتنے دُرّے اتنی قوت سے لگاؤ جتنے اس نے تمہیں لگائے تھے۔ فاتح مصر کے صاحبزادے کو سب لوگوں کے سامنے ایک قبطی دُرّے لگا رہا ہے، اس کا باپ جو قریش کے ایک معزز قبیلہ کا رئیس بھی تھا، اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے، لیکن اسے دم مارنے کی مجال نہیں جب وہ قبطی دُرّے لگا چکا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غضب ناک لہجے میں حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''اے عمرو! کب سے تم نے لوگوں کو اپنا غلام سمجھ لیا ہے، حالانکہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد جنا ہے۔''

۲۔ اسلام سے پہلے ہر حکمران اپنا حق سمجھتا تھا کہ لوگوں کو جبراً کوئی مذہب اختیار کرنے پر مجبور کرے۔ اسلام ہی وہ دین ہے جس نے ہر فرد کو آزادی بخشی ہے کہ وہ اپنی عقل اختیار کرلے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''دین کے معاملے میں کوئی جبر نہیں ہے۔ ہدایت گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے''

دوسرے مقام پر فرمان باری تعالیٰ ہے:

''جو کفر اختیار کرتا ہے اس پر اس کے کفر کا وبال ہوگا اور جو عمل صالح کرتا ہے تو اپنے لیے نجات کی راہ ہموار کرتا ہے۔'' (الروم ۴۴)

۳۔ اسلامی ریاست کا ہر شہری غریب ہو یا امیر معزز خاندان کا فرد ہو یا کسی غریب خاندان کا۔ قانون کی نظر میں برابر ہے، قریش کی ایک معزز خاتون کی چوری کا واقعہ تاریخ اسلام کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص جانتا ہے، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس خاتون کی سفارش کی تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک چہرہ غصہ سے سرخ ہوگیا اور فرمایا: ''تم سے پہلی قومیں اس لئے ہلاک ہوگئیں کہ اگر کوئی کمزور آدمی جرم کا ارتکاب کرتا تھا تو اس کو سزا دیتے تھے اور اگر کوئی شریف اور معزز آدمی کسی جرم کا ارتکاب کرتا تھا تو اسے چھوڑ دیتے تھے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے اگر میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (خدانخواستہ) یہ فعل کرے تو میں اس کا ہاتھ بھی

کاٹ دوں گا۔

جب قانون کی نگاہ میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لختِ جگر اور ایک عام آدمی برابر ہیں تو اور کون شخص ہے جو اپنے آپ کو اسلامی قانون سے بالاتر سمجھے۔ غسان قبیلہ کے سردار جبلہ بن ایہم نے عیسائیت کو چھوڑ کر اسلام قبول کیا۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیت میں فریضہ حج ادا کرنے کیلئے مکہ مکرمہ حاضر ہوا وہ کعبہ شریف کا طواف کر رہا تھا کہ اچانک ایک بدو کا پاؤں اس کی چادر پر پڑ گیا۔ اس نے مڑ کر دیکھا کہ ایک گنوار شخص نے اس کی شاہانہ چادر پر پاؤں رکھنے کی جراءت کی ہے۔ وہ غصے سے بے قابو ہو گیا اور اس بدو کے منہ پر زوردار تھپڑ رسید کر دیا۔ بدو فریاد لے کر بارگاہ خلافت میں پہنچا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جبلہ کو اپنے ہاں طلب کر کے فرمایا کہ تم نے اس بدو پر زیادتی کی ہے اور وہ بدو تم سے انتقام لینے کا مطالبہ کر رہا ہے۔ تم اس بدو کو راضی کر لو یا اپنے آپ کو انتقام کیلئے پیش کرو، اس نے کہا: امیر المؤمنین میں اپنے قبیلہ غسان کا رئیس ہوں۔ ساری قوم میری عزت اور تکریم کرتی ہے۔ میں نے تو اسلام اس لیے قبول کیا تھا کہ میری عزت و توقیر میں اضافہ ہو گا اور آپ اس بدو کے انتقام کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جبلہ زمانہ جاہلیت کی ان باتوں کو رہنے دو، اب تیرے درمیان اور اس بدو کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ تم انسانیت میں یکساں ہو۔ اس لیے تم سے انتقام لیا جائے گا۔ اس نے کہا: امیر المؤمنین! مجھے ایک رات سوچنے کی مہلت دیجیے۔ اس کی درخواست قبول کر لی اور دوسرے روز حاضر ہونے کا حکم دیا۔ وہ رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہاں سے بھاگ گیا اور قیصر روم کے پاس قسطنطنیہ پہنچ گیا۔ اس نے اسلام ترک کر کے دوبارہ عیسائیت کو قبول کر لیا، لیکن حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کا قطعاً ملال نہ ہوا۔ اگر کوئی گمراہ ہوتا ہے تو ہوتا رہے اس سے اسلام کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ لیکن ہم کسی کی بے جا ناز برداری کیلئے احکام الٰہی میں ردوبدل نہیں کر سکتے۔

اس قسم کے صدہا واقعات ہیں کہ امت مسلمہ نے انسانی مساوات کو برقرار رکھنے کیلئے کئی مصائب و آلام برداشت کیے لیکن نظریہ مساوات پر آنچ نہیں آنے دی۔

اسلام کسی کو یہ اجازت نہیں دیتا کہ وہ کسی کے گھر کی چار دیواری میں اس کی اجازت کے بغیر داخل ہو سکے۔ یا چھپ کر اہل خانہ کی گفتگو سن سکے یا ان کی اجازت کے بغیر کسی کے گھر میں جھانک سکے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اے ایمان والو! نہ داخل ہوا کرو دوسروں کے گھروں میں اپنے گھروں کے سوا جب تک اجازت نہ لے لو اور سلام نہ کر لو ان گھروں میں رہنے والوں پر۔ یہی بہتر ہے تمہارے لئے شاید تم (اس کی حکمتوں میں) غور و فکر کرو۔'' (النور۔ ۲۷)

اس سلسلے میں رحمتِ دوعالم سید دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک ارشاد گرامی بھی سماعت فرمائیے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی قوم کی باتوں کو سنتا ہے جب کہ وہ اس کے اس سننے کو ناپسند کرتے ہیں تو قیامت کے روز ایسے شخص کے دونوں کانوں میں قلعی ڈال دی جائے گی۔ (بخاری)

﴿باقی پیچھے صفحہ 18 پر ملاحظہ فرمائیے﴾

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ وعلیٰ الک واصحابک یاسیدی یا حبیب اللہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ

ہمہ گیر انقلاب

حضرت علامہ ارشد القادری

ایک صدی نہیں، آدھی صدی نہیں، چوتھائی صدی سے کم صرف ۲۳ برس کی مدت میں روئے زمین پر اتنا بڑا روحانی اور مذہبی انقلاب برپا ہوا کہ آج تک اس کی برکتیں آسمان کے بادل کی طرح برس رہی ہیں، سورج کی کرنوں کی طرح چمک رہی ہیں اور ہمیشہ شگفتہ رہنے والے پھولوں کی طرح مہک رہی ہیں رسالت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دریائے ناپیدا کنار سے اٹھنے والی ان نورانی لہروں کو آپ گنتے ہیں۔ قیامت کی صبح ہوجائے اور گنتی پوری نہ ہو۔

عقل حیران ہے کہ مکہ کے تیرہ سال قید و بند اور مصائب وآلام کی صعوبتوں میں گزرے اور مدینہ کے دس سال قتل وخوں کے معرکوں میں بسر ہوئے لیکن انہی چنے گنے ایام میں دنیا کا اتنا انقلاب برپا ہوا کہ پوری تاریخ انسانی میں اتنا محیط اتنا جامع اتنا ہمہ گیر اور اتنا ہمہ جہت انقلاب نہ کبھی چشم فلک نے دیکھا ہے اور نہ عقل اس کا تصور کرسکتی ہے۔

ایسا انقلاب جس نے زمین کا جغرافیہ بدل دیا، ریاستوں کے نقشے بدل دیے، قوموں کا ذہن بدل دیا، اخلاق کی قدریں بدل دیں، مجد وشرف کا معیار بدل دیا، فکر کے زاویے بدل دیے، دلوں کے تقاضے بدل دیے طبیعتوں کی سرشت بدل دی معاشرے کا ڈھانچہ بدل دیا، زندگی کے قافلوں کی سمتیں بدل دیں، لذت ومسرت اور تکلیف وآرام کے احساسات بدل دیئے، یہاں تک کہ چشم زدن میں صدیوں کے بگڑے ہوئے انسانوں کو ایسا بدل دیا کہ وہ اپنے ظاہر سے بھی بدل گئے اور باطن سے بھی، وہ اپنے اندر سے بھی بدل گئے اور باہر سے بھی۔ بدلنے والے اس شان سے بدلے کہ جسے دیکھ لیا وہ بھی بدل گیا۔ جسے چھو دیا وہ مٹی تھا تو سونا ہوگیا، قطرہ تھا تو دریا ہوگیا، ذرہ تھا تو سورج کی طرح چمکنے لگا جس آبادی سے گزر گئے وہ ایمان ویقین کی خوشبو سے معطر ہوگئی۔ جس ویران میں قدم رکھ دیا وہ لہلہانے لگی۔

اور انقلاب کی گہرائی میں اترے تو اپنا ہمہ گیری اور رنگارنگ انقلاب کہ بیک وقت اسے مذہبی انقلاب بھی کہیے اور زرعی انقلاب بھی، اسے خاندانی انقلاب بھی کہیے اور رنگ ونسل کا انقلاب بھی، اسے علم وفکر کا انقلاب بھی کہیے اور آئین ودستور کا انقلاب بھی، اسے تمدنی اور تہذیبی انقلاب بھی کہیے اور انفرادی اور اجتماعی انقلاب بھی، اسے علاقائی انقلاب بھی کہیے اور عالمی انقلاب بھی، اسے دنیوی واُخروی انقلاب کہیے اور ابدی وسرمدی انقلاب بھی۔

عقل حیران ہے کہ اتنا بڑا انقلاب جو حیات انسانی کے ہر شعبے پر حاوی ہو تنہا ایک امی انسان کی ذات سے کیونکر وجود میں آگیا۔ اتنا عظیم انقلاب جو دنیا سے لے کر محشر تک سارے بنی نوع انسان پر ابدی سعادتوں کے دروازے کھولتا ہو اور جو دنیوی زندگی کی کامرانی کا

بھی ضامن ہو اور اُخروی نجات کا بھی پروانہ عطا کرتا ہو ایک ایسے یتیم کے ہاتھ سے کیونکر سرانجام پایا جس کا خدا کے سوا اس دنیا میں نہ کوئی معلم تھا نہ مربی نہ کوئی محافظ تھا نہ نگہبان۔ سارا خاندان جس سے نا شاکی جس کا قبیلہ جس سے منحرف، سارا مکہ جس کے خون کا پیاسا اور سارا عرب جس کا دشمن۔

اور حیرت بالائے حیرت یہ امر ہے کہ ایک مختصر عرصہ میں برپا ہونے والا یہ انقلاب دو چار سال، سو پچاس برس، یا دو چار صدی کیلئے نہیں تھا بلکہ چلانے والے نے اس اعلان کے ساتھ اپنا سکہ چلایا تھا کہ وہ ایک ہی نرخ پر قیامت تک چلتا رہے گا۔ دنیا بدلتی رہے گی، نسلیں پھولتی رہیں گی، پھلتی رہیں گی، انسان آتے رہیں گے، جاتے رہیں گے، آبادیوں کا نقشہ بنتا رہے گا بگڑتا رہے گا، قوموں کی کشتی ڈوبتی رہے گی ابھرتی رہے گی لیکن اسلام کا سکہ ہر دور میں چلے گا، ہر ملک میں چلے گا، ہر قوم میں چلے گا، ہر حال میں چلے گا اور ایک ہی نرخ پر ہمیشہ چلتا رہے گا۔

اور تاریخ کے جھروکے سے عقل کا یہ مشاہدہ بھی جھٹلانے کے قابل نہیں ہے کہ بسانے والے نے اسلام کا گھر اس شان سے بسایا کہ اقوام کے درمیان اسلام کو مذہبی، سیاسی، روحانی، علمی، اخلاقی، معاشی، تمدنی اور فکری بالادستی کیلئے جس ساز وسامان کی ضرورت تھی اس کا انتظام بھی اسی قلیل مدت میں کر دیا۔

چنانچہ عقل نے جب رسالت محمدی کے دریائے ناپیدا کنار سے اٹھتی ہوئی ان لہروں کا جائزہ لیا جو پیغمبر اعظم کے جلو میں مچل رہی تھیں تو وہ یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گئی کہ اسلام کو قیامت تک زندہ و پائندہ رکھنے کیلئے اگر ایک طرف کشور کشا مجاہدین کا امنڈتا ہوا لشکر ہے تو دوسری طرف خلافت ارض کا کاروبار سنبھالنے والے فرمان رواؤں کا گروہ ہے۔ اگر ایک طرف اسلامی نظام حیات کا دستور اور شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قوانین مرتب کرنے والے فقہاء ومجتہدین ہیں تو دوسری طرف قانون کے نفاذ اور حقوق کے تحفظ کرنے والے قاضیوں کا طبقہ ہے۔

اگر ایک طرف معاشرہ کو اسلامی اخلاق واحکام کے سانچے میں ڈھالنے والے مصلحین ہیں تو دوسری طرف قلوب وارواح کو تجلیات الٰہی کا گہوارہ بنانے والے اصحاب سلوک واحسان کا مقدس گروہ ہے۔

اگر ایک طرف کلمہ اسلام کو زمین کے کناروں تک پہنچانے والے مبلغین کا دستہ ہے تو دوسری طرف اسلام کے اندرونی نظام اعتقاد وعمل کو غیر اسلامی عناصر کی آمیزش سے پاک کرنے والے مجددین کی جماعت ہے۔

اگر ایک طرف باطنی دنیا کا کاروبار سنبھالنے والے اولیاء، اغواث، اقطاب، ابدال، اوتاد، اور نجبا کے نورانی طبقات ہیں تو دوسری طرف ظاہر احوال کو درست رکھنے والے نائبین رسول کا مقدس گروہ ہے۔

اگر ایک طرف قرآن کریم کو سینوں کے تہہ خانوں میں محفوظ کرنے والے حفاظ کا طبقہ ہے تو دوسری طرف قرآن کے حروف وکلمات کو صحیح تلفظ اور ترتیل وتجوید کے ساتھ پڑھنے والے قاریوں کا گروہ ہے۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ وعلیٰ الک واصحابک یاسیدی یا حبیب اللہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ

اگر ایک طرف قرآن حکیم کے مفاہیم ومطالب اور اس کے علوم ومعارف سے قلوب واذہان کو منور کرنے والے مفسرین کرام ہیں تو دوسری طرف قرآن حکیم کے دلائل وبراہین کے انوار سے عقول انسانی کو چراغ دکھانے والے محققین کا طبقہ ہے۔

اگر ایک طرف پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال وافعال کو امت کے افراد تک پہنچانے والے راویوں کا گروہ ہے تو دوسری طرف رجال حدیث کے احوال زندگی اور ان کے سلسلہ روایت کا ریکارڈ رکھنے والے محدثین کا طبقہ ہے۔

اگر ایک طرف اصول روایت ودرایت کی کسوٹی پر حدیثوں کے جانچنے والے ناقدین ہیں تو دوسری طرف اسلام کے تواریخ وواقعات سے دنیا کو باخبر کرنے والے مؤرخین کی جماعت ہے۔

اگر ایک طرف قرآن کی فقید المثال فصاحت وبلاغت کو ادبی اور فنی بنیادوں پر دنیا کے سامنے پیش کرنے والے اہل معانی کا گروہ ہے تو دوسری طرف قرآن کے انداز بیان اور محاورات کی تفہیم کیلئے عرب کی قدیم زبان وادب اور لغات واشعار کے ماہرین کا طبقہ ہے۔

اگر ایک طرف رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شمائل وسیر اور معجزات وخصائص کی تفصیلات سے افراد امت کو سرشار کرنے والے اصحاب سیر ہیں تو دوسری طرف قلوب مؤمنین میں حب رسول کی شمع روشن کرنے والے نعت گو شعراء اور میلاد خوانوں کا گروہ ہے۔

اگر ایک طرف دینی علوم کو آنے والی نسلوں میں منتقل کرنے والے اصحاب درس وتدریس ہیں تو دوسری طرف عقل وحکمت کے دلائل سے عقائد اسلام کو مسلح کرنے والے حکماء ومتکلمین کا گروہ ہے۔

اگر ایک طرف نبوت کے علوم ومعارف کے ذخائر کو تحریر کے ذریعے محفوظ کرنے والے مصنفین ہیں تو دوسری طرف بحث واستدلال کے میدان میں اسلام کی طرف سے دفاع کرنے والے مناظرین کا طبقہ ہے۔

اگر ایک طرف مساجد میں اجتماعی نظام عبادت کی قیادت کرنے والے ائمہ کرام کی جماعت ہے تو دوسری طرف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض انجام دینے والے واعظین کا وسیع گروہ ایک جہاں کے لوگوں کی عقل حیران ہے کہ اسلام کی اشاعت وبقا کے یہ سارے انتظامات اتنی قلیل مدت میں کیونکر وجود میں آگئے۔ سینکڑوں انواع واصناف کے خانوں میں تقسیم ہونے والے ان طبقات کا گہرا مطالعہ کیجئے تو آپ واضح طور پر محسوس کریں گے کہ اگر ایک نظام سلطنت کی طرح یہ سارا ساز وسامان صرف اس لئے وجود میں آیا تا کہ دنیا میں اسلام کو ہمیشہ بالادستی حاصل رہے۔

اسباب وعلل کی بنیاد پر واقعات کو جانچنے والی عقل کیا اس گتھی کو سلجھا سکتی ہے کہ وہ عرب جو صدیوں سے کفر وشرک، فواحش ومنکرات اور طرح طرح کی وحشت ودرندگی میں ڈوبا ہوا تھا، وہ پلک جھپکتے اندر سے باہر تک کیونکر بدل گیا۔

اخلاقی برائیوں سے کسی فرد یا جماعت کا تائب ہو جانا کوئی حیرت انگیز بات نہیں ہے اس طرح کے واقعات آئے دن پیش آتے رہتے ہیں۔ لیکن یہ بات معجزہ کی حد تک ضرور حیرت انگیز ہے کہ ملک کا ملک اپنا آبائی مذہب بدل دے۔ قبیلے کا قبیلہ اپنی خاندانی روایات سے منحرف ہو جائے۔ قوم کی قوم کا اپنے اس عقیدے سے تائب ہو جانا

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ وعلیٰ الک واصحابک یاسیدی یا حبیب اللہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ

جس پر وہ پیدا ہوتی تھی اور جسے اپنے آباؤ اجداد سے اس نے ورثے میں پایا تھا۔ اور تبدیلی کا ردعمل بھی اس بیکراں جذبے کے ساتھ کہ پرانے دین کا ایک ایک نشان جب تک مٹ نہیں گیا قرار نہیں ملا۔

اور کیا انسانی تاریخ میں اس واقعہ کی کوئی مثال مل سکتی ہے کہ ایک معصوم پیغمبر لگاتار تیرہ سال تک کفار مکہ کے لرزہ خیز مظالم کا سامنا کرتا ہے یہاں تک کہ ایک دن تنگ آ کر وہ مدینے کیطرف ہجرت کر جاتا ہے اور ابھی آٹھ سال بھی نہیں گزرنے پائے کہ وہی پیغمبر بارہ ہزار کا جرار لشکر اپنے جلو میں لئے ہوئے شاہانہ سطوت وجلال اور فاتحانہ کروفر کے ساتھ مکہ میں داخل ہوتا ہے۔ مکہ کے وہی باشندے جو ہجرت کی رات میں ننگی تلواریں لئے ہوئے اس کے قتل کا منصوبہ بنا کر آئے تھے اور جو ساری زندگی اس پر مظالم کے پہاڑ توڑتے رہے آج اس کے سامنے سر جھکائے ہوئے ایک شرم سار مجرم کیطرح عفوودرگزر کی بھیک مانگ رہے ہیں۔

عقل اس سوال پر دم بخود ہے کہ جانے والا تو مکہ سے اکیلا ہی گیا تھا۔ صرف سات سال میں یہ بارہ ہزار کا لشکر جرار اسکے پاس کہاں سے آ گیا۔ آخر یہ کون لوگ تھے جو توحید کا پرچم اٹھائے ہوئے مکہ میں داخل ہو رہے تھے جہاں لا الہ اللہ کہنا سماج کا سب سے بڑا جرم تھا کیا یہ کوئی آسمانی مخلوق تھی جو بادلوں کے راستے سے فرش خاک پر اتر آئی تھی، یا زمین نے دفینے کے بجائے آدمیوں کا لشکر اگل دیا تھا۔۔۔ آخر عشاق کی طرح اشارہ ابرو پر کٹ مرنے والے یہ دیوانے کہاں سے آ گئے تھے۔

اور انسانی فطرت کی یہ اعجوبہ کاری تو دیکھنے والوں کو انگشت بدنداں کر دیتی ہے کہ وہی مکہ جہاں بتوں کے خلاف وعظ تک برداشت نہیں تھا، آج وہیں بتوں پر ہتھوڑے چل رہے تھے اور سارا مکہ خاموش تماشائی تھا جن لوگوں نے اپنے باطل معبودوں کی حمایت میں مسلمانوں کا خون بہایا تھا، ظلم کے پہاڑ توڑے تھے۔ پیغمبر کو زخمی کیا تھا، حق پرستوں کو گھر سے بے گھر کیا تھا آج وہی لوگ خانہ کعبہ کے اندر سے اپنے فرضی خداؤں کی لاش اٹھا اٹھا کر باہر پھینک رہے تھے۔ اور اس قصے میں سر دھننے کی بات تو یہ ہے کہ صدیوں تک قلوب وارواح کی سرزمین پر حکمرانی کرنے والے مرکز عقیدت کو توڑتے ہوئے انہیں ذرا بھی قلق نہیں تھا۔ بلکہ ان کے سینے جوش مسرت سے لبریز تھے کہ آج خدائے وحدہ لاشریک کے حرم کو انہوں نے معبودان باطل کی آلائش سے پاک کر دیا تھا۔

عقل کہتی ہی کہ یہ تلواروں کا برپا کیا ہوا انقلاب ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یہ فکر و ذہن کا انقلاب تھا۔ یہ فطرت انسانی اندر چھپی ہوئی قوتوں کا انقلاب تھا۔ یہ عقیدہ توحید کے ساتھ روحوں کی گرویدگی اور دلوں کی نیازمندی کا انقلاب تھا۔

پھر دیکھنے والوں نے یہ بھی دیکھا کہ فتح مکہ کے بعد سارے جزیرہ عرب سے بتوں کی مصنوعی ہیبت اور فرضی خدائی کا جنازہ اس دھوم دھام سے اٹھا کہ تلوار اٹھانا تو بڑی بات ہے کوئی آنسو بہانے والا بھی نہیں تھا۔ اب عرب کے نئے جغرافیہ میں نہ بتوں کیلئے کوئی جگہ رہ گئی تھی اور نہ بتوں کے پرستاروں کیلئے۔ سارا عرب نعرہ توحید کے غلغلے سے گونج رہا تھا۔ قبول حق کے کیلئے دلوں کے دروازے اس طرح کھل گئے تھے کہ قلب وروح کی پوری بشاشت کے ساتھ لوگ فوج در

فوج اسلام میں داخل ہو رہے تھے۔ اور اتنا ہی نہیں بلکہ عہد رسالت کے ۲۳ سال پورے ہو چکنے کے بعد جب پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا سے پردہ فرمایا تو نہ صرف یہ کہ سارا جزیرہ عرب کفر و شرک کی نجاستوں سے پاک ہو چکا تھا بلکہ کئی لاکھ مربع میل وسعتوں میں پھیلی ہوئی اسلام کی ایک خود مختار اور مستحکم ریاست کا قیام بھی وجود میں آ چکا تھا۔

اس کے بعد اسلام کا سیل رواں زمین کے طول و عرض میں اس تیزی کے ساتھ پھیلتا گیا کہ خلفائے راشدین کے عہد میمون میں اسلامی اقتدار کا سورج خط نصف النہار پر جگمگانے لگا۔ اور ابھی ایک صدی بھی گزرنے نہیں پائی تھی کہ اس کی دھوپ ایشیا، یورپ اور افریقہ کے صحراؤں، پہاڑوں، ریگ زاروں، اور سارے، بحر و بر اور خشک و تر پہ پڑنے لگی۔

دلوں کو پگھلا دینے والی، فکر کو جگا دینے والی اور عقل کو لرزا دینے والی یہی وہ منزل ہے جہاں ہم اپنا قلم روک کر دنیا کے دانشوروں کے سامنے ایک سوال رکھنا چاہتے ہیں وہ سنجیدگی کے ساتھ غور فرمائیں کہ کیا دنیا میں اس سے پہلے بھی اس طرح کا کوئی روحانی، اخلاقی اور سیاسی انقلاب انہوں نے دیکھا ہے۔ طاقت کے ذریعے زمینوں، آبادیوں اور ملکوں پر قبضہ کرنے والے ایک سے ایک کشور کشا ہم نے دیکھے ہیں۔ جس نے قلعوں کی فصیلوں اور برجیوں پر اپنا جھنڈا گاڑنے سے پہلے دلوں کی سرزمین پر اپنا جھنڈا نصب کر دیا ہو۔ جس نے آب و گل کی دنیا میں اپنا سکہ رائج کرنے سے پہلے دلوں کی اقلیم میں اپنی عقیدت و محبت کا سکہ چلا دیا ہو۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلام تلوار کی طاقت سے پھیلا ہے انہیں اپنا دعویٰ ثابت کرنے کیلئے پہلے مکہ میں آنا چاہئے۔ وہاں تلوار پیغمبر کے ہاتھ میں نہیں تھی، کفار مکہ کے ہاتھوں میں تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہاں تلواریں بھی چلیں، نیزے بھی اٹھے، تیر بھی برسے اور طاقت بھی استعمال ہوئی لیکن اسلام کو پھیلانے کیلئے نہیں اسلام کی پیش قدمی روکنے کیلئے، اسلام قبول کرنے والوں کا کلیجہ دہلانے کیلئے، پیغمبر کی آواز کو کچلنے کیلئے، اور اپنے بتوں کا نعرہ بلند کر کے توحید کے پرچم کا مذاق اڑانے کیلئے۔

لیکن اس کے باوجود دنیا نے پہلی بار عشق و عقیدت اور ایمان و یقین کی گرویدگی کا یہ حیرت انگیز تماشہ دیکھا کہ لوگ تلواروں کی ضرب سے گھائل ہوتے رہے، پتھروں کی چوٹ کھاتے رہے، انگاروں پہ لوٹتے رہے، پگھلتے رہے، گرم گرم چٹانوں پر جلتے رہے اور قید و بند کی دردناک آزمائشوں میں سلگتے رہے لیکن کلمہ حق کے ساتھ والہانہ عقیدت کا نشہ تھا کہ اترنے کے بجائے چڑھتا ہی رہا۔

رسالت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخ کا مطالعہ کرتے وقت انسانی فطرت کا یہ تقاضا اگر نظر میں رکھا جائے تو اسلام کی حقانیت کا احساس دو چند ہو جائے گا اور وہ یہ کہ آدمی دل کی رغبت کے ساتھ وہیں قدم رکھتا ہے جہاں کوئی خطرہ نہ ہو۔ جہاں آرام اور منفعت کی کوئی اُمید ہو۔ سب جانتے ہیں کہ مکہ میں آسائش و منفعت کے سارے وسائل صنادید قریش اور کفار مکہ ہاتھوں میں تھے۔ رسول کے قریب آنے والوں کیلئے سوائے قید و بند، سوائے دار و رسن، اور سوائے اذیت و نقصان کے مادی آسائش و منفعت کی کون سی توقع تھی۔ لوگ دن رات اپنی آنکھوں سے یہ تماشا دیکھتے کہ جس نے بھی رسول کا کلمہ پڑھا اور اس کا جینا دوبھر ہو گیا۔ مکہ کی پوری آبادی درپے

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ وعلی الک واصحابک یاسیدی یا حبیب اللہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ

آزار ہوگئی۔ اب وہ ستایا جا رہا ہے تو کوئی اس کی حمایت میں کھڑا ہونے والا نہیں۔ خون کے رشتہ داروں سے کچھ توقع تھی تو وہ بھی قاتلوں، سفاکوں اور درندوں کی صف میں ہیں۔

اب عقلائے عالم ہی فیصلہ کریں کہ ان حالات میں فطرت انسانی کا تقاضا کیا ہونا چاہیے تھا۔ کیوں ایسا نہیں ہوا کہ لوگ کلمہ پڑھنے والوں کا حشر دیکھ کر عبرت پکڑتے اور ہرگز ایسے اقدام کا ارادہ نہ کرتے جس کے نتیجے میں ان کی اچھی خاصی زندگی طرح طرح کی اذیتوں میں مبتلا کر دی جائے۔

آخر نبی کی آواز میں وہ کون سی کشش تھی جس نے ان کی فطرت کو ہر طرح کے احساس زیاں سے بے نیاز کر دیا تھا۔ اور پھر آخر وہ کون سا جذبہ شوق تھا جس نے پروانوں کی طرح جل مرنے کی آرزو ان کے سینوں میں پیدا کر دی تھی اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ اظہار عشق کا انجام کیا ہوگا وہ بے محابا اپنے مقتل کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

ٹھیک ہی کہا ہے کہنے والوں نے کہ لذت اور آسائش کا مفہوم سب کے حق میں یکساں نہیں ہوتا۔ کوئی پھولوں کی سیج پر راحت محسوس کرتا ہے اور کچھ ایسے بھی وارفتگان محبت ہیں جنہیں کانٹوں کی نوک سے گھائل ہونے میں مزہ ملتا ہے۔

یہی حال مکہ کے ان فیروز بختوں کا تھا جن کے دلوں میں اچانک یقین کی شمع روشن ہوئی اور وہ آن واحد میں بے حجاب جلووں کے تماشائی بن گئے۔ انہوں نے کھلی آنکھوں سے دیکھا کہ کونین کی ارجمندی نبی کے قدموں میں مچل رہی ہے۔ والہانہ جذبہ شوق میں اٹھے اور نبی کے قدموں کے نیچے اپنے دل بچھا دیے۔

نبی کے چہرے میں خدائے ذوالجلال کی تجلیوں کا نظارہ کرنے والوں نے جلتی ہوئی چٹانوں پر اخلاص و وفا کا نقش ثبت کر کے دنیا کو بتا دیا کہ اسلام تلواروں کا مذہب نہیں عشق و وارفتگی کا مذہب ہے۔ اسلام طاقت کا مذہب نہیں، سپردگی کا مذہب ہے۔ اسلام جارحیت کا مذہب نہیں صبر و ضبط کا مذہب ہے۔ اسلام جبر و اکراہ کا مذہب نہیں محبت و دل ربائی کا مذہب ہے۔ اسلام زر، زن، اور زمین کی رشوتوں کا مذہب نہیں، نبی کے اخلاق کی کشش، نبی کے چہرہ پر نور کی طلعت زیبا، نبی کے کردار کے تقدس سیرت کی پاکیزگی اور نبی کے لائے ہوئے دین کی سچائیوں کا دین ہے۔

مکہ کی سرزمین پر شہیدان عشق و وفا کے لہو کا ہر قطرہ پکارتا ہے کہ پیغمبر نے تلوار چلا کر نہیں، قرآن سنا کر اسلام پھیلایا ہے۔ اور مکہ کی گلیوں اور بازاروں میں پتھروں کی چوٹ سے گھائل ہونے والے مظلوموں کا ہر زخم آواز دیتا ہے کہ قبول کرنے والوں نے خوف سے نہیں شوق سے اسلام قبول کیا ہے۔ دل پہلے مؤمن ہوا اس کے بعد زبان نے کلمہ پڑھا۔ قہر و جبر سے گردن جھکانے کیلئے جلووں کی کشش چاہیے، یہ راز تو وارفتگان شوق ہی بتا سکتے ہیں کہ حسن ازل کی کس تجلی سے ان کے قلوب گھائل ہوئے اور آنکھوں کی پتلیوں میں خدائے واحد و قدیر کا کون سا جلوہ انہوں نے دیکھا تھا کہ ایک نگاہ بندہ نواز پر متاع زندگی تک کو انہوں نے نثار کر دیا۔ اور عشق و عقیدت کا نقطہ عروج تو یہ ہے کہ دم نکل رہا ہے لیکن قدموں میں مچلنے کی آرزو پوری بشاشت کے ساتھ زندہ ہے۔

جو لوگ بدر و اُحد کے معرکہ کو سامنے رکھ کا اسلام پر تلوار اٹھانے کا الزام رکھتے ہیں وہ مکہ کے مقتل کا معائنہ کیوں نہیں کرتے، وہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ وعلی الک واصحابک یاسیدی یا حبیب اللہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ

غار ثور میں جھانک کر حق کی مظلومی کا رقت انگیز منظر کیوں نہیں دیکھتے وہ شعب ابی طالب میں قیدیوں کی بے قرار اور سوگوار راتیں کیوں نہیں دیکھتے۔ وہ تاریخ سے یہ کیوں نہیں پوچھتے کہ مکہ میں اسلام کے پھیلنے کی ابتدا کس طرح ہوئی تھی۔ کس کے قہر و جبر سے لوگ اندھیری راتوں اور پہاڑی گھاٹیوں میں چھپ چھپ کر اسلام قبول کرتے تھے۔

مکہ کے نہتے اور کمزور مسلمانوں نے کس کے مظالم سے تنگ آ کر اپنا پیدائشی وطن چھوڑ دینا گوارا کر لیا اپنے نبی کو وہ نہیں چھوڑ سکے۔

وہ یہ کیوں نہیں دیکھتے کہ مکہ میں اسلام اس وقت سے پھیل رہا تھا جب بدر و اُحد کے معرکے کسی کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں تھے۔ مکہ میں اسلام اس وقت سے پھیل رہا تھا جب تلوار اسلام کے ہاتھ میں نہیں اسلام کے دشمنوں کے ہاتھ میں تھی۔

اس لئے تاریخ کی اس سچائی کے سامنے ہر شخص کو سر تسلیم کر دینا چاہیئے کہ اسلام دنیا میں اس لئے پھیلا کہ اسلام ہی انسان کا فطری مذہب ہے۔ جس نے بھی اسلام قبول کیا اس نے جبر کا نہیں اپنی فطرت کا تقاضا پورا کیا۔ مکہ ہی میں نہیں دنیا کے جس خطے میں بھی اسلام کی دعوت پہنچی اس کی پذیرائی کیلئے صرف سلیم فطرت کی ضرورت تھی۔ بالکل اسی طرح جس طرح ایک پیاسا پانی پینے ٹوٹتا ہے، اسلام کے چشمہ صافی پر بھی سلیم الفطرت انسانوں کی پیاسی روحیں بے تحاشا ٹوٹ پڑیں۔ پیاسے کو پانی پینے کیلئے رشوت نہیں دینی پڑتی،، جبر نہیں کرنا پڑتا۔ پیاسا ہونا ہی اس بات کی ضمانت ہے کہ جب تک پیاس نہیں بجھے گی وہ پانی کی تلاش میں سرگرداں رہے گا۔

کچھ اس طرح کا معاملہ اسلام کے ساتھ بھی پیش آیا سعید روحیں صدیوں سے کسی چشمہ صافی کی تلاش میں تھیں جیسے ہی یہ خبر پھیلی کہ عرب میں رسالت کی سرزمین سے رحمت و نور کا ایک چشمہ پھوٹا ہے تشنگان شوق معرفت بے ساختہ اپنے اپنے گھروں سے نکل پڑے۔ راہ طلب میں دنیا نے بڑی رکاوٹیں کھڑی کیں لیکن گزرنے والے کانٹوں سے نہیں برچھیوں کی نوک پہ قدم رکھ کر گزر گئے۔ آخر ایک دن فیروز بختیوں کی سحر طلوع ہوئی اور جذبہ طلب کے اخلاص نے رسول کونین کی جلوہ گاہ میں انہیں پہنچا دیا۔ صدیوں کی پیاسی روح بادہ توحید سے اس طرح سیراب ہوئی کہ حوض کوثر ہی پر وہ دوسرے جام کی تمنا کرے گی۔

پس درود و سلام کی لگاتار بارش ہو اس جان رحمت پر جس کے تلوؤں کے دھوون سے آب حیات کو حیات جاوداں ملی۔ درود و سلام کے مہکتے ہوئے پھولوں سے معطر رہے خواب گاہ اس زینت کون و مکاں کی جس نے اسلام کا گھر اس خوبی سے بسایا کہ ایک چراغ سے ہزاروں چراغ روشن ہوئے۔ ایک قطرہ اتنا پھیلا کہ دریاؤں کو بہالے گیا۔ ایک ذرہ اتنا بلند ہوا کہ آسمانی رفعتوں تک پہنچ گیا۔ ایک پھول کی خوشبو اس طرح پھیلی کہ چمن چمن مہک اٹھے۔

عقل حیران ہے کہ اس پیکر زیبا کے کس کس جلوہ کا تماشا دیکھے اور اس کے فضل و جمال کے کن کن نگار خانوں کا نظارہ کرے۔ یہاں تو عالم یہ ہے کہ جدھر دیکھئے اسی کے فیض کے چشمے لہرا رہے ہیں۔ جس طرف نظر اٹھائیے ایک ہی تجلی ہزاروں رنگ میں بکھری ہوئی ہے۔ جہاں جائیے پروانوں کا ہجوم، جس صحرا میں قدم رکھئے دیوانوں کا شور۔

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش پہ طرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگایئے تیری ہی داستان ہے

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ وعلیٰ الک واصحابک یاسیدی یا حبیب اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ وعلیٰ الک واصحابک یاسیدی یا حبیب اللہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ

خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت علامہ مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، لاہور

حضرت علامہ مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ لاہور نے ۱۲ ربیع الاوّل ۱۹۶۴ء ساڑھے نو بجے شب ریڈیو پاکستان لاہور کی طرف سے جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مقدس محفل میلاد میں تقریر فرمائی جو قارئین استانہ کے استفادہ کیلئے پیش کی جا رہی ہے۔

۱۲۔ ربیع الاوّل شریف: اللہ تعالیٰ کے قدسی نور کے ظہور کا مبارک دن ہے۔ جس میں محبوب رب العالمین سید المرسلین شفیع المذنبین افضل الانبیاء خیر الوریٰ مصلح اعظم محسن انسانیت حضور سراپا نور، فداہ ابی وامی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خاکدانِ عالم پر قدم رکھنا تھا کہ ہدایت کا سورج طلوع ہوا۔ انسانیت کے مرجھائے ہوئے باغ میں بہار آئی۔ ایمان اور اخلاق حق وصداقت کی اجڑی ہوئی بستیاں آباد ہوئیں۔

یہ دن خوشی و مسرت کا دن ہے۔ تشکر و امتنان کا دن ہے۔ یہ اس خیر البشر کی میلاد کا دن ہے جس کی نظیر، جس کا مثیل نہ پیدا ہو نہ ہوگا۔

رحمۃ للعالمین جس کی شان ہے

مقام محمود جس کا مقام ہے

ماینطق عن الھویٰ جس کا کلام ہے

روح الامین جس کا غلام ہے

ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی جس کا پیغام ہے۔

وللاٰخرۃ خیر لک من الاولیٰ جس کا انجام ہے۔

قاب قوسین اوادنیٰ جس کا صعود ہے۔

والنجم اذا ھویٰ جس کا نزول ہے۔

سبحٰن الذی اسریٰ جس کا سفر ہے۔

ما زاغ البصر وما طغیٰ جس کی نظر ہے۔

والضحیٰ واللیل اذا سجیٰ جس کا چہرہ انور ہے۔

وداعیًا الی اللہ باذنہ جس کی غرض ہے۔

اوّل ما خلق اللہ نوری جس کی ابتداء ہے۔

ما کان محمدٌ ابا احد من رجالکم ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین جس کی انتہا ہے۔

انا اعطینٰک الکوثر جس کو عطا ہے۔

شاھدًا ومبشرونذیرا جس کی ادا ہے۔

اذا خذا اللہ میثاق النبیین جس کا عہد و پیمان ہے۔

لقد من اللہ علی المؤمنین میں جسکے احسان کا بیان ہے۔

مسلمان اگر اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری کی نیت سے کاروبار لین دین، اور رہن سہن کرے۔ تو اس کا ہر عمل عبادت بن جاتا ہے

الیوم اکملت لکم دینکم سے جسکا دین ناسخ ادیان ہے

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ سے جس کا منصب ہے۔

خیر اُمۃ اخرجت للناس جس کی امت کا لقب ہے

یا یھاالذین امنوا لا ترفعو اصواتکم فوق صوت النبیّ جس کا ادب ہے۔

انما انا بشر مثلکم جس کی صورت ہے

قد جاء کم من اللہ نور جس کی حقیقت ہے۔

ورفعنا لک ذکرک سے جس کی رفعت ہے

ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبیّ میں جس کی عظمت ہے۔

وما ارسلنک الا کافۃ للناس میں جس کی رسالت ہے۔

وکان فضل اللہ علیک عظیما جس کی نعمت ہے۔

انا فتحنالک فتحامبینا کی جس کو بشارت ہے

انک لعلی خلق عظیم جس کی عادت ہے۔

مارمیت اذ رمیت ولکن اللہ رما جس کا عمل ہے۔

ما کان اللہ لیعذبہم وانت فیھم میں جس کی امن ہے

علمك مالم تكن تعلم جس کی تعلیم ہے

تعزروه وتوقروا جس کی تعظیم ہے

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ میں جس کا ضابطہ حیات ہے۔

نزلنا علیك الكتاب تبيانا لكل شيئ جس کی کتاب ہے۔

آج دنیائے اسلام میں اس خیر البشر کی ولادت باسعادت کی خوشی میں جشن مسرت منایا جارہا ہے۔ اور اس فخر نبی آدم کی عظمت وشان کے ترانے گائے جارہے ہیں۔ اور اس محسن انسانیت کی عقیدت ومحبت کے اظہار کیلئے تقریبات منائی جارہی ہیں۔ جس نے تہذیب وتمدن، علم واخلاق کی بنیاد ڈالی۔ قوموں اور ملکوں کو ایک بنایا۔ انسان کے دل میں عظمت الٰہی کا سکہ جمایا۔ امیری غریبی کے اختیارات اور مختلف زبانوں، مختلف رنگوں، مختلف نسلوں کے تفاوت اور تعصبات کو مٹایا۔ اور کس خوش اسلوبی سے دین واحد کے رشتے سے متحد، متفق، ہم خیال، ہم اعتقاد اور ہم آواز بنایا۔

آیئے! آج ہم اپنے آقا ومولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

ولادت کے جشن مسرت کے موقع پر ان کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کا عہد کریں اور آپ کی سیرت پاک کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں جس میں ضروریات زندگی کے لئے مکمل ضابطہ حیات ہے۔ انسان کے فطری تقاضوں کی تکمیل ہے۔ روح اور جسم ہر دو کی تسکین کا سامان ہے جن سے صحیح عرفان حاصل ہوتا ہے۔ اور اسی عرفان سے قلب سلیم منور ہوتے ہیں۔ یاد رکھئے کہ مذہبی تعلیم میں بحیثیت مذہب ضروری ہے کہ اس میں روحانیت موجود ہو۔ اگر کسی مذہب میں روحانیت موجود نہیں۔ تو اسے مذہب کہنا غلط ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر حکم میں روحانیت کی جلوہ گری ہے۔

عبادات کے علاوہ معاملات اور اخلاق کے مسائل بھی روحانیت کا پہلو لئے ہوئے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا۔ مسلمان اگر اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری کی نیت سے کاروبار، لین دین، اور رہن سہن کرے۔ تو اس کا ہر عمل عبادت بن جاتا ہے۔

حقوق العباد کے متعلق فرمایا۔ تم اس وقت تک کامل مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک تم اپنے بھائی کیلئے وہ چیز پسند نہ کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو۔

باہمی تعاون کے متعلق ارشاد فرمایا "نیکی اور خدا ترسی کی جملہ اقسام میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔

عدم تعاون کے بارے میں فرمایا گناہ اور سرکشی کے اختتام میں ایک دوسری کی اعانت کرو۔

کسی کی حق تلفی کے بارے میں فرمایا کہ قیامت میں غصب کردہ مال گلے کا طوق بنا دیا جائے گا۔

علم وحکمت کے حصول کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا۔ کہ حکمت مسلمان کی گم شدہ چیز ہے جہاں پائے اس کو حاصل کرے۔

اخلاق کے بارے میں فرمایا۔ تم میں وہ بہتر ہے جو اخلاق میں بہتر ہو۔

برادرانہ رشتے کے متعلق فرمایا کہ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

آج ہم اگر حضور نور مجسم، فخر بنی آدم، سید عرب والعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان فرمودات پر عمل کرنے لگیں۔ تو صحیح معنی میں عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تقریبات منانے کے اہل قرار پائیں گے اور آپ کی رضا وخوشنودی حاصل کر سکیں گے۔

آیئے! آج ہم اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے جشنِ مسرت کے موقع پر ان کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کا عہد کریں اور آپ کی سیرت پاک کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں جس میں ضروریات زندگی کے لئے مکمل ضابطہ حیات ہے۔

مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مکتوبات امام ربانی کے آئینے میں

پروفیسر عبدالباری صدیقی

مَا اِن مَدحتُ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِی لٰکِن

مَدحتُ مَقَالَتِی بِمُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بہ سخن نہ من ستو دم ذات محمدی را

لکن باسم احمد بستودہ ام سخن را

مکتوبات امام ربانی کا ہر ہر لفظ عشق ومحبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ڈوبا رچا بسا ہے، دراصل آپ کے مکتوبات کا عنوان ہی عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اس لیے آپ نے مقام وحقیقت مصطفویہ کو انتہائی والہانی انداز میں سمجھانے کی کوشش فرمائی ہے۔ تاکہ ہماری عقل وفکر کا محور آپ ہی کی ذات اقدس رہے اور ہمارا قدم اتباع رسالت میں لغزش کھانے سے بچا رہے۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے بار بار اپنے مکتوبات میں یہی فرمایا ہے کہ "محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رضائے رب العالمین کا نمونہ ہیں حضرت شیخ درویش کو تحریر فرماتے ہیں کہ "محبوب اپنے محب کی پسند ہوتا ہے، اس لیے اس نے اپنے محبوب کو وہ سب کچھ عطا فرما دیا جو اس کے پاس تھا، اسی لیے ارشاد فرماتا ہے کہ **اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیمٍ** ۔ بلاشبہ یقیناً آپ خلق عظیم کے پیکر مجسم ہیں۔ اس طرح آپ کو "خلق عظیم" کی مسند منور پر جلوہ افروز فرما کر ساری کائنات پر واضح فرما دیا کہ آپ ہی سارے نبیوں اور رسولوں میں امتیازی شان سے اپنی تمام جلوہ فرمائی کے ساتھ صراط مستقیم راہ ہدایت اور سیدھے راستے کے مالک وصاحب ہیں"

اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِینَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیمٍ ط

یعنی: بلاشک آپ ہی کو تمام پیغمبروں میں برگزیدہ قرار دے کر صراط مستقیم کا حامل بنا دیا گیا اور یہی نہیں، بلکہ آپ ہی کو صراط مستقیم قرار دے کر ہدایات صادر فرما دیں کہ دیکھو، اسی کی پیروی کرو، کسی اور راستے کی طرف بھٹک نہ جانا ورنہ دوزخ (عتاب خلد) تمہارا مقدر بن جائے گی۔ ارشاد ایزدی ہے کہ

اِنَّ ھٰذَا صِرَاطِی مُسْتَقِیمًا فَاتَّبِعُوہُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ۔

یعنی۔ بلاشبہ یہی تو ہے میری صراط مستقیم تو پھر اسی کی پیروی کرتے رہو اور دوسرے راستوں کی پیروی مت کرو۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اس طرح ارشاد ایزدی کے مطابق آپ کی ملت بھی صراط مستقیم قرار پائی اور آپ کے دین کے علاوہ ہر دین کو مغضوبوں اور گمراہوں میں شامل فرما کر ان کی پیروی سے ممانعت فرمائی، اسی لیے خود ارشاد نبوی کے

الصلوٰة والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ وعلیٰ آلک واصحابک یاسیدی یا حبیب اللہ الصلوٰة والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ

مطابق اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات اقدس کو نعمت کبریٰ قرار دیا تاکہ ساری کائنات اس عطیہ نعمت کے بدلے اس کا شکریہ ادا کرتی رہے آپ ساری مخلوقات کیلئے اعلامیہ برحق اور ہدایت ربانی ہیں۔اسی لیے آپ کو حسن سیرت کا نمونہ کامل بنا کر اس نے مبعوث فرمایا محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد تو یہی ہے۔

"اظہارا للشکر واعلاما للخلق وهداية لهم خير الهدیٰ هدی محمدٍ صلی اللہ علیه وسلم ۔"

یعنی ۔اظہار شکر اعلام خلق اور ان کی ہدایت کی غرض سے سیرت محمدی کو خیر وخوبی کی سیرت کا نمونہ بنا دیا۔

اور یہ بھی محبوب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمادیا ہے کہ۔

"ادبنی ربی فاحسن تادیبی"

یعنی میرے رب نے مجھے آداب واخلاق کی تعلیمات دیں تو پھر اچھے سے اچھے نمونے سے آداب واخلاق کے زیور سے آراستہ فرمادیا۔

اس طرح آنسرور محبوب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ صرف ہمہ کمالات اسمائی وصفاتی کے جامع ہیں بلکہ ان سب کمالات اسمائی وصفاتی کے مظہر اتم بھی ہیں، اس حقیقت سے یہ بات خود بخود لازم آجاتی ہے کہ جو بھی آپ کا منکر ہے وہ کمالات اسمائی وصفاتی کا منکر بھی ہوا اور منکر رسول منکر خدا ہونے کی وجہ سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے مقہور ومغضوب بن گیا۔حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

"ہم چنیں است انکار از آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام انکار از جمیع کمالات اسمائی وصفاتی وتصدیق او تصدیق است بجمیع آنہا" (۹۲)

اور انہیں کمالات اسمائی وصفاتی کا مظہر معراج محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اللہ تعالیٰ نے خود اپنی خوشی سے اپنی انوار وتجلیات کی نعمتوں سے آپ کو اتنا اور اس قدر فیضیاب فرمایا کہ مسرت وخوشی کے مارے خوش خوش ہو کر آپ جھوم جھوم اٹھے ،حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ کتنے کمال کی نعمت کبریٰ ہے کہ اپنے محبوب کو بلا کر اپنی بارگاہ میں اپنے پاس بلا کر اپنے جلووں کی بارش میں اپنے دیدار سے سرفراز فرمایا، اسی لیے آپ تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"شب معراج آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیدار خداوند سے اس دنیا میں نہیں اس دنیائے آخرت میں سرفراز ہوئے ، زمان ومکان سے بالاتر ہو کر اور کائنات کی حدود سے کہیں آگے نکل کر آپ نے اپنی چشم مبارک سے آنِ واحد میں بلا حجاب ازل وابد کا مشاہدہ فرمایا ایسے عالم میں کہ ہدایت ونہایت (ابتداء وانتہا) ایک نقطے پر مرکوز ومتحد دکھائی دے رہی تھیں پس آپ کی یہ رویت دراصل رویت آخرت ہے، اور اس عالم بالا میں دیدار خداوندی سے آپ سرفراز ہوئے اس کے بھی علماء قائل ہیں۔

آپ کا یہ تبصرہ **فاوحی الی عبدہٖ ما اوحی** کی منہ بولتی تفسیر ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بصیر وعلیم وخبیر جل شانہٗ نے علم وتعلیم کی ہر منزل سے بیک جنبش چشم فیض یاب فرما کر جتنی بھی کائنات اس نے تخلیق فرمائی ہیں۔خواہ ہم ان سے واقف ہیں یا ناواقف اس کا اور ان کی مخلوقات کا باخبر وبابصیرت عام وشاہد کون

ومکان وزمان بنادیا۔ اس لیے کسی بھی نوع کا علم ہو، علم الیقین ہو یا عین الیقین حق الیقین ہو اس سے بھی ماورا اور ماورا کا علم اس قادر مختار ومطلق نے اپنی مرضی ومنشاء سے اپنے محبوب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ودیعت فرمادیا ہے اس لیے ماضی، حال اور مستقبل کے تمام تصورات اپنی بابصیرت بالغ نظر مبارک ومقدس آنکھوں پر مرتکز فرما کر ان کے مشاہدات یا تجربات عواقب ونتائج حشر اور نشر کا علم حاصل کرنے کی جو طاقت اللہ تعالیٰ نے آپ کو ودیعت فرمائی ہے اس کا منکر خود قرآن اور اللہ جل شانہ کی قدرت کا منکر ہے۔

اس مناظر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارگاہ الٰہی کی محبوب ترین، مقرب ترین اور برگزیدہ ترین ہستی ہوئے اسی بنا پر حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ آپ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے افضل ہوئے۔ اگرچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے عالم انسانیت کا امام بنایا، **اِنِّی جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا** اور سید البشر محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدایت فرمائی کہ **اِتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا** حضرت ابراہیم کی ملت حنیفہ کی پیروی کی جائے پھر بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آپ کی فضیلت امر بدیہی ہے۔ کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے خلیل ہیں اور آپ اس کے حبیب ومحبوب ہیں مخدوم زادہ حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ کو تحریر فرماتے ہیں کہ

فضل کلی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آنسرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مرکوز ہے اور ان دونوں میں آپ افضل ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خلیل اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حبیب یعنی محبوب ہیں۔ اس لیے آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے افضل ہوئے۔

''اور اسی محبت کی نشانی یہ ساری کائنات ہے۔ یہی محبت محرک ہوئی تو مخلوقات کا ظہور عمل میں آیا اگر محبت محرک نہ ہوتی تو پھر تخلیق وایجاد کا یہ مظاہرہ ہی نہ ہوتا، اسی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا حسن دہلوی کو تحریر فرماتے ہیں کہ اس فقیر پر جو کچھ منکشف ہوا ہے وہ یہی ہے کہ تعین وظہور حبی ہی منشائے ظہورات اور مبداء خلق مخلوقات ہے سب سے پہلے جو شئے ظاہر ہوئی وہ حب ہے اگر حب ومحبت نہ ہوتی تو تخلیقات وایجادات کا دروازہ ہی نہ کھلتا یہیں یہ اس حدیث کا مفہوم سمجھ میں آجاتا ہے کہ **لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ** اگر آپ نہ ہوتے تو پھر میں اس کائنات کو آخر کس کی خاطر پیدا کرتا۔'' (۹۵)

پس حقیقت محمدی ہی تعین اوّل حقیقت وجودی کا مرکز ومحور ثابت ہوئی اسی بنا پر حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ حقیقت محمدی کو ''حقیقۃ الخلائق'' قرار دیتے ہیں ارشاد فرماتے ہیں کہ

''حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''ظہور اوّل'' اور ''حقیقۃ الحقائق'' ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسری تمام حقیقتیں مثلاً حقیقت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور حقیقت ملائکہ سب اسی کے ظلال ہیں اسی سے منعکس ہیں اس لیے وہ سب حقائق کی اصل ہے، اسی لیے اسے (حقیقت محمدی) حقیقۃ الحقائق کہتے ہیں، خود آپ کا ارشاد ہے کہ اوّل خلق اللہ نوری، اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جو چیز پیدا کی وہ میرا نور ہے یہ بھی آپ نے فرمایا ہے کہ **خُلِقْتُ مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنْ نُوْرِی۔** مجھے اللہ کے نور سے پیدا کیا گیا اور تمام مؤمن میرے نور سے پیدا ہوئے ہیں''۔

اہمیت حدیث ازروئے قرآن

علامہ محمد شریف الحق امجدی

حدیث کی اہمیت

یہ بات ہر دیندار مسلمان کو معلوم ہے کہ دین کے اصول وفروغ اعتقادیات عملیات سب کی بنیاد قرآن واحادیث ہیں۔ اجماع امت اور قیاس کی جو بھی حیثیت ہے وہ کتاب اللہ واحادیث ہی کی بارگاہ سے سند ملنے کے بعد ہے اور یہ دونوں واجب الاعتقاد والعمل ہونے میں مساوی درجہ رکھتے ہیں احادیث سے انکار کے بعد قرآن پر ایمان کا دعویٰ باطل محض ہے اس لئے کہ قرآن مجید نے ایک نہیں سینکڑوں جگہ رسول کی اطاعت واتباع کا حکم دیا ہے وہ بھی اس طرح کہ رسول اللہ کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت قرار دیا ارشاد ہے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔

(النساء۔۸۰)

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی رسول کی بعثت کا مقصد ہی یہی قرار دیا کہ اس کی اطاعت کی جائے۔ فرمایا

وَمَا اَرْسَلْنَاكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ

(النساء۔۶۴)

ہم نے رسول کو اسی لئے بھیجا ہے کہ اللہ کے اذن سے اس کی اطاعت کی جائے۔

جگہ جگہ فرمایا اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو کہیں فرمایا جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی وہ بڑا کامیاب ہوا جس نے اللہ کی اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ ضرور گمراہ ہوا کہیں فرمایا کہ مؤمن کی شان یہ ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول کسی معاملہ میں فیصلہ کیلئے بلائیں تو بلا دریغ یہ کہے کہ ہم نے سنا اور مانا ارشاد ہے۔

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا۔ (النور۔۵۱)

مؤمنوں کو جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جائے تاکہ وہ ان کے مابین فیصلہ کر دیں تو ان کو سمعنا وطعنا کہنا ہی ضروری ہے۔ جن لوگوں نے رسول کے فیصلہ کو تسلیم کرنے میں چون وچرا کیا ان کے بارے میں صاف صاف فرمادیا کہ وہ مؤمن نہیں۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ (النساء۔۶۵)

الصلوۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ وعلیٰ الک واصحابک یاسیدی یا حبیب اللہ الصلوۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ

ترجمہ۔ تیرے پروردگار کی قسم یہ لوگ مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپس کے تنازعات میں تمہیں حاکم نہ مان لیں اور پھر اس فیصلہ پر اپنے جی میں کوئی کھٹک نہ پائیں اور اس کو کما حقہ مان لیں۔

یہاں تک کہ رسول کے پکارنے کو اللہ نے اپنا پکارنا قرار دیا۔ فرمایا۔

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ ○ (الانفال۔۲۴)

اے ایمان والو! جب اللہ اور رسول تمہیں پکاریں تو فوراً حاضر ہو۔

رسول کی نافرمانی تو بڑی بات ہے نافرمانی کی سرگوشی پر بھی پابندی لگادی گئی ہے۔ ارشاد ہے۔

یا ایھا الذین امنوا اذا تناجیتم فلا تتناجوا بالاثم والعدوان ومعصیت الرسول ○ (المجادلہ۔۹)

اے ایمان والو؛ چپکے چپکے کوئی بات کرو تو گناہ سرکشی اور رسول کی نافرمانی کی بات نہ کرو۔

حتی کہ رسول کی نافرمانی کو منافقین کا طریقہ بتایا۔ فرمایا۔

واذا قیل لھم تعالوا الی ما انزل اللہ والی الرسول رایت المنافقین یصدون عنک صدودا ○ (النساء۔۶۱)

جب ان سے کہا جائے کہ اللہ نے جو اتارا ہے اس کی طرف اور رسول کی طرف آؤ تو آپ دیکھیں گے کہ یہ منافق آپ سے منہ موڑ لیتے ہیں۔

یہاں تک کہ دوزخی دوزخ میں حسرت سے یہ کہیں گے۔

یوم تقلب وجوھھم فی النار یقولون یٰلیتنا اطعنا اللہ واطعنا الرسولا ○ (الاحزاب۔۶۶) جب یہ لوگ آگ میں الٹ پلٹ کر بھونے جائیں گے تو کہیں گے کاش ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور رسول کی اطاعت کی ہوتی۔

یہاں تک کہ رسول کے فیصلہ کے بعد ایمان والوں کا یہ اختیار اللہ عزوجل نے سلب کرلیا کہ وہ مانیں یا نہ مانیں بلکہ انہیں سر تسلیم خم کرنا ہی ہے۔ ارشاد ہے۔

وما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی اللہ رسولہ امرا ان یکون لھم الخیرہ من امرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالا مبینا ○

(کسی مؤمن مرد یا عورت کو یہ گنجائش نہیں کہ اللہ و رسول کوئی فیصلہ کردیں تو انہیں اپنے معاملہ میں کوئی اختیار باقی رہے اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے وہ ضرور کھلا ہوا گمراہ ہے۔

رسول کی مخالفت پر بانگ دہل عذاب کی دھمکی ارشاد ہوئی

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ماتولی ونصلہ جھنم وسائت مصیرا ○ (النساء۔۱۱۵)

اس کے بعد کہ حق کا راستہ واضح ہو چکا جو بھی رسول کی

مخالفت کرے اور ایمان والوں کے راستہ کو چھوڑ کر اور کوئی راستہ چلے ہم اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے جہنم میں لے جائیں گے اور وہ بُرا ٹھکانہ ہے۔

فلیحذرا الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنتہ او یصیبھم عذاب الیم ۝ (النور۔۲۳)

ترجمہ۔ جولوگ رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیے کہ دنیا میں ان پر کوئی مصیبت نہ آن پڑے یا آخرت میں دردناک عذاب میں مبتلا نہ ہوں۔

قرآن مجید کے ان ارشادات پر غور کرو۔ قرآن مجید نے کس طرح جگہ جگہ اللہ کی اطاعت کے ساتھ رسول کی اطاعت کا حکم دیا اور اللہ کے ساتھ ساتھ رسول کی نافرمانی پر وعید فرمائی رسول کے بلانے کو اللہ نے اپنا بلانا قرار دیا یا رسول کی نافرمانی کیلئے سرگوشی بھی منع فرمائی رسول کے فیصلہ کو واجب التسلیم قرار دیا وہ بھی اس حد تک کہ جو رسول کے فیصلے کو نہ مانے اس میں ذرا بھی تردد کرے وہ مؤمن نہیں رسول کے حکم سے روگردانی کرنے والوں کو منافق فرمایا رسول کے حکم کو اس درجہ واجب الاتباع قرار دیا کہ رسول کے حکم کے بعد نہ ماننے کا کسی مؤمن کو حق نہ دیا جو نہ مانے اس کیلئے جہنم کی وعید سنائی کیا یہ سب باتیں اس کی دلیل نہیں کہ جس طرح اللہ عزوجل کا ہر ارشاد واجب التسلیم ہے اسی طرح رسول کا بھی ہر فرمان واجب الاعتقاد والعمل ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ اور رسول کے مابین تفریق کرنے والوں کو صاف صاف سنا دیا۔

و یریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نومن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذالک سبیلا اولئک ھم الکفرون حقًا واعتدنا اللکفرین عذاب مھینا ۝

(النساء۔۱۵۱)

اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول میں تفریق کر دیں اور کہتے ہیں کچھ کو ہم مانتے ہیں اور کچھ کو ہم نہیں مانتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے بیچ میں راستہ بنالیں یہ لوگ ٹھیک کافر ہیں ہم نے کافروں کیلئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

تو رسول کو واجب الاتباع نہ ماننے کا مطلب ہوا ان آیتوں کا انکار اور قرآن مجید کی کسی ایک آیت کا انکار پورے قرآن کا انکار ہے۔

افتومنون ببعض الکتب وتکفرون ببعض ۝ (البقرہ۔۸۵)

کیا کچھ کتاب پر ایمان لاتے ہو اور کچھ کے ساتھ کفر کرتے ہو؟

غور کیجئے بہت سے وہ احکام ہیں جو قرآن مجید میں مرکوز نہیں صرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمائے اور وہ بھی قرآن کی طرح واجب العمل قرار پائے مثلاً

☆ ''اذان'' قرآن پاک میں کہیں مذکور نہیں کہ نماز پنجگانہ کیلئے اذان دی جائے مگر اذان عہد رسالت سے لے کر آج تک شعار اسلام رہی ہے اور رہے گی۔

☆ ''نماز جنازہ'' قرآن میں اس کے بارے میں کوئی حکم نہیں مگر یہ بھی فرض ہے اس کی بنیاد ارشاد رسول ہی ہے۔

☆ بیت المقدس کو قبلہ بنانے کا قرآن میں کہیں حکم نہیں مگر تحویل

قبلہ سے پہلے بھی نماز کا قبلہ تھا یہ بھی صرف ارشاد رسول ہی سے تھا۔

☆ جمعہ وعیدین کے خطبے کا کہیں قرآن میں حکم نہیں مگر یہ بھی عبادت ہے اس کی بنیاد صرف ارشاد رسول ہی ہے۔۔۔ اور وہ بھی اس شان سے کہ اگر اس میں کوئی کوتاہی ہوئی تو کوتاہی کرنے والوں کو تنبیہ کی گئی مثلا ایک بار جمعہ کا خطبہ ہو رہا تھا اسی اثناء ایک قافلہ آ گیا کچھ لوگ خطبہ چھوڑ کر چلے گئے اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی۔ **وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَائِمًا قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ** ٥ (الجمعہ۔۱۱) انہوں نے جب کھیل یا تجارت کو دیکھا تو اس کی طرف دوڑ پڑے اور آپ کو خطبے میں کھڑا چھوڑ گئے تم فرماؤ وہ جو اللہ کے پاس ہے کھیل اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ کا رزق سب سے اچھا ہے۔

☆ یہ صرف اسی بناء پر ہے کہ قرآن کیطرح ارشاد رسول بھی واجب الاعتقاد والعمل ہے اس میں بھی کوتاہی کی وہی سزا ہے جو قرآن کے فرمودات میں کوتاہی کی ہے۔

علاوہ ازیں قرآن خدا کی کتاب ہے، واجب القبول ہے یہ کیسے معلوم ہوا؟ اللہ عزوجل نے آسمان سے لکھی لکھائی جلد بندی ہوئی کتاب تو نازل نہیں کی اور اگر لکھی لکھائی جلد بندھی بندھائی کتاب اتارتا تو کیسے معلوم ہوتا کہ یہ خدا کی کتاب ہے کہیں سے بھی اڑ کر آ سکتی ہے کوئی فریب کار کسی خفیہ طریقہ سے کہیں پہنچا سکتا ہے اگر جبرئیل یا کوئی فرشتہ لے کر آتا تو کیسے پہچانتے کہ یہ جبرئیل یا فرشتہ ہے کوئی جن کوئی شیطان، کوئی شعبدہ باز یہ کہہ سکتا ہے کہ میں جبرئیل ہوں میں فرشتہ ہوں یہ خدا کی کتاب لایا ہوں غرضیکہ رسول کے مطاع ماننے سے انکار کے بعد قرآن کے کتاب اللہ ہونے پر کوئی یقینی قطعی دلیل نہیں رہ جاتی ساری دلیلوں کا منتہا یہ ہے کہ رسول نے فرمایا یہ خدا کی کتاب ہے یہ جبرئیل ہیں یہ آیت لے کے آئے ہیں۔ کتاب اللہ کی معرفت اور کتاب اللہ لے کر آنے والے ملک مقرب جبرئیل کے معرفت، قول رسول ہی پر موقوف ہے اگر رسول کا قول ہی نا قابل قبول ہو جائے تو کتاب اللہ کا کوئی وزن نہیں رہ جائے گا غور کیجئے رسول نے لاکھوں باتیں ارشاد فرمائیں انہیں میں یہ فرمایا مجھ پر یہ قرآن نازل ہوا مجھ پر یہ آیت نازل ہوئی مجھ پر یہ سورت نازل ہوئی سننے والے صحابہ کرام نے ان کو کتاب اللہ جانا اور مانا اور جن ارشادات کے بارے میں یہ نہیں فرمایا احادیث ہوئیں اب کوئی بتائے ایک منہ سے دو قسم کی باتیں نکلیں ایک قسم مقبول اور دوسری مردود یہ کس منطق سے درست ہو گا ایک قسم کو مردود قرار دینے کا مطلب ہو گا دوسری قسم کو بھی مردود قرار دینا غرضیکہ حدیث کے نا قابل قبول ماننے کے بعد قرآن کا بھی نا قابل قبول ہونا لازم ہے۔

علاوہ ازیں اگرچہ قرآن کریم میں تمام چیزوں کا بیان ہے مگر ان میں کتنی چیزیں ایسی ہیں جو ہمارے لئے مجمل اور مبہم ہیں مثلاً احادیث کو نا قابل اعتبار ٹھہرا دیا جائے تو پھر ان عبادات پر عمل کیسے ہو گا کیونکہ ان سب کی ہیئت ان سب کی تفصیل احادیث ہی سے معلوم ہوئی ہے خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

صلو کما رایتمونی اصلی اس طرح نماز پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو عبادات سے قطع نظر قرآن مجید کی

سینکڑوں آیات وہ ہیں کہ اگر ان کی توضیح احادیث میں مذکور نہ ہوتی تو وہ لاینحل رہ جاتیں مثلاً ارشاد ہے۔

الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروثانی اثنین اذھما فی الغار اذیقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا ۰(التوبہ۔۴۰)

اگر تم رسول کی مدد نہ کرو گے (تو رسول کا کچھ نہیں بگڑے گا) اللہ نے ان کی اس وقت مدد کی جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لے جانا ہوا صرف دو جان سے جبکہ دونوں غار میں تھے جب رسول اپنے ساتھی سے فرماتے تھے غم نہ کھا اللہ ضرور خود ہمارے ساتھ ہے۔

احادیث سے قطعہ نظر کر کے کوئی بتا سکتا ہے کہ کافروں نے کیا شرارت کی تھی رسول کو کہاں سے باہر تشریف لے جانا پڑا یہ ساتھی کون تھے یہ غار کون تھا اور کیوں ساتھی کو تسلی تشفی دینے کی حاجت پیش آئی دوسری جگہ فرمایا

لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ ۰(التوبہ۔۲۵)

اللہ نے بہت سی جگہوں میں تمہاری مدد فرمائی۔

یہ جگہیں کون کون ہیں صرف قرآن سے کوئی بتا سکتا ہے اور فرمایا:

وعلی الثلثہ الذین خلفوا ۰(التوبہ۔۱۱۸)

ان تینوں پر اللہ کی مہربانی ہوئی جن کے معاملہ کو ملتوی فرما دیا گیا تھا۔

یہ تینوں کون تھے ان کا معاملہ کیا تھا کیوں ان کا معاملہ ملتوی کیا گیا کیا بغیر احادیث کے ان سوالوں کے جوابات دینا ممکن ہے اور ارشاد ہے۔

لمسجد اسس علی التقویٰ من اول یوم احق ان تقوم فیہ ،فیہ رجال یحبون ان یتطھروا ۰(التوبہ۔۱۰۸)

جس مسجد کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ پہلے ہی دن سے اس لائق ہے کہ آپ اس میں نماز پڑھیں اس میں ایسے لوگ ہیں جو اچھی طرح پاکی پسند کرتے ہیں۔

یہ مسجد کون سی ہے یہ لوگ کون ہیں احادیث سے قطع نظر کر کے کوئی بتائے تو؟

یہ چند مثالیں ہیں ورنہ قرآن میں اس کی صدہا مثالیں موجود ہیں کہ اگر احادیث میں ان کی توضیح نہ ہوتی تو ان کا ابہام کسی طرح دور ہی نہیں ہو سکتا تھا۔

میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان کے بعد قول رسول کو حق نہ تسلیم کرنے کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔ اسی وجہ سے عہد صحابہ سے لے کر آج تک تمام امت بلانکیر منکر قرآن کی طرح احادیث کو واجب الاعتقاد واجب العمل مانتی چلی آئی ہے۔

اے باغ مدینہ کے تاجدار
ایجاد کی بہار
سلام سلام

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ وعلی آلک واصحابک یاسیدی یا حبیب اللہ

اُنسٹھ فضائل اقدس حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

مولوی عابد میاں دیوبندی کی تحریر

یہ مضمون دیوبندی حضرات کے مولوی عابد میاں کی کتاب رحمۃ للعالمین سے لیا گیا ہے۔ اس کتاب پر دیوبندی اکابر مفتی محمد شفیع دیوبندی، مفتی کفایت اللہ دھلوی، مولوی شبیر احمد عثمانی، مولوی عبدالشکور لکھنوی، مولانا حبیب الرحمٰن دیوبندی، مولوی اعزاز علی دیوبندی وغیرھم کی تقاریظ موجود ہیں دیوبندی حضرات کو چاہیئے کہ اپنے اجلاس میں برکات بیان کریں۔ (ادارہ)

روضة الاحباب:

فضیلت پہلی: حق تعالیٰ جل شانہ نے آں حضرت صلی
اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پاک اور منور روح کو اپنے نور پاک سے تمام مخلوق
کی ارواح سے پہلے پیدا کیا اور آپکی روح پاک تمام ارواحوں کی اصل
اور جڑ ہے کہ آپ کی روح منور سے تمام مخلوقات کی ارواح کو پیدا کیا۔
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا آں حضرت
صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کہ میں اصل پیدائش کے اعتبار سے تمام
نبیوں سے اوّل ہوں اور ظاہر ہونے کے اعتبار سے میں سب سے آخر
ہوں اور حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں آیا ہے کہ آں حضرت صلی
اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا کہ تمام مخلوقات سے پہلے کیا چیز پیدا ہوئی
تھی فرمایا کہ اے جابر رضی اللہ تیرے پیغمبر کا نور سب سے پہلے پیدا اور
آشکارا ہوا۔

فضیلت دوسری: یہ ہے کہ ازل میں تمام نبیوں سے پہلے اللہ تعالیٰ نے عہد لیا کہ جب ہمارا حبیب دنیا میں پیدا ہو کر تشریف لائے اور تم اگر اس ہمارے حبیب کے زمانہ کو پاؤ تو اس پر ایمان لاؤ اور اُس کی مدد کرو۔ چنانچہ قرآن پاک میں موجود ہے کہ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتَابٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ۔

اب فرض کیجئے کہ انبیاء علیہم السلام اگر آپ کے زمانہ کو پاتے تو ان پر یہ بات فرض تھی کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی فرمانبرداری کرتے اور یہ بات حدیث شریف سے بھی ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر موسیٰ علیہ السلام میرے زمانہ کو پاتے تو انکو میری اتباع کے سوا کچھ بن نہ آتا۔

فضیلت تیسری: یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے ہر پیغمبر کو قرآن پاک میں اُن کے نام کے ساتھ خطاب فرمایا کہ یا آدم یا ابراھیم یا داؤد وغیرہ وغیرہ لیکن بخلاف ہمارے پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ آپ کو نام کے ساتھ کسی جگہ خطاب نہ فرمایا آپ کی تعظیم وتوقیر کے

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا سیّدی یا رسول اللہ وعلٰی الک واصحابک یاسیّدی یا حبیب اللہ

سب سے بلکہ آپ کو القاب اور اوصاف سے یاد فرمایا کہ یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ اور یَا اَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ وغیرہ وغیرہ اور اگر قرآن شریف میں کہیں آپ کے اسم شریف کا ذکر فرمایا تو وہ بھی بغیر خطاب کے صفت نبوۃ اور رسالت کے ساتھ چنانچہ ارشاد ہے کہ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور وَمَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ اور لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُفٌ رَّحِیْمٌ ۔ وغیرہ وغیرہ۔

فضیلت چوتھی یہ ہے کہ اگلی امتوں کو جائز تھا کہ وہ اپنے پیغمبروں کا نام لے کر پکاریں لیکن امت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ہرگز جائز نہیں کہ آپ کا نام لے کر کوئی پکار سکے چنانچہ ارشاد ہے کہ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا ۔ ۝

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اس آیت شریف کے نزول کا سبب یہ ہے کہ صحابہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گفتگو میں یا محمد یا ابا قاسم کہا کرتے تھے کہ حق تعالیٰ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم اور تکریم کیلئے ان کو منع فرمادیا اس آیت شریفہ کے نزول کے بعد پھر صحابہ آپ کو یارسول اللہ یا نبی اللہ کہہ کر پکارتے تھے۔

فضیلت پانچویں یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات شریف اور مبارک زندگی کی قسم کھائی ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ لَعَمْرُکَ اِنَّھُمْ لَفِیْ سَکْرَتِھِمْ یَعْمَھُوْنَ اور آپ کے شہر مبارک کی قسم کھائی ہے کہ لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے کسی نبی اور رسول کی حیات کی قسم نہیں کھائی سوائے ہمارے حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور آپ کی ہدایت کی قسم کھائی کہ وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوٰی اور آپ کی رسالت کی قسم کھائی ہے کہ یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ اور آپ کی محبت کی قسم کھائی کہ وَالضُّحٰی وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی ۝ اور آپ کے خلق عظیم کی قسم کھائی کہ نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ بِمَجْنُوْنٍ ۔ وَاِنَّ لَکَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ۔ ط

فضیلت چھٹی یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ کو جوامع الکلم اور وہ کمال عنایت فرمایا کہ کل زبانیں موجودات کی علوی ہوں یا کہ سفلی اُس کو آپ جانتے تھے حتی کہ ایک پرندہ نے کسی منزل پر آپ کے حضور میں اپنے پر اور بازو کو بچھا کر فریاد کی آپ نے اس کی فریاد سن کر فرمایا کہ تم میں سے کسی نے اس کا بچہ پکڑ لیا ہے؟ تب ایک صحابی نے عرض کیا کہ میں نے پکڑا ہے۔ فرمایا کہ اس کا بچہ اسے دے دو چنانچہ دے دیا گیا۔

فضیلت ساتویں: یہ ہے کہ نصرت دیئے گئے آپ ایک مہینہ کی راہ تک کہ آپ کا رعب اور دبدبہ اور ہیبت کفار کے دل پر ایسی تھی کہ گویا وہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے خوفناک حاضر ہیں۔

فضیلت آٹھویں یہ ہے کہ لوٹ کا مال کہ جو جہاد میں ملے وہ آپ پر اور آپ کی اُمت پر حلال کیا گیا پہلے پیغمبروں کو جب لوٹ کا مال ملتا تو غنیمت کا مال ایک جگہ جمع کرتے اور آسمان سے ایک شعلہ آتا اور سب مال کو جلا دیتا۔

فضیلت نویں یہ ہے کہ تمام زمین آپ کے اور آپ کی امت کیلئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مسجد بنادی کہ جہاں چاہیں نماز پڑھیں اور پہلی امتوں کو یہ وقت تھی کہ وہ سفر میں ایک مسجد کاٹھ کی ہمراہ رکھتے تھے اور اس میں نماز پڑھتے تھے اور پانی نہ ملے تو خاک پر تیمم بجائے وضو کے درست فرمایا اور اگلی امتوں کو تیمم کا حکم نہ تھا۔ سبحان اللہ! یہ آسانی صرف حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کیلئے ہے۔

فضیلت دسویں یہ ہے کہ آپ تمام مخلوق پر مبعوث ہوئے اور اگلے نبی صرف اپنی اپنی قوم پر نبی ہو کر آئے تھے۔

فضیلت گیارہویں یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جہاد میں بمقابلہ کفار کے ملائکہ سے مدد فرمائی اور یہ مرتبہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں میں سے کسی کو نہ دیا۔

فضیلت تیرہویں یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دونوں عالم کیلئے رحمت کا باعث گردانا چنانچہ ارشاد ہے کہ **وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ**۔

فضیلت چودہویں یہ ہے کہ آپ کے مبعوث ہونے کے قبل شیاطین آسمان پر جاتے تھے مگر آپ کے مبعوث ہونے سے وہ روکے گئے۔

فضیلت پندرھویں یہ ہے کہ کبھی کبھی حضرت اسرافیل علیہ السلام بھی آپ کی خدمت بابرکت میں آتے رہتے تھے۔ حالانکہ بجز آپ کے وہ کسی پیغمبر پر نازل نہ ہوئے۔ اور اخبار میں وارد میں ہے کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام ان کی دائیں جانب تھے اور حضرت میکائیل علیہ السلام ان کی بائیں جانب تھے اس وقت حضرت اسرافیل علیہ السلام نے مجھے اختیار دیا کہ میں بادشاہی لوں یا بندگی اور پیغمبری تب میں نے بندگی اور پیغمبری اختیار کی اور میں نے حضرت اسرافیل علیہ السلام کی دونوں آنکھوں کے درمیان تمام چیزوں کو دیکھا۔

فضیلت سولھویں یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنی کتاب میں انبیاء علیہم السلام کی توبہ کا جہاں ذکر فرمایا وہاں اُن کی لغزش کا بھی ذکر فرمایا چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا **وعصى ادم ربه فغوى ثم اجتبٰه ربه فتاب عليه وهدى**۔ اور حضرت نوح علیہ السلام کی شان میں فرمایا کہ **فلا تسئلن ما ليس لك به علم انى اعظك ان تكون من الجهلين**۔ اور حضرت یونس علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا **وَذَا النون اذ ذهبَ مُغاضِبًا فظَنَّ اَن لَّن نقدر عليه فنادى فى الظلمٰت ان لا اله الا انت سبحنك انى كنت من الظلمين ۔ فاستجبنا له ونجينه من الغم** اور حضرت داؤد علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا **يٰداوٗد انا جعلنٰك خليفةً فى الارض فاحكم بين الناس بالحق ولا تتبع الهوٰى فيضلك عن**

سبیل اللہ ۔لیکن ہمارے حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں فرمایا **انا فتحنا لك فتحا مبینا لیغفرلك اللہ ما تقدم من ذنبك وما تاخر** اپنے محبوب کا ذکر آیا تو فتح خیر کو مقدم رکھا اور اس کے بعد گذشتہ اور آئندہ گناہوں کی مغفرت کا ذکر فرمایا۔اور مفسرین نے لکھا ہے کہ ماتقدم سے مراد خطائے (آدم علیہ السلام ہے اور ماتاخر سے مراد خطائے امت ہے کہ جس کا وقوع قیامت تک ہوگا۔

سترھویں فضیلت یہ ہے کہ جو کچھ انبیاء سابقین کو اللہ تعالیٰ نے سوال سے عطا فرمایا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بغیر مانگے مرحمت فرمایا چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا **ولا تخزنی یوم یبعثون** اور یہاں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں فرماتا ہے کہ **یوم لا یخزی اللہ النبی والذین امنوا معہ** اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ **رب اشرح لی صدری** اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں فرمایا **الم نشرح لك صدرك** ۔

اٹھارھویں فضیلت یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر مبارک خود اللہ جل شانہ نے بلند اور بالا فرمایا کہ جہاں ذکر باری تعالیٰ ہو وہاں ذکر محمد رسول اللہ بھی ہو۔

اُنیسویں فضیلت یہ ہے کہ آپ کی تعظیم کیلئے ازواج مطہرات کو مؤمنین کی مائیں بنادیا اور اُن کے ساتھ نکاح حرام کردیا۔

بیسویں فضیلت یہ ہے کہ نفل نماز آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجودیکہ بیٹھ کر ادا فرماتے لیکن آپ کو قیام کا ثواب ملتا تھا بخلاف اوروں کے کہ بیٹھ کر پڑھتے ہیں تو آدھا ثواب ملتا ہے۔

اور صحیح مسلم میں عبداللہ بن العاص سے مروی ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھتا کیا ہوں کہ آپ بیٹھ کر نماز ادا فرمارہے ہیں میں نے عرض کیا کہ حضور نماز بیٹھ کر ادا فرماتے ہیں۔فرمایا کہ ہاں **ولکن لست کاحد منکم** یعنی میں تم جیسا نہیں ہوں بلکہ بدرجہا تم سے افضل و برتر ہوں۔

اکیسویں فضیلت یہ ہے کہ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے سامنے دیکھتے تھے اسی طرح پیچھے بھی دیکھتے تھے اس پر یہ حدیث روشن دلیل ہے کہ **اقیموا الرکوع والسجود فواللہ انی اراکم من وراء ظهری** ۔یعنی رکوع اور سجدہ برابر کرو قسم اس پاک ذات کی کہ بیشک میں تم کو اپنی پس پشت سے برابر دیکھتا ہوں۔

حضرت امام احمد حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جمہور علماء اس بات پر متفق ہیں کہ اس روایت سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آگے اور پیچھے سے آنکھوں سے دیکھنا ثابت ہوتا ہے۔اور حضرت امام زاہد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ ناصریہ میں ثابت کیا ہے کہ درمیان دو شانے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو آنکھیں سوئی کے سوراخ کے مثل تھیں ان کے ذریعے سے آپ دیکھتے تھے اور کوئی لباس اس روشنی کو چھپا نہیں سکتا تھا۔

بائیسویں فضیلت یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت پاک تمام شریعتوں کی ناسخ ہے اور آپ کی شریعت قیامت تک باقی رہے گی۔

تیئیسویں فضیلت یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم مبارک ایسا نورانی تھا کہ جس وقت آپ دھوپ اور چاندنی رات میں آمد ورفت فرماتے تو مطلقاً سایہ ظاہر نہیں ہوتا تھا۔ اور احادیث میں جو آیا ہے کہ جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ظاہری اعضا اور جوارح کیلئے خدائے پاک سے نور کو طلب کیا اور آخر میں فرمایا کہ **اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ نُوْرًا**۔ یعنی اے اللہ مجھے ہمہ تن نور بنادے۔ لہٰذا ایہاں سے سایہ نہ ہونے کی تصدیق اور تائید ثابت ہوتی ہے۔

جسمش نداشت سایہ والحق چنیں سزد
زیرا کہ بود جوہر پاکش ز نور حق

چوبیسویں فضیلت یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے آپ کو اپنا حبیب فرمایا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک جماعتِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بیٹھی تھی اور آپس میں یہ بات ہورہی تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے اپنا خلیل بنایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم بنایا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ بنایا اور حضرت آدم علیہ السلام کو صفی اللہ بنایا۔ اب یہی گفتگو ہورہی تھی کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہوئے اور فرمایا کہ میں نے تمہاری باتیں سنیں اور یہ درست ہے کہ ابراہیم خلیل اللہ اور موسیٰ کلیم اللہ اور عیسیٰ روح اللہ اور آدم صفی اللہ ہیں لیکن یہ بات گوش دل سے سُن لو کہ میں حبیب اللہ ہوں اور مجھے اس پر کچھ فخر نہیں ہے۔

پچیسویں فضیلت یہ ہے کہ دنیا اور مافیہا کو آپ کی ذات بابرکات پر حق تعالیٰ نے کھول کر ظاہر فرمایا اور آپ نے بعض حالات کی اپنے یاروں کو پیشینگوئی کرکے اگلی خبر بھی دیدی۔

چھبیسویں فضیلت یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا ہی میں اپنا جمال دکھایا اور کسی نبی کو اور رسول کو اس مرتبہ علیا سے مشرف نہ فرمایا۔

ستائیسویں فضیلت یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہترین قرون سے پیدا فرمایا۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ **بُعِثت من خیر قرون بنی ادم قرنا فقرنا حتی کنت من القرن الذی کنت فیہ**۔

اٹھائیسویں فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہتر سے بہتر قبیلوں سے پیدا کیا اور آپ کے پیدا کرنے سے مؤمنین اور مخلوق پر احسان جتایا چنانچہ ارشاد ہورہا ہے۔ **لَقَدْ جَآءَکُمْ رسولٌ من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریصٌ علیکم بالمؤمنین رؤفٌ الرحیم** ۔ اور آں حضرت صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا **اِنَّ اللّٰہ اصطفٰی کنانہ من وُلد اسمٰعیل واصطفٰی قریشا من کنانۃ واصطفٰی من قریشٍ بنی ھاشم واصطفانی من بنی ھاشم** اور بکثرت حدیثیں اس مضمون میں ہیں۔

اُنتیسویں فضیلت یہ ہے کہ آپ کی امت کو بہترین امم فرمایا چنانچہ ارشاد ہے **کنتم خیر اُمّۃٍ اُخرِجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر**۔

تیسویں فضیلت یہ ہے کہ آپ کی امت کا اجماع کسی امر پر حجت قاطع ہے اور یہ بات کبھی کسی اگلی امت کو نصیب نہ ہوئی۔

الصلوٰة والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ وعلیٰ الک واصحابک یاسیدی یا حبیب اللہ الصلوٰة والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ

اکتیسویں فضیلت یہ ہے کہ آپ کی امت کبھی گمراہی پر متفق نہ ہوگی۔

بتیسویں فضیلت یہ ہے کہ آپ کی امت قیامت کے دن تمام امت پر گواہ بنے گی چنانچہ ارشاد ہے۔ **وکذلك جعلنكم اُمّةً وّسطالتكونوا شهدآءَ عَلَى النّاسِ۔**

تینتیسویں فضیلت یہ ہے کہ آپ کی امت تمام نبیوں کی امتوں سے تعداد میں حساب کے دن زیادہ ہوگی چنانچہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے **اَنَا اَكثَرُ الانبیآءِ تبعًا یَوم القیمة۔**

چونتیسویں فضیلت یہ ہے کہ بہشت کے چاروں طرف چاروں گوشے آپ کی امت سے بھرے ہوں گے چنانچہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ **انی لا رجوا اَنْ تكونوا ثلثَیْ اهل الجنة۔**

پینتیسویں فضیلت یہ ہے کہ آپ کی امت قحط عام سے کبھی ہلاک نہ ہوگی۔

چھتیسویں فضیلت یہ ہے کہ غیر دشمن اس امت پر غالب نہ ہوگا۔ چنانچہ سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کسی مسجد میں تشریف لے گئے اور دو رکعت نماز ادا فرمائی اور ہم نے بھی آپ کے ہمراہ نماز ادا کی آپ نے نماز کے بعد بڑی لمبی دعا مانگی اور جب کہ دعا سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ میں نے تین چیزیں اللہ تعالیٰ سے مانگیں۔ دو درخواستیں قبول فرمائیں اور ایک سے ممانعت فرمائی۔ اوّل یہ کہ میں نے چاہا کہ اللہ تعالیٰ میری امت کو قحط عام سے ہلاک نہ کرے پس قبول فرمائی۔ دوسری بار میں نے دعا کی۔ کہ خداوند میری امت کو غرق سے ہلاک نہ فرمائے جیسا کہ عام طوفان سے امتِ نوح علیہ السلام کو ہلاک فرمایا۔ یہ بھی قبول فرمائی اور ایک روایت میں آیا ہے کہ میں نے چاہا کہ میری امت کے سوا کوئی غیر دشمن غالب نہ ہو یہ بھی قبول فرمائی۔ تیسری بار میں نے دعا کی الٰہی میری امت کے درمیان اختلاف اور جنگ واقع نہ ہو لیکن اللہ تعالیٰ نے اس دعا سے مجھ کو منع فرمایا۔

سینتیسویں فضیلت یہ ہے کہ سختی اور تکلیف جیسی کہ پہلی امتوں پر ہوئی ہے یہ امت ان سختیوں اور تکالیف سے محفوظ ہے چنانچہ ارشاد ہے۔ **وَیضعُ عنهم اصرهم والاغلال التی كانت علیهم۔**

اڑتیسویں فضیلت یہ ہے کہ صفیں آپ کی امت کی مثل صفوں ملائکہ کے کی گئیں، **جُعِلَتْ صُفُوْفُنَا كَصُفُوفِ الملآئكة۔**

انتالیسویں فضیلت یہ ہے کہ کسی کو جائز نہ تھا کہ شہنشاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دربار میں کوئی اپنی آواز بلند کرے چنانچہ ارشاد ہے **یا یها الذین امنوا لا ترفعوا اَصْوَاتَكُمْ فوق صوت النبی ولا تجهرُوالَه بالقول كجهرِ بعضكم لبعضٍ اَن تحبط اعمالكم وانتم لا تشعرون ط**

چالیسویں فضیلت یہ ہے کہ نمازی نماز میں ہو اور حضور پکاریں تو نمازی پر واجب ہے کہ فوراً جواب دے اور خدمت میں حاضر ہو کر جو کچھ ارشاد ہو اُس کو بجالا کر اپنی باقی ماندہ نماز کو ادا کرے اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ نمازی جب تک

آپ کے حکم کی بجا آوری میں رہا وہاں تک گویا نماز ہی میں ہے۔

اکتالیسویں فضیلت یہ ہے کہ ہدیہ آپ کے واسطے بے کراہت کے حلال ہوا بخلاف دیگر حکام اور والیوں کے۔

بیالیسویں فضیلت یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قصداً جھوٹ باندھنا ایسا نہیں جیسا کہ عام لوگوں میں ایک دوسرے پر جھوٹ باندھتے ہیں بلکہ فحش ترین کبائر سے ہے نزدیک علماء شافیہ رحمہم اللہ اجمعین کے اور شیخ ابو محمد جوینی فقیہ نے مبالغہ کر کے کہا ہے کہ جو شخص قصداً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ باندھے وہ کافر ہے۔

تینتالیسویں فضیلت یہ ہے کہ جو شخص آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھے وہ صدق اور حق ہے۔

چوالیسویں فضیلت یہ ہے کہ قیامت کے روز سب سے پہلے آپ ہی اپنی قبر معطر و مطہر و منور سے اٹھیں گے۔

پینتالیسویں فضیلت یہ ہے کہ قیامت کے روز شفاعت کا مرتبہ آپ ہی کو دیا جائے گا اور آپ کی شفاعت چند قسم کی ہوگی۔

اوّل شفاعت عظمٰی درمیان اہل موقف کے اس وقت ہوگی کہ جب تمام انبیاء نا امید ہو جاویں گے اور آپ سے شفاعت کے ملتجی ہوں گے چنانچہ حدیث شریف سے ثابت ہے۔

دوسری شفاعت اس جماعت کے حق میں جو مستحق دخول دوزخ کی ہوگی۔ تیسری شفاعت اُس گروہ کے حق میں کہ جو دوزخ میں پڑ گیا ہو اور آپ کی شفاعت کے ذریعہ سے دوزخ سے نکالا جائے گا۔

چوتھی شفاعت اس گروہ کی شان میں کہ بہشت میں پہنچ گیا ہو گا اور آپ کی شفاعت سے اس کے مدارج اور مراتب میں ترقی کی جائے گی

پانچویں شفاعت بعض کفار کے حق میں ہوگی جیسا کہ ابوطالب کی شان میں ہوگی۔

چھٹی شفاعت اُن لوگوں کے حق میں ہوگی کہ جو مدینہ منورہ دم توڑ کر دُنیا سے گئے ہیں۔

چھیالیسویں فضیلت یہ ہے کہ اوّل وہ شخص کہ جس کی شفاعت قبول کی جائے گی وہ آپ ہی ہوں گے۔

سینتالیسویں فضیلت یہ ہے کہ لواحمد کے مالک قیامت کے دن آپ ہی ہوں گے۔

اڑتالیسویں فضیلت یہ ہے کہ افضل و اکرم اور تمام مخلوق کے پیشوا قیامت کے دن آپ ہی ہوں گے۔

انچاسویں فضیلت یہ ہے کہ سارے نبی اور رسول قیامت کے دن آپ ہی کے عَلَم کے نیچے ہوں گے۔

پچاسویں فضیلت یہ ہے کہ سب سے پہلے بہشت میں آپ ہی داخل ہوں گے۔

اکیاونویں فضیلت یہ ہے کہ حوض کوثر قیامت کے دن آپ ہی کی ملکیت ہوگی۔

باونویں فضیلت یہ ہے کہ مقام محمود قیامت کے دن خاص آپ ہی کیلئے ہوگا۔

تریپنویں فضیلت یہ ہے کہ وہ وسیلہ جو بہشت کے درجوں میں اعلیٰ درجہ ہے وہ آپ ہی کی ملک ہوگا۔

چونویں فضیلت یہ ہے کہ آپ اندھیرے میں ویسا ہی دیکھتے تھے جیسا کہ اُجالے میں۔

پچپنویں فضیلت یہ ہے کہ جماہی جو حرکت شیطانی ہے وہ آپ کو کبھی نہ آئی۔

چھپنویں فضیلت یہ ہے کہ آپ کے بدن اطہر پر کبھی مکھی نہیں بیٹھی۔

ستاونویں فضیلت یہ ہے کہ آپ کا خلق تمام مخلوق کے خلق سے بہتر تھا۔

اٹھاونویں فضیلت یہ ہے کہ حضور بہترین خلائق تھے از روئے صورت اور از روئے سیرت اور از روئے وجاہت اور از روئے کمالات۔

اُنسٹھویں فضیلت یہ ہے کہ انبیاء ورسل اپنے صحیفوں اور کتابوں میں آپ کا ذکر مبارک وصف اور لغت کے ساتھ کہ آپ ختم رسل ہیں اور آپ کی آمد آمد کی بشارت بیان کرتے چلے آئے۔ اسی طرح احبار اور رہبان اہل کتاب سب کے سب آپ کے ظہور رسالت کی پیشینگوئی سناتے رہے اور کاہنوں اور جناتوں نے آپ کی تصدیق نبوت پر گواہی دی اور بڑے بڑے علماء اکابرین عصر نے آپ کے ظہور کے متعلق خوابیں دیکھیں اور زمانہ آدم علیہ السلام سے تابہ عیسیٰ علیہ السلام ہر ایک نبی اور رسول نے آپ کے تشریف لانے کی خبر اپنی امت کو سنا کر آپ کی فرمانبرداری کی تعلیم کی۔ اَللّٰھُمَّ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ المستقیم بِجَاہِ النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔ آمین۔

سیرتِ رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم بزبانِ غوث اعظم رضی اللہ عنہ

تحقیق وترتیب: ڈاکٹر محمد ظفر اقبال نوری

اللہ کریم ہمارا خالق خود جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔

اُس نے کائنات کی ہر چیز کو حُسن وخوبی سے تخلیق فرمایا اور احسنِ تقویم کا تاج حضرتِ انسان کے سر پہ رکھ دیا۔ پھر انسانوں میں سے وہ عالی قدر انسان ممتاز، مکرم، برگزیدہ اور اللہ تعالیٰ کے مقرب ٹھہرے جنہیں اُس نے اپنی نبوت اور رسالت کیلئے منتخب فرمایا۔ نبیوں اور رسولوں کے اس سنہری سلسلے کے آخر میں وہ آیا جو انسانوں میں سب سے بڑا انسان، نبیوں میں سب سے بڑا نبی اور رسولوں میں سب سے بڑا رسول ہے۔

چونکہ اُسے سارے اچھوں سے اچھا سارے اونچوں سے اونچا، سب حسینوں سے زیادہ حسین اور سب باکمالوں سے زیادہ باکمال ہونا تھا اس لیے خالقِ حُسن وخوبی نے اس کا نام ہی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکھ دیا جس کا معنی ہے ایسی ذات جس کی زمانہ ماضی، حال اور مستقبل میں سب سے زیادہ، سب سے بڑھ کر، بار بار تعریف کی جاتی ہو۔

منشائے رب یہی تھی کہ ساری مخلوق اُس کے تخلیقی شہکار پیکر حسن کی تعریف کرتی رہے۔ اس لیے شجر وحجر اس کی محبت میں مچلنے لگے۔ شمس وقمر اس کے اشاروں پر چلنے لگے۔ زمین کی پنہائیوں اور افلاک کی وسعتوں میں اس کے نام کے ڈنکے بجنے لگے۔ جنت کی حوریں اور ملاء اعلیٰ کے فرشتے سب اسکی مدح وثنا کے طربیے چھیڑنے لگے۔ تعریف وتوصیف کا یہ سلسلہ حور وملک تک ہی محدود نہ رہا بلکہ وہ برگزیدہ ہستیاں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور رسول ہونے کا شرف بخشا تھا اُن کی مناجاتوں اور دعاؤں میں، حمدیہ ترانوں اور الہامی بشارتوں میں بھی اسی نام کی عزت وعظمت اور شان وشوکت کی روشنیاں جگمگانے لگیں۔

اور پھر زمان ومکان کا کوئی لحظہ اور کوئی گوشہ ایسا نہ رہا جو نامِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفعت ذکر سے معمور نہ ہو گیا ہو۔ ساری صدیوں، سارے سالوں، سارے مہینوں، سارے دنوں اور ساری راتوں میں یہی نام روشنی خوشبو اور تازگی بانٹنے لگ گیا۔ شاعروں کی نظم آرائیاں، ادیبوں کی ادب نوازیاں، فلسفیوں کی نکتہ سنجیاں، خطیبوں کی خوش گفتاریاں، علماء کی معانی آفرینیاں اور صوفیاء کی معارف شناسیاں سب کی سب اُس انسان کامل رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کے حوالے ہی سے معتبر، مستند اور محترم ٹھہرنے لگیں۔ اُس شہکار پروردگار کا حسن صورت اور جمال سیرت دوستوں کی محبتوں کا عنوان اور دشمنوں کے اعتراف عجز کا نشان بن گیا۔ یوں ہوتے ہوتے نعت اور سیرت کے مقدس الفاظ اُسی پیغمبر حسن وجمال کی مدح وثنا اور تذکرہ حیات کیلئے مخصوص ہو گئے۔ اپنوں اور بیگانوں کی زبانوں پر نعت اور سیرت کے پُرنور تذکرے آج تک جاری ہیں اور تا قیامت جاری رہیں گے۔ اہل ایمان کی زبانیں اسی نام سے حلاوت اور مٹھاس پاتی ہیں اور اُن کی سماعتیں اسی نام سے قرار تسکین اور راحت محسوس

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ وعلیٰ آلک واصحابک یاسیدی یا حبیب اللہ

کرتی ہیں۔عامی سے عامی مسلمان بھی ہر عالم کی زبان سے اُسی نام کا ذکرِ نور سننا چاہتا ہے۔ اور اس کے نزدیک وہی عالم، وہی مفکر، وہی محدث، وہی مفسر، سب سے زیادہ محترم ہوتا ہے جو سب سے زیادہ محبت سے اُس نبیوں کے نبی، رسولوں کے رسول اور غمزدوں کے غمگسار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر خیر کرتا ہے۔ میں کہ عامیوں میں سے بھی گیا گزرا مسلمان ہوں تاہم بحمد اللہ الکریم، حب رسول کا رزقِ لطیف اپنے خالق مالک کی عطا ہے۔اسی ذوقِ لطیف نے مجھ سے ایسی خطا کرائی جو ایک بیش بہا عطا کا سبب بن گئی۔

واقعہ کچھ یوں ہے کہ میں ایک روز حضور سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مجموعہ خطبات ''الفتح الربانی'' کا مطالعہ کر رہا تھا۔دو تین خطبات پڑھے سب کا عنوان توحید، خوفِ خدا، اور اصلاحِ نفس تھا۔معاً مجھے خیال آیا کہ ہم تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی بے حد عزت کرتے ہیں۔انہیں غوث صمدانی، قطب ربانی، محبوب سبحانی اور پیران پیر دستگیر ایسے انعامات سے یاد کرتے ہیں۔مگر یہ کیسی عجیب بات ہے کہ کتنے ہی صفحے ان کے خطبات کے میں نے پڑھ ڈالے ہیں انہوں نے کہیں بھی ہمارے آقا و مولا پیارے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف نہیں کی۔بس ایک خلش سی دل میں چبھنے لگی۔حیرانی و پریشانی کے عالم میں اپنی سوچ پر افسوس بھی ہوا مگر چاہنے کے باوجود اس خیال کو دل سے نکال نہ سکا۔ اللہ کریم کا فضل اور احسان دیکھئے کہ جیسے ہی میں نے اگلا ورق الٹا، اس پر نبی معظم رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ موتیوں کی طرح جگمگا رہے تھے۔مجھے اپنے خیال پر ندامت بھی ہوئی اور ذکرِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دل و جان کو قرار بھی نصیب ہوا۔دماغ پر بس ایک دھن سوار ہوگئی کہ اس کج خیالی کا کفارہ ادا کیا جائے اس نیت سے میں نے الفتح الربانی، فتوح الغیب، غنیۃ الطالبین، الفیوضات الربانیہ اور سیدی غوث اعظم سے منسوب فارسی دیوان سب کے سب چھان لیے۔جس جس ورق اور جس جس سطر میں مجھے ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی پھول مہکتا نظر آیا میں نے اسے چُن لیا۔اور یوں سیرتِ رسول اعظم بزبانِ غوثِ اعظم کا یہ حسین گلستان آباد ہوگیا۔اس کتاب کے چند اقتباسات نذرِ قارئین ہیں۔پڑھیے اور قلب و روح اجالئے اور مشامِ جان کو معطر کرنے کا سامان کیجئے۔

رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عالمگیر رسالت:

تمام اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم اللہ عز وجل کے رسول، تمام رسولوں کے سردار اور تمام نبیوں میں سے آخری نبی ہیں۔اللہ تعالیٰ نے انہیں تمام انسانوں اور تمام جنات کیلئے بھیجا۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وما ارسلنك الا كافة للناس

(ہم نے آپ کو تمام انسانوں کیلئے بھیجا ہے)

وما ارسلنك الا رحمة للعالمين

اور ہم نے آپ کو سارے جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے دوسرے انبیاء پر چار باتوں میں فضیلت عطا فرمائی ہے (اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ) مجھے تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہے۔

رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کا نزول:

ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب پر (بعثت سے قبل) ایک کیف انگیز آواز ڈالی گئی جس سے آپ کا قلب اہل وعیال سے بے نیاز ہوگیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہر سے باہر نکل کر غار حرا میں جا پہنچے جو طور سینا کا ایک ٹکڑا ہے۔ (اور پھر) وحی کی بادنسیم چلی۔ وہاں ایک غار تھا جس میں ایک عابد رہا کرتا تھا جسے ابو کبشہ کہا جاتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی جگہ پر تشریف لائے اور اپنے رب کی عبادت میں مصروف ہوگئے۔

آپ اسی حالت میں تھے کہ سچے خواب نظر آنے لگے (کہ ادھر کچھ دیکھا اور اُدھر) صبح کی پو پھٹنے کی طرح بجنسہ اس کا ظہور ہوا۔ دفعتاً ایک آواز ابھری اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ آپ یہ آواز سننے کے بعد تیزی سے اپنے گھر کی طرف لوٹے اور فرمانے لگے مجھے کمبل اوڑھا دو۔ مجھے چادر اوڑھا دو۔ مجھے ایک آواز سنائی دیتی ہے۔ کہا گیا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا انتظام کمبل اوڑھنے اور چادر لپیٹنے سے نہیں ہوسکتا یہ تو خدائی کارنامہ ہے اور اللہ اپنے ہر کام پر غالب ہے۔ (الفتح الربانی ملفوظات ص ۶۴)

رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعلان نبوت:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت عطا ہوئی۔ آپ نے اس کو برسوں چھپائے رکھا۔ یہاں تک کہ وجود ناز کھلنے لگا۔ پھر آپ کو حکم ہوا کہ جو کچھ تم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے اس کی تبلیغ کرو۔ (الفتح الربانی ملفوظات ص ۱۵۷)

رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب منور کی عظمت:

اصل دین خوف ہی ہے۔ جس کو خوف ہوتا ہے وہ اندھیرے سے اٹھ کر نکلتا ہے اور ایک جگہ پر نہیں ٹھہرتا بلکہ چلتا رہتا ہے۔ اللہ والوں کی رفتار کا منتہیٰ قرب خداوندی ہے۔ رفتار تو قلوب اور باطن ہی کی رفتار ہے۔ جب دروازے تک پہنچ جاتے ہیں۔ تو باطن داخل ہونے کی اجازت چاہا کرتا ہے۔ پس اسے اجازت مل جاتی ہے۔ اس کے بعد اس قلب کیلئے اجازت طلب کرتا ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب منور کا چاند بن گیا تھا اور چاند آفتاب بن گیا تھا۔ اور آپ کی جلوت خلوت بن گئی تھی آپ کا باطن ظاہر بن گیا تھا۔ (الفتح الربانی ملفوظات ص ۵۶۳)

رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے مثل نیند:

سونے کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صرف آنکھیں سوتی تھیں اور دل نہ سوتا تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس طرح سامنے سے دیکھتے تھے اپنے پیچھے سے بھی دیکھتے تھے۔ ہر ایک کی بیداری اس کے حال کے مقدار کے موافق ہوتی ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیداری تک تو کوئی پہنچ ہی نہیں سکتا۔

اور نہ ہی کسی میں طاقت ہے کہ آپ کی خاصیتوں میں سے کسی خاصہ میں آپ کا ساجھی بن سکے۔ (الفتح الربانی مجلس ۴۵)

رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بارگاہ الوہیت میں مقام قرب:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "میں اپنے پروردگار کے پاس رہتا ہوں وہ مجھ کو کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے" مطلب یہ تھا کہ معانی کی غذا کھلاتا ہے مرے باطن کو، روحانیت کا طعام کھلاتا ہے میری روح کو۔ وہ مجھے وہ غذا نوش کراتا ہے جو میرے لیے مخصوص ہے۔ اولاً آپ کو جسم وقلب کے ساتھ معراج حاصل ہوئی اور اس کے بعد آپ نے بدن کو دنیا میں رکھا اور اپنے قلب اور باطن سے اوپر چڑھے حالانکہ لوگوں کے سامنے موجود بھی رہے۔

(الفتح الربانی مجلس ۴۷)

رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ معراج:

والسمآء والطارق حق تعالیٰ نے قسم کھائی ہے آسمان کی اور اس ہستی کی جس نے آسمان کو کھٹکھٹایا تھا۔ اور اس کو کھٹکھٹایا تھا ہمارے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔ اس پر دستک دی تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمت نے اور اس کے بعد شب معراج آپ کے جسم اطہر نے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر کو ساتویں آسمان تک چڑھنا نصیب ہوا۔ اور آپ سے آپ کے پروردگار نے کلام فرمایا۔ اور آسمان کی سیر کے وقت آپ نے حق تعالیٰ کی زیارت کی چہرے کی آنکھوں سے بھی اور قلب کی آنکھوں سے بھی۔ زمین پر ہونے کی حالت میں زیارت کی قلب کی آنکھوں سے اور آسمان پر پہنچ کر زیارت کی چہرے کی آنکھوں سے۔

(الفتح الربانی ملفوظات۔ ص ۵۵۸)

ہم ایمان رکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شب معراج اپنے رب کو جسمانی آنکھوں سے دیکھا۔ دل کی آنکھوں سے ہی نہیں اور نہ خواب میں۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آیہ "**ولقد رءاہُ نزلۃ اُخریٰ**" کی تشریح میں فرمایا کہ میں نے اپنے رب کو روبرو دیکھا۔ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ عند سدرۃ المنتہیٰ کی تشریح میں فرمایا کہ میں نے اس کو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا یہاں تک کہ رب کے چہرے کا نور میرے سامنے ظاہر ہوا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آیت **وماجعلنا الرویا التی ارینک الا فتنۃ للناس** کی تفسیر میں فرمایا کہ رُؤیا سے مراد آنکھوں کا دیکھنا ہے۔ جو شب معراج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دکھایا گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلت ملی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلام اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیدار الٰہی عطا ہوا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو اپنی ظاہری آنکھوں سے دو مرتبہ دیکھا۔ یہ روایت حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس روایت سے معارض نہیں ہے۔ جو روایت کے انکار میں مروی ہے۔ اس لیے کہ اس میں نفی ہے اور ان احادیث میں اثبات ہے۔ اور مثبت کو منفی پر ہمیشہ مقدم رکھا جاتا ہے۔

الصلوۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ وعلی الک واصحابک یاسیدی یا حبیب اللہ الصلوۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لیے روایت کا اثبات فرمایا ہے۔ حضرت ابوبکر بن سلیمان کا قول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کا دیدار گیارہ مرتبہ کیا۔ نوبار کا ثبوت احادیث سے ملتا ہے۔ جب کہ آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ کے مابین تخفیفِ نماز کیلئے بار بار آئے گئے اور پچاس کی بجائے پانچ وقت کی نماز فرض ہوئی۔ یہ سنن نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے۔ اور دوبار اللہ تعالیٰ کا دیدار قرآن مجید سے ثابت ہے۔ (غنیۃ الطالبین)

رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ اعظم :

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ تمام معجزات دیئے گئے جو کسی پیغمبر کو نہیں دیئے گئے۔ بعض علماء نے ان معجزات کی تعداد ایک ہزار بتائی ہے ان میں سے ایک معجزہ عظیم قرآن مجید ہے۔ قرآن مجید کی ترتیب عبارت ایسے نرالے طریقے سے ہے جو کلام عرب کے تمام اسالیب بیان اور ان کے نظم و ترتیب سے جدا ہے۔ اس کی ترتیب و ترکیب، اس کی وضاحت و بلاغت، ہر فصیح و بلیغ کی فصاحت و بلاغت سے بلند تر ہے۔ اہل عرب اس کی ایک سورہ کی نظیر پیش کرنے سے عاجز آ گئے تھے۔ **"فاتو بعشر سوَرٍ مثله مفتريٰتٍ" فاتو بسورة مثلهٖ۔**

تم قرآن جیسی دس سورتیں از خود بنا کرلے آؤ اگر لا سکتے ہو۔ (لیکن لوگ نہ لا سکے) پھر فرمایا ایک ہی اس جیسی سورت بنا کر لے آ ؤ چنانچہ وہ ایک سورت بھی لانے سے عاجز رہے۔ باوجودیکہ تمام عالم سے ان کی فصاحت و بلاغت بڑھ چڑھ کر تھی۔ فصحائے عرب گنگ ہو گئے۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت تمام لوگوں پر ظاہر ہوئی۔ اور قرآن پاک آپ کا اسی طرح کا معجزہ قرار پایا جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا مبارک۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایسے زمانے میں مبعوث ہوئے تھے کہ ہر طرف ساحروں کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ جادوگروں کا طوطی بول رہا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جب ساحروں کا مقابلہ ہوا اور انہوں نے اپنے جادو کے کمالات دکھائے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا نے اژدہا بن کر رسیوں کے سانپوں کو نگل لیا۔ جادوگر مغلوب ہو گئے۔ وہ ذلیل ہو کر لوٹے اور بے اختیار ہو کر سجدے میں گر پڑے، یا جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کر دیتے اور مادر زاد نابینا اور کوڑھ میں گرفتار لوگوں کو تندرست کر دیتے تھے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت ایسے زمانہ میں ہوئی تھی جو بڑے بڑے ماہر فن طبیبوں کا دور تھا۔ لوگ ان کے سامنے ایسے لاعلاج مریضوں کو پیش کرتے جو حاذق طبیبوں کے علاج سے شفایاب نہ ہو سکتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ معجزہ دیکھ کر آخر کار تمام طبیب ان کے فرمانبردار ہو گئے۔ اور ایمان لے آئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فن طب اور مہارت فن میں ان سب سے آگے بڑھ گئے اور صاحب معجزہ ثابت ہوئے۔ چنانچہ قرآن پاک کی فصاحت اور اس کا اعجاز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مُردوں کو زندہ کرنا۔ (غنیۃ الطالبین)

رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذی شان معجزات :

حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگلیوں سے پانی کا چشمہ جاری ہونا، تھوڑا سا کھانا بکثرت لوگوں کیلئے ہو جانا، زہریلی بکری کے اعضا کا یہ کہنا کہ ہمیں تناول نہ فرمائیں ہم زہریلے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذی شان معجزات ہیں۔ چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا، اونٹ کا کلام کرنا، کھجور کے تنے کا رونا درخت کا آپ کی خدمت میں چل کر حاضر ہونا، بھی آپ کے معجزے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کی مانند، یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح اندھوں کو بینا کر دینا، مُردوں کو زندہ کر دینا یا حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی طرح کے معجزات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس لیے ظاہر نہیں ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ان کی تکذیب کر کے ہلاکت میں نہ پڑے۔ جس طرح پہلی امتیں ہلاک ہو گئی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **وما منعنا ان نرسل بالآیات الا ان کذب بھا الاولون**

ہم کو سابقہ معجزوں کی طرح اپنی نشانیاں بھیجنے سے اس مصلحت وحکمت سے روکا کہ اگر یہ بھی تکذیب کریں گے تو ہلاک ہو جائیں گے۔ ایک اور وجہ یہ بھی تھی کہ اگر سابقہ نبیوں کی طرح آپ بھی بالکل ویسے ہی معجزے لاتے تو لوگ کہتے کہ آپ کوئی نئی بات لائے نہیں۔ آپ نے خود ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ الاسلام کے بارے میں یہ باتیں فرمائی ہیں۔ آپ بھی اُن کے تبعین میں سے ہیں۔ جب تک آپ ایسی کوئی چیز نہ لائیں جو انبیائے سابقین نہ لائے ہوں اس وقت تک ہم آپ پر ایمان نہ لائیں گے۔

(غنیۃ الطالبین)

رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بے مثال زھد :

جو شخص اپنے زھد میں سچا ہوتا ہے وہ دنیا کے پیچھے تو نہیں بھاگتا مگر جب اُس کا مقسوم اُس کی طرف آتا ہے تو وہ اس سے متنفر بھی نہیں ہوتا اور اس کو لے لیتا ہے۔ پس اُس کا ظاہر اس سے نفع مند ہوتا ہے اور اس کا قلب اس کی اور اس کے سوا دوسری چیزوں کی بے رغبتی سے بھرا ہوتا ہے۔ اور اسی لیے ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (جنھوں نے قلبی زہد کے ساتھ اپنے مقسوم کی دنیوی نعمتیں سب استعمال فرمائیں) زہد میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے (جنھوں نے اپنے ظاہر کو بھی نعمتوں سے بچایا) اور ان کے علاوہ دوسرے انبیاء کرام سے بھی زیادہ بڑھے ہوئے ہیں۔" (کیونکہ بدن کے لذت اٹھانے پر بھی قلب میں رغبت نہ آنا کمال زہد ہے۔)"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمایا تمہاری دنیا میں سے تین چیزیں میری محبوب بنائی گئی ہیں۔ یعنی خوشبو، عورتیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔ تو باوجودیکہ آپ کو نہ ان چیزوں میں رغبت تھی اور نہ ان کے علاوہ کسی اور چیز میں مگر پھر بھی آپ نے ان کو محبوب سمجھا تو اس لیے کہ یہ چیزیں آپ کے مقسوم میں تھیں۔ اور ان کے ساتھ حق تعالیٰ کا علم پہلے ہی متعلق ہو چکا تھا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موافقت کے انتہائی چاہنے والے بن کر حکم کی تعمیل میں ان چیزوں کا استعمال فرماتے تھے۔ اور ظاہر ہے تعمیل حکم عین اطاعت ہے۔ تو جو شخص اپنا مقسوم اس صورت سے لے گا وہ اطاعت ہی میں مشغول ہے اگرچہ ساری دنیا ہی سے نفع مند کیوں نہ ہو۔

اے جہالت کے قدموں پہ زاھد بننے والو! سنو اور سچا سمجھو! جھٹلاؤ مت!

اس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زہد کو سیکھو تا کہ اپنی جہالت سے (مقسوم کی نعمتوں کو چھوڑ کر) تقدیر پر اس کی عطاؤں کورد نہ کرنے لگو۔ (الفتح الربانی مجلس۔25)

رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا باکمال فقر:

ایک شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں اللہ کیلئے آپ سے محبت کرتا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا مصیبت کو چادر بنالے۔ فقر کو چادر بنالے۔ کیونکہ تو میری سی حالت بنانا چاہتا ہے۔ میرے سی کیفیت اختیار کرنا چاہتا ہے۔ پس جس طرح میں نے فقر وتکلیف کو پسند کیا ہے تو بھی پسند کر کیونکہ محبوب کی موافقت کرنا محبت کی شرط ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں سچے بنے تو انہوں نے اپنا سارا مال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان کر دیا اور آپ کی سی حالت بنالی۔ اور فقر میں آپ کے رفیق ہو گئے۔ یہاں تک کہ صرف ایک عبا سے بدن ڈھانپا، انہوں نے ظاہر و باطن، کھلے اور چھپے ہر طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موافقت کی۔ (ملفوظات)

فقر تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں سے لگا ہوا تھا۔ کسی طرح جدا نہ ہوتا تھا۔ اسی لیے آپ نے ارشاد فرمایا "جس قدر پانی کی روانی اپنے منتہی کی طرف دوڑتی ہے اس سے کہیں زیادہ تیزی کے ساتھ فقر اس شخص کی طرف دوڑتا ہے جو مجھ سے محبت رکھتا ہے" اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں رہے تو دنیا ہمیشہ ہم پر مکدر رہی اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا تو دنیا کا ہم پر موسلا دھار مینہ برسنے لگا۔ پس محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرط ہے فقر اور حب خدا کی شرط ہے تکلیف۔ (الفتح الربانی مجلس28)

رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادات کریمانہ:

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سائل کو اپنے ہاتھ سے دیا کرتے تھے۔ خود ہی اپنی اونٹنی کو چارہ ڈالتے، خود ہی اُس کا دودھ دوہتے اور خود ہی اپنا کُرتا مبارک سی لیا کرتے تھے۔ لوگو! تم ان کی متابعت کا دعویٰ کس طرح کرتے ہو حالانکہ اپنے اعمال سے ان کی مخالفت کرتے ہو۔ (الفتح الربانی مجلس18)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صدقات وصول فرمایا کرتے اور فقراء اور مساکین اور مجاہدین میں تقسیم فرما دیا کرتے تھے۔ اس کے بعد ازواج مطہرات کے حجروں میں تشریف لاتے اور پوچھتے کہ کیا فتوحات ہوئیں اور کیا کوئی چیز آئی۔ جب جواب ملتا کہ نہیں تو فرمایا کرتے کہ اچھا ہمارا روزہ ہے۔ آمد کی بندش سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھ جاتے کہ حق تعالیٰ کو آپ سے روزہ رکھوانا مقصود ہے۔ (ملفوظات)

الصلوٰة والسّلام علیک یا سیّدی یا رسول اللہ وعلیٰ الک واصحابک یاسیّدی یا حبیب اللہ الصلوٰة والسّلام علیک یا سیّدی یا رسول اللہ

رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیرت ساز مرشد:

حق تعالیٰ کی طرف کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو پروں کے ساتھ پرواز کر۔ حق تعالیٰ کے حضور اس طرح حاضر ہو کہ تیرا ہاتھ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا پشت پناہ اور استاذ ومرشد بنا اور اپنا آپ اُن کے دست مبارک کے سپرد کر دے کہ وہ تیرا بناؤ سنگھار کر کے تجھے حسین سیرت بنا کر حق تعالیٰ کے حضور پیش کریں۔

رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لشکر خدا کے سپہ سالار اعظم:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی لشکر ارواح کے حاکم ہیں۔ طالبین کے مربی وسر پرست ہیں اور مطلوبین کے سردار ہیں۔ نیکوکاروں کے افسر ہیں۔ اور ان میں احوال ومقامات تقسیم فرمانے والے ہیں۔ اس لیے حق تعالیٰ نے یہ خدمت آپ کے سپرد کر دی اور آپ کو سب کا سپہ سالار بنا دیا ہے۔ جب بادشاہ کی طرف سے لشکر کیلئے خلقیں برآمد ہوتی ہیں تو سپہ سالار ہی کے ہاتھوں تقسیم کرائی جاتی ہیں۔ (الفتح الربانی مجلس 44)

رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ محبت کے وارث:

۞ کسی میں طاقت نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں سے کسی خاصہ میں آپ کا ساجھی بن سکے۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ آپ کی امت کی ابدال اور اولیاء آپ ہی کے پس خوردہ دسترخوان پر کھانے اور پینے کیلئے حاضر ہوتے ہیں۔ اور آپ ہی کے مقامات کے سمندروں میں سے ایک قطرہ اور کرامات کے پہاڑوں میں سے ایک ذرّہ انہیں دے دیا جاتا ہے کیونکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث، آپ کے طریقہ جمیلہ کو مضبوطی سے تھامنے والے، آپ کے مددگار، آپ تک پہنچنے کا راستہ بتانے والے اور آپ کے دین وشریعت کو پھیلانے والے ہیں۔ حق تعالیٰ کی سلامتیاں اور تحیات تا قیامت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے وارثوں پر نازل ہوتی رہیں۔ (الفتح الربانی مجلس 45)

۞ مخلوق میں چند ہی افراد ہوتے ہیں جن کے قلوب کی طرف وحی کی جاتی ہے۔ یعنی اُن میں وہ کلمات ڈال دیئے جاتے ہیں۔ جو انہی کیلئے مخصوص ہیں کہ اُن کو ہر کام کی بھلائی سے آگاہ کر دیا جاتا ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو کہ وہ تو کاملاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال وافعال کی اتباع میں ہوتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تو وحی کا نزول ظاہراً ہوتا تھا اور ان کے قلوب پر باطناً ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث ہیں۔ اور جو کچھ بھی آپ نے ان کو فرمایا تھا اس میں آپ کے تابع ہیں۔ (الفتح الربانی مجلس 51)

رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفیق وکریم مربیّ کامل:

"صاحب ایمان ومعرفت شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں سنت مطہرہ پر عمل کر کے ہمہ وقت حضور اکرم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کو خوش کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ آپ اُس کے قلب کیلئے اپنے رب کی حضوری میں داخلہ کی اجازت حاصل کر لیتے ہیں۔ یہ آپ کے حضور غلام کی طرح حاضر باش خدمتگار بنا رہتا ہے۔ پس جب آپ کی خدمت میں ایک مدت گزر جاتی ہے تب عرض کرتا ہے کہ حضور مجھ کو بادشاہ کا دروازہ دکھلا دیجیے۔ اسی کے کام لگا دیجیے۔ ایسی جگہ کھڑا کر دیجیے کہ میں بادشاہ کو دیکھتا رہوں اور میرا ہاتھ اُس کے قرب کے کڑے میں ڈال دیجیے کہ پھر کبھی اُس کو چھوڑ نہ سکوں۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کو اپنے ساتھ اُس باب کرم کے قریب لاتے ہیں۔ وہاں سے ارشاد ہوتا ہے اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہاری معیت میں کون ہے؟ اے سفیر! اے رہبر و راہنما! بتاؤ تو سہی تمہارے ساتھ کون ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرض کرتے ہیں بار الہا! آپ تو جانتے ہیں کبوتران حرم کا ایک چھوٹا سا کبوتر ہے جسے میں نے پرورش کیا ہے اور آپ کے شاہی دروازہ کی خدمت کیلئے پسند کیا ہے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بندہ مؤمن کے قلب سے فرماتے ہیں لو، لو ہم تو اپنا کام پورا کر چکے اب تم جانو اور تمہارا پروردگار۔''

(الفتح الربانی مجلس 62)

جب تم میں سے کوئی شخص علم ظاہر پہ عمل کرے گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود اُسے علم باطن کی خوراک دیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے اس طرح علم باطن پہنچائیں گے جس طرح (بلا تمثیل) پرندے اپنے بچوں کو دانہ چگاتے ہیں۔ اور یہ شفقت آمیز سلوک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس لیے فرمائیں گے کہ اس شخص نے آپ کی تصدیق کی اور آپ کے قول ظاہر یعنی آپ کی شریعت پر عمل کیا۔

(الفتح الربانی مجلس 53)

رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع و اطاعت کا فیضان :

اے بیٹے!

قرآن پہ عمل کرنا تجھے قرآن نازل کرنے والے کے پاس لے جا کر کھڑا کرے گا اور سنت پہ عمل کرنا تجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور لے جا کر کھڑا کر دے گا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے قلب اور اپنی ہمت و توجہ سے اہل اللہ کے قلوب سے کسی وقت نہیں ہٹتے۔ آپ ہی اُن کو معطر اور خوشبودار بنانے والے ہیں۔ آپ ہی اُن کے باطن کا تزکیہ فرمانے والے اور زینت بخشنے والے ہیں۔ آپ ہی اُن کیلئے قرب کا دروازہ کھولنے والے ہیں۔ آپ ہی بناؤ سنگھار کرنے والے ہیں۔ آپ ہی قلوب و اسرار اور ان کے رب عزوجل کے درمیان سفیر ہیں۔

جب تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ایک قدم بھی بڑھے گا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسرت بڑھے گی۔

(الفتح الربانی مجلس 16)

۞ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تابع ہونا جس شخص کیلئے صحیح ہو جاتا ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو اپنی زرہ اور خود پہناتے ہیں، اور اپنی تلوار اس کے گلے میں لٹکاتے ہیں۔ اپنے ادب اور خصائل و عادات سے اُس کو آراستہ فرماتے ہیں۔ اور اپنی

خلعتوں میں سے اس کو خلعت عطا فرماتے ہیں۔ اور اُس سے نہایت خوش ہوتے ہیں کہ آپ کی امت میں کیسا ہونہار نکلا۔ اور اس پر اپنے پروردگار اللہ عزوجل کا شکر ادا کرتے ہیں کہ ایسی سعادت مند روحانی اولاد عطا فرمائی۔ پھر اُس کو اپنی امت میں اپنا نائب، اُمت کا رہنما، اُمت کو دروازہ خداوندی کی طرف بلانے والا بنا دیتے ہیں۔ اصل بلانے والے اور رہنما تو آپ ہی تھے مگر جب حق تعالیٰ نے آپ کو اپنے حضور بلا لیا تو آپ کیلئے امت میں سے ایسے لوگ قائم کر دیئے جو ان میں آپ کے جانشین بنتے ہیں۔ اور وہ لاکھوں بلکہ ان گنت مخلوق میں سے ایک دو ہی ہوتے ہیں۔ وہ مخلوق کو راستہ بتاتے ہیں۔ اور ان کی ایذاء اذیت کو برداشت کر کے ہر وقت ان کی خیر خواہی میں لگے رہتے ہیں۔ (الفتح الربانی مجلس 33)

۞ ساری خوبیوں کی جڑ جناب رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع ہے۔ آپ کے قول میں بھی اور فعل میں بھی بندہ کا قلب صاف ہوگا۔ وہ خواب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرے گا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو کسی امر کا حکم فرمائیں گے اور کسی سے منع فرمائیں گے۔ وہ سرتاپا قلب بن جائے گا۔ اور اس کا جسم ایک کنارہ رہ جائے گا۔ وہ ہو جائے خفا یعنی پوشیدہ بلا ظہور کے اور صفا بلا کدورت کے۔ اُس کا ظاہری پوست ایک کنارہ ہو جائے گا۔ اور وہ مغز بلا پوست رہ جائے گا۔ اس کو معنوی حیثیت سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت نصیب ہوگی کہ اُس کا قلب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں اور آپ ہی کے سامنے پرورش پائے گا۔ اُس کا ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک میں ہوگا۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کی طرف سے بارگاہ خداوندی میں عرض ومعروض کرنے والے وسیلہ ہونگے۔

۞ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اپنے انتساب کو صحیح کرو۔ آپ کا اتباع جس کیلئے صحیح ہو جاتا ہے اُس کا انتساب بھی صحیح ہو جاتا ہے۔ اور اتباع کے بغیر تیرا یوں کہنا کہ میں آپ کا امتی ہوں تیرے لیے مفید نہیں ہے۔ جب تم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال وافعال میں آپ کے متبع بن جاؤ گے تو آخرت میں تمہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصاحبت نصیب ہو جائے گی۔ کیا تم نے حق تعالیٰ کا ارشاد نہیں سنا کہ ''کہ جو کچھ تم کو وہ (رسول گرامی) دیں اس کو لے لو اور جس سے باز رکھیں اُس سے باز آ جاؤ''۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو بھی حکم دیں اس کی تعمیل کرو اور جس بات کی بھی ممانعت کریں اس سے رک جاؤ۔ یقیناً تم دنیا میں حق تعالیٰ کے قریب ہو جاؤ گے قلوب کے اعتبار سے اور آخرت میں قریب ہو جاؤ گے اجسام اور نفوس کے اعتبار سے۔ (الفتح الربانی مجلس 25)

۞ ہر وہ شخص جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع نہ کرے اور اپنے ایک ہاتھ سے آپ کی شریعت اور دوسرے ہاتھ پر نازل ہونے والی کتاب قرآن مجید کو نہ تھامے اور آپ کے چلے ہوئے راستہ میں حق تعالیٰ کی طرف نہ چلے وہ ہلاک ہوا اور پھر ہو وہ گمراہ ہوا اور پھر ہو۔ یہی دونوں (قرآن وسنت) حق تعالیٰ کی طرف راستہ چلانے والی ہیں۔

قرآن تیرا راہبر ہے حق تعالیٰ کی طرف چلانے کو اور سنت تیری راہبر ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچانے کو۔

(الفتح الربانی مجلس 26)

رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کبریٰ:

اس بات پر ایمان لانا واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کبیرہ گناہ کرنے والوں اور دیگر گنہ گاروں کے حق میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی شفاعت قبول فرمائے گا۔ حساب کے وقت دوزخ میں جانے سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام امتوں کے مومنوں کی شفاعت فرمائیں گے اور جنت دوزخ میں داخل ہونے کے بعد صرف اپنی امت کی شفاعت فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور دوسرے اہل ایمان کی شفاعت سے گنہ گاروں کو دوزخ سے نکالیں گے۔ یہاں تک کہ جس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہوگا اور جس نے خلوص کے ساتھ ایک بار بھی کلمہ توحید پڑھا ہوگا وہ بھی دوزخ میں نہیں رہے گا۔ فرقہ قدریہ (معتزلہ) اس شفاعت کا منکر ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات میں انکے قول کی تکذیب موجود ہے۔

فمالنا من شافعین ٥ولا صدیق حمیم ٥

ہمارا نہ کوئی سفارشی ہے نہ کوئی گہرا دوست

فھل لنا من شفعآء فیشفعولنا ۔

کیا ہمارے لیے کچھ سفارشی ہیں جو ہماری سفارش کریں

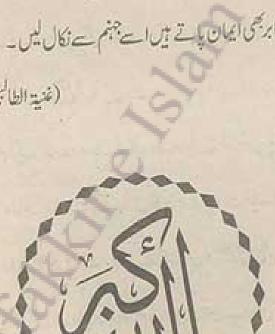
تنفعھم شفاعة الشافعین ۔

سفارش کرنے والوں کی سفارش انہیں فائدہ نہیں دے گی۔

ان آیات سے ثابت ہے کہ آخرت میں شفاعت کا وجود ہوگا ہر چند کہ کافر اس سے محروم رہیں گے ۔۔۔۔۔۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے (قرآن میں) آخرت میں شفاعت کو ثابت فرمایا اسی طرح سنت میں بھی اس کا ذکر اور ثبوت موجود ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "قیامت کے دن سب سے پہلے جس کی قبر کھلے گی وہ میں ہوں گا اور اس پر مجھے فخر نہیں۔ میں اولاد آدم علیہ السلام کا سردار ہوں لیکن اس پر مجھے فخر نہیں۔ حمد کے جھنڈے کا مالک ہوں لیکن میں فخر نہیں کرتا۔ سب سے پہلے میں جنت میں داخل ہوں گا لیکن مجھے اس پر فخر نہیں۔ جنت کے دروازے کا حلقہ میں نے پکڑا ہوگا پس مجھے اجازت دی جائے گی تو میں اپنے جبار رب کو سامنے پاؤں گا۔ چنانچہ میں اللہ تعالیٰ کیلئے سجدہ ریز ہوجاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا سر انور اٹھائیں شفاعت کریں قبول کی جائے گی۔ آپ مانگیں آپ کو عطا کیا جائے گا پس میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور کہوں گا اے میرے رب! میری امت، میری امت اور میں مسلسل اپنے رب کی طرف رجوع کروں گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا آپ جائیں اور دیکھیں آپ جس کے دل میں ایک دانے کے برابر بھی ایمان پاتے ہیں اسے جہنم سے نکال لیں۔

(غنیۃ الطالبین)



پیغام میلاد

ابوالفیض محمد عبدالکریم ابدالوی چشتی رضوی

اَلحَمدُ لِوَلِیِّہٖ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّہٖ وَصَفِیِّہٖ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِین۔

۱۲ ربیع الاول شریف عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مذہبی روحانی مسرت وخوشی کی مقدس تقریب ہے اس روز اللہ رب العزت جل شانہ کی طرف سے وہ نعمت عظمیٰ عطا کی گئی جس سے تمام نعمت خداوندی وابستہ ہیں۔ وہ کون سی نعمتِ عظمیٰ ہے جسے قرآن کریم میں رحمۃ للعالمین، رؤف الرحیم، محمد رسول اللہ، شاھدا مبشرا، نذیرا، سراجا منیرا، من اللہ نور، وما ھو علی الغیب بضنین، ورفعنا لک ذکرک کے نورانی ارشادات سے ذکر فرمایا گیا۔ جن کی عظمت پر یقین جزوِ ایمان ہے۔ کلمہ اسلام **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** جن کی عظمت کے بیان کے بغیر کامل نہیں ہوتا، جن کی محبت کاملہ سے ایمان کامل ہے، جن سے محبت میں نقص ایمان کا نقصان ہے۔ یعنی سید الانبیاء، شہہ ہر دوسرا، حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن کریم میں ہر نعمت کا چرچا کرنے اس کو ظاہر کرنے کا امر ہے "**وَاَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ**"، نیز نعمت وفضل پر اظہار فرح وسرور مطلوب ہے۔ "**قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ وَبِرَحْمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْا**" اس پرمسرت تقریب کو اس طرح منایا جائے کہ حضور سرور رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت شان اوصاف جلیلہ، صفات رفیعہ تشریف آوری کی برکات اور آپ کی نفع رسانیوں کا ذکر نظم ونثر، نعت خوانی وتقاریر کے ذریعہ خوب وسیع پیمانے پر کیا جائے تاکہ آیت نمبرا کا مقصد پورا ہو اس عظیم نعمت کا چرچا ہو۔

جلوس، جلسوں، صاف لباس، خیرات کا اجتماعی صورت میں انتظام کیا جائے، درود شریف ودیگر اذکار کی کثرت کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کی کبریائی عظمتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان کرنے کا خوب اہتمام

اپنی قوم کیلئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آسمانی مائدہ کے نزول کیلئے بارگاہ خداوندی میں دعا کر کے مائدہ کے نزول کو اپنی قوم کے اوّلین وآخرین کیلئے عید قرار دیا۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ وعلیٰ الک واصحابک یاسیدی یا حبیب اللہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ

کیا جائے، صحابہ کی عقیدت کے نعرے بلند کر کے احقاقِ حق اور ابطال باطل کیا جائے۔

جلوس اور دیگر اجتماعات میں آپ کی بعثت شریفہ کی برکات **وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَیُزَكِّیهِمْ** اعتقادی، اخلاقی، اصلاح و کردار کی پاکیزگی اور فرائض وسنن کی پابندی کی تلقین بطور خاص ہو۔ اس پروگرام میں خلاف شرعی کسی حرکت کا دخل نہ ہو اور خصوصی طور پر آپ کی تشریف آوری کے نعمت خداوندی ہونے کا پہلو ہر قدم پر ذہن میں حاضر ہونا چاہیے۔

اس جذبہ صادقہ سے اس مقدس تقریب میں ہر کلمہ گو کا شامل ہونا اس کا ایمانی اسلامی حق ہے۔ اپنے گناہوں سے آئندہ کنارہ کش ہونے کا اور اعمالِ صالحہ اختیار کرنے کا اس روز عہد کرے تاکہ پوری طرح اس تقریب سعید کے عملی پر طور نتائج بھی نمایاں طور پر ظاہر ہوں۔ اور معاشرہ میں اسلامی انقلاب رونما ہو۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت دل میں موجزن ہو۔ اور محبت کے جذبات کے زیر سایہ ان مقدس ومتبرک پروگراموں میں شمولیت سے ایک خاص لطف وسکون حاصل ہوگا۔ جو آنے والے ہر لمحہ میں اس کے دل کو بارگاہ خداوندی اور سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ سے وابستگی تازہ رکھے گا۔

اس جذبہ صادقہ سے اس مقدس تقریب میں ہر کلمہ گو کا شامل ہونا اس کا ایمانی اسلامی حق ہے۔ کہ اپنے گناہوں سے آئندہ کنارہ کش ہونے کا اور اعمال صالحہ اختیار کرنے کا اس روز عہد کرے تاکہ پوری طرح اس تقریب سعید کے عملی طور پر نتائج بھی نمایاں طور پر ظاہر ہوں

اپنی قوم کیلئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آسمانی مائدہ کے نزول کیلئے بارگاہ خداوندی میں دعا کر کے مائدہ کے نزول کو اپنی قوم کے اولین وآخرین کیلئے عید قرار دیا۔ اس نعمت پر تشکر وامتنان کے جذبات کا اظہار مقصود تھا۔ یہ امر ظاہر ہے کہ مائدہ میں جسمانی غذا تھی اور ۱۲۔ ربیع الاوّل شریف کو سید العالمین شفیع المذنبین محسنِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قدسی ظہور ہوا۔ جو بے شمار مرتبہ اس مائدہ سے افضل واعلیٰ ہے۔ جس میں فلاحِ دارین کی منفعتیں مضمر ہیں۔

ارشاد خداوندی **لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ** میں وعدہ الٰہی ہے۔ نعمتِ ربانی پر جتنا تشکر وامتنان کے جذبات کا اظہار ہوگا اتنا ہی بارگاہ خداوندی سے نعمتوں کی عطا میں اضافہ ہوگا۔

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد منانے والوں کو اس سے جو برکات حاصل ہوئیں اور نعماء الٰہی کثرت سے بارگاہ الٰہی سے ارزانی ہوئیں۔ کتب سیر میں اس کے بکثرت واقعات مرقوم ہیں۔

اے الہ العالمین! ہم ناقص حقیر پر تقصیر اپنے بندوں کو اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ سچی محبت عطا فرما۔ جو عین حب الٰہی ہے کہ جس سے تیرے پیارے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر خیر کا حقیقی لطف نصیب ہوتا ہے اور عبادتِ خداوندی کی روح علی وجہ الکمال ظہور پذیر ہوتی ہے۔

آمین بجاہ حبیبہ الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

آداب بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا سید ابو بکر غزنوی

مولانا سید ابوبکر غزنوی غیر مقلدین کے بہت بڑے عالم تھے۔ یہ مضمون انہیں کا لکھا ہوا ہے۔ میلاد نمبر میں شامل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اہل حدیث کہلانے والے اپنے امام کی تحریر سے فائدہ اٹھائیں۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

قرآن مجید کے تیس پاروں میں کسی ہستی کا ادب واحترام ملحوظ رکھنے کی اس قدر شدت اور شرح وبسط سے تلقین نہیں کی گئی جس قدر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ادب واحترام ملحوظ رکھنے کی تلقین کی گئی ہے۔

خداوند قدوس کا ارشاد ہے:

یا ایھا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھر والہٗ بالقول کجھر بعضکم لبعضٍ ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون۔ (الحجرات-۲)

اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو پیغمبر کی آواز سے اونچا مت ہونے دو اور ان کے ساتھ بلند آواز سے بات مت کیا کرو جیسا کہ تم آپس میں زور زور سے بولتے ہو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو سوء ادب کی پاداش میں تمہارے اعمال اکارت ہو جائیں گے اور تمہیں خبر تک نہ ہوگی۔

یعنی تمہاری نمازوں اور روزوں کو لے کے میں کیا کروں گا اور تمہاری عبادت اور ریاضت سے مجھے کیا حاصل، اگر میرے محبوب کی بارگاہ میں بات کرنے کا سلیقہ تمہیں نہیں ہے۔

صحیح بخاری میں ہے:

کاد الخیر ان یھلکا ابوبکر وعمر،

یعنی تمہاری نمازوں اور روزوں کو لے کے میں کیا کروں گا اور تمہاری عبادت اور ریاضت سے مجھے کیا حاصل، اگر میرے محبوب کی بارگاہ میں بات کرنے کا سلیقہ تمہیں نہیں ہے۔

رفعا اصواتهما عند النبی صلی اللہ علیه وسلم

(دو نیک آدمی یعنی ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہلاک ہونے کو تھے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اپنی آوازیں بلند کیں)

جب آپ کے پاس بنو تمیم کے سوار آئے۔ ایک نے کہا کہ اقرع بن حابس جو قبیلہ بنی مجاشع سے ہے، امیر مقرر ہو۔ دوسرے نے کسی اور آدمی کے بارے میں اشارہ کیا۔ نافع بن عمر کہتے ہیں۔ مجھے اس کا نام یاد نہیں رہا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا:

ما اردت الاخلافی -- تیرا مقصد محض میری مخالفت کرنا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

ما اردت خلافك -- میرا مقصد تمہاری مخالفت نہیں ہے۔ ان دونوں کی آوازیں بلند ہوگئیں۔ اس پر آیت نازل ہوئی۔

یا ایها الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم

۔ الخ۔ (الحجرات۔ ۲۰)

جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم کھائی کہ اب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات اتنی دھیمی آواز سے کروں گا جیسے کوئی سرگوشی کر رہا ہو اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس قدر آہستہ بات کرتے تھے کہ حضور بار بار پوچھتے کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم کیا کہہ رہے ہو؟

صحیح بخاری ہی میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثابت بن قیس کی مجلس میں غیر حاضری کو محسوس کیا۔ ایک شخص نے کہا: میں آپ کو ان کی خبر لا دیتا ہوں۔ وہ گئے تو انہوں نے دیکھا کہ وہ سر جھکائے بیٹھے ہیں۔ پوچھا: کیا حال ہے؟

ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

شرٌ کان یرفع صوتهٗ فوق صوت النبی صلی اللہ علیه وسلم فقد حبط عملهٗ وهو من اهل النار

(حال برا ہے۔ ثابت اپنی آواز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے بلند کیا کرتا تھا، اس کے عمل غارت ہوگئے اور وہ دوزخی ہو گیا۔)

وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور انہیں بتایا کہ وہ یوں کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اس سے جا کر کہو:

انك لست من اهل النار ولكنك من اهل الجنة۔ (بخاری، جلد ۲، ص ۱۸)

(تم اہل دوزخ میں سے نہیں ہو، تم تو جنت میں جانے والوں میں سے ہو)

یعنی آیت کا وہ مطلب نہیں ہے جو ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سمجھا۔ گستاخی سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موجودگی میں شور کرنا سوءِ ادب ہے اور جو پیدائشی طور پر پاٹ دار آواز رکھتا ہو، وہ معذور ہے۔

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا سیّدی یا رسول اللہ وعلیٰ الک واصحابک یاسیّدی یا حبیب اللہ الصلوٰۃ والسّلام علیک یا سیّدی یا رسول اللہ

پھر اس آیت کے ساتھ ہی اگلی آیت میں وضاحت کی کہ تقویٰ اور پرہیزگاری تو یہ ہے کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں تم شائستگی سے اور دھیمی آواز میں بات کرو۔

ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللہ اولٰئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقویٰ۔ (الحجرات۔۳)

یقیناً وہ لوگ جو بارگاہِ رسالت میں اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں، یہی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے پرہیزگاری کیلئے جانچ لیا ہے۔

قبیلہ، بنو تمیم کے چند لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دوپہر کے وقت مکان پر ملنے کی خاطر آئے۔ آپ اس وقت سو رہے تھے۔ وہ لوگ آپ کا نام لے کر پکارنے لگے۔ آیت نازل ہوئی۔

ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرھم لا یعقلون٥ (الحجرات۔۴)

(وہ لوگ جو کمروں سے باہر کھڑے ہو کر آپ کو آوازیں دیتے ہیں، ان میں سے اکثر سمجھ بوجھ سے عاری ہیں)

پہلی اُمتیں اپنے انبیاء کو نام لے کر پکارتی تھیں۔ قرآن مجید میں ہے کہ بنو اسرائیل نے کہا:

یا موسیٰ لن نصبر علی طعامٍ واحد

(البقرہ۔۶۱)

"اے موسیٰ ہم ایک کھانے پر قناعت نہیں کریں گے۔" اور مسیح علیہ السلام کے حواریوں نے کہا تھا:

یا عیسی ابن مریم ھل یستطیع ربک ان ینزل علینا مائدۃً من السماء۔ (المائدہ۔۱۱۴)

(اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تیرا رب آسمان سے ہمارے لیے رزق اُتار سکتا ہے۔)

حضرت عیسیٰ کا نام لے کر انہیں خطاب کیا۔

مگر وہ تو سیّد الاولین وسیّد الآخرین تھے۔ وہ تو سرورِ دنیا ودین تھے۔ وہ تو حبیب رب العالمین تھے۔ پس اللہ نے اُمت محمدیہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام لے کر پکارنے سے منع فرمایا۔ سورہ نور میں ہے:

لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا۔ (النور۔۶۳)

(جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو، پیغمبر کو یوں نہ پکارا کرو)

تفسیر دُرِّ منثور میں ہے کہ ابونعیم عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں یوں رقمطراز ہیں کہ اس آیت کے اترنے سے پہلے لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یا محمد اور یا ابا القاسم کہہ کر پکارتے تھے۔ اس آیت کے اترنے کے بعد صحابہ کرام آپ کو یا نبی اللہ اور یا رسول اللہ کہہ کر پکارنے لگے۔ غور کیجئے کہ شریعت محمدیہ میں جیسے توحید کا تصور آخری ارتقائی منازل سے گزرا اور ہر اعتبار سے بے داغ، صاف ستھرا اور جامع ہو گیا اور شرک کی تمام راہوں اور تمام وسائل اور ذرائع کو بند کرنے کیلئے وہ تمام اقوال واعمال جو مجر الی الشرک ہو سکتے تھے، بھی ناجائز قرار دیئے گئے، اسی طرح انبیاء اور اہل اللہ کا ادب بھی آخری ارتقائی منازل سے گزرا۔ بارگاہِ رسالت کے

آداب بھی نکھرے، تہذیب وشائستگی اور احترام کی کئی لطافتوں اور باریکیوں کو ملحوظ رکھنے کی تلقین کی گئی۔

اگر اللہ یہ چاہتا ہے کہ اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نام لے کر نہ پکارا جائے تو اس کی یہ مشیت عدل اور انصاف پر مبنی ہے۔ جب وہ خود خدا ہو کر انہیں نام لے کر خطاب نہیں کرتا ہے تو بندوں کو کیا حق حاصل ہے کہ انہیں نام لے کر پکاریں۔ اللہ نے قرآن مجید میں تمام انبیاء کو ان کے ذاتی ناموں سے خطاب کیا۔

يا ادم اسكن انت وزوجك الجنة

(سورۃ البقرہ۔۳۵)

اے آدم تو اور تیری بیوی بہشت میں رہو۔

يا نوح اهبط بسلامٍ منّا (ہود۔۴۸)

اے نوح! ہماری طرف سے سلامتی کے ساتھ اُتر جا۔

يا ابراهيم قد صدّقت الرؤيا (والصّٰفّٰت۔۱۰۵)

اے ابراہیم! تُو نے خواب کو سچ کر دکھایا۔

يا موسیٰ انی انا ربك فاخلع نعليك

(طٰہٰ۔۱۲)

اے موسیٰ! میں ہوں تیرا پروردگار، تو اتار ڈال اپنی جوتیاں

يا عيسیٰ انی متوفيك ورافعك الی (آل عمران۔۵۵)

> لوگ آپ سے کوئی بات دریافت کریں، تو کوئی آپ کے جواب دینے سے پہلے کوئی پوچھنے والے کو جواب نہ دے بیٹھے کہ یہ گستاخی ہے۔

اے عیسیٰ! میں دنیا میں تیرے رہنے کی مدت پوری کروں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھا لوں گا۔

يا داؤد انا جعلناك خليفةً فی الارض (ص۔۲۶)

اے داؤد! ہم نے تجھے زمین پر اپنا نائب بنا دیا۔

يا زكريا انا نبشرك بغلٰمِ ن اسمهٗ يحيیٰ

(مریم۔۷)

اے زکریا! ہم تجھے بشارت دیتے ہیں ایک لڑکے کی جس کا نام یحییٰ ہے۔

يا يحيیٰ خُذِ الكتاب بقوّة۔ (مریم۔۱۲)

اے یحییٰ! کتاب کو مضبوطی سے تھامو۔

قرآن مجید کو بسم اللہ سے لے کر والناس تک پڑھ ڈالیے، اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہیں بھی ذاتی نام سے خطاب نہیں کیا۔ کہیں **یاایها الرسول** کے خطاب عزت سے نوازا۔ کہیں یاایہا المزمل کی صدائے محبت سے پکارا اور کہیں **یا ایها المدثر** کی ندائے شفقت سے سرفرازا۔

میں ان آیتوں کا ذکر کر رہا ہوں جن میں بارگاہ رسالت کے احترام کی تلقین کی گئی ہے اور جن میں ان کی تعظیم کے آداب سکھائے گئے ہیں۔ فرمایا:

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ وعلیٰ اٰلک واصحابک یا سیدی یا حبیب اللہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ

یا ایھا الذین آمنوا لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ واتقوا اللہ ان اللہ سمیعٌ علیمٌ۔ (الحجرات۔۱)

(اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ سب کچھ سنتا ہے اور سب کچھ جانتا ہے)

اس آیت میں یہ تلقین کی گئی کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات کے سامنے اپنی بات پیش نہ کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی قول یا عمل میں پیشقدمی نہ کرو۔ بعض لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے عید الاضحٰے کے موقع پر قربانی کی تو ان سے کہا گیا کہ آپ سے پیشقدمی نہ کریں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ اگر روزے کے بارے میں شک ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزہ نہ رکھیں تو روزہ رکھنے میں ان سے پہل نہ کرو۔

لوگ آپ سے کوئی بات دریافت کریں، تو کوئی آپ کے جواب دینے سے پہلے کوئی پوچھنے والے کو جواب نہ دے بیٹھے کہ یہ گستاخی ہے۔

بارگاہ رسالت کے جو آداب قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو سکھائے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ کوئی لفظ جس میں ابہام یا ایہام ہو، کوئی لفظ جو ذو معنی ہو اور ایک معنی اس لفظ کا توہین آمیز بھی ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بات چیت کرتے نہ بولے۔ فرمایا:

یا ایھا الذین آمنوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا واسمعوا وللکافرین عذابٌ الیم۔

(البقرہ۔۱۰۴)

(اے ایمان والو! تم راعنا (ہماری رعایت کیجئے) نہ کہا کرو۔ تم **انظرنا** کہا کرو اور ان کی بات سنو اور جو بارگاہ رسالت کے آداب ملحوظ رکھنے سے انکار کر دیں ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بارگاہ رسالت میں بیٹھے آپ کے ارشادات سے جب مستفید ہوتے اور کوئی بات اچھی طرح سمجھ میں نہ آتی تو راعنا کہتے تھے یعنی ہماری رعایت کیجئے۔ یہودی بھی یہی لفظ کہتے اور عین کے کسرہ کے اشباع کے ساتھ راعینا کہتے (یعنی اے ہمارے چرواہے) حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بات بھانپ لی اور ان شرارت پسند یہودیوں سے کہنے لگے: "اگر اب میں نے یہ لفظ تم سے سنا تو بخدا تم کو قتل کر ڈالوں گا"۔ وہ بولے تو خود بھی تو یہی کہتے ہو۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی، جس کے معنی یہ ہیں کہ تم اس لفظ راعنا ہی کو چھوڑ دو، جس میں اہانت کا کوئی پہلو نکل سکتا ہے۔ تم انظرنا کہا کرو، تا کہ سوء ادب کا کوئی شائبہ باقی نہ رہے۔

منافقوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نسبت ایک ایسی بات مشہور کی جس کی حکایت بھی ذوق ایمانی پر گراں گزرتی

منافقوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نسبت ایک ایسی بات مشہور کی جس کی حکایت بھی ذوق ایمانی پر گراں گزرتی ہے۔

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا سیّدی یا رسول اللہ وعلیٰ الک واصحابک یاسیّدی یا حبیب اللہ الصلوٰۃ والسّلام علیک یا سیّدی یا رسول اللہ

ہے۔ جب منافقوں نے معاشرے میں یہ بات پھیلادی اور ہر طرف اس تہمت بیجا کا چرچا کیا، تو بعض سادہ مسلمان بھی اس بات کا ذکر کرنے لگے۔ غیرت کبریائی جوش میں آگئی اور صحابہ کرام پر عتاب کیا۔

ولو لا اذ سمعتموہ قلتم ما یکون لنا ان نتکلم بھذا۔ سبحٰنک ھذا بھتانٌ عظیم۔ یعظکم اللہ ان تعودوالمثلہ ابدا ان کنتم مؤمنین۔ (النور۔۱۶،۱۷)

جب تم نے یہ بات سنی تھی تو یہ کیوں نہ کہا کہ ہمارے لیے زیبا نہیں کہ ہم ایسی بات منہ سے نکالیں۔ سبحان اللہ! یہ تو بڑا بہتان ہے۔ اللہ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ پھر کبھی ایسی بات نہ کرنا، اگر تم مؤمن ہو۔

اس سے پہلی آیت میں اس بہتان کے گھناؤنا پن کو یوں اجاگر کیا:

ولو لا فضل اللہ علیکم ورحمۃ فی الدنیا والآخرۃ لمسّکم فیما افضتم فیہ عذابٌ عظیم۔ اذ تلقونہ بالسنتکم وتقولون بافواھکم ما لیس لکم۔ بہ علمٌ وتحسبونہٗ ھیّنًا وّھو عند اللہ عظیم۔ (النور۔۱۴،۱۵)

اگر دنیا اور آخرت میں تم پر اللہ کا فضل وکرم نہ ہوتا تو جس بات میں تم پڑ گئے تھے اس کی پاداش میں تم پر بڑا عذاب نازل ہوتا۔ جب ایک دوسرے سے سُن کر تمہاری زبانوں پر وہ تہمت آرہی تھی اور تم اپنے منہ سے وہ بات کہہ رہے تھے جس کے بارے میں تمہیں کوئی علم نہ تھا اور تم اسے معمولی بات سمجھ رہے تھے، حالانکہ اللہ کے نزدیک وہ بڑی بات تھی۔

یہ زجر وتوبیخ، یہ سرزنش صحابہ کو محض اس لیے کی گئی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات جو امہات المؤمنین ہیں اور حضور سے نسبت خاص رکھتی ہیں، کے بارے میں یہ بدگمانی کیوں کی گئی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم کے بارے میں سوءِ ظن خود حضور کے پاس ادب میں تسامح ہے۔

> ## ابو قحافہ کے بیٹے کیلئے یہ زیبا نہ تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آگے کھڑا ہو۔
> (صحیح بخاری ج اوّل ص ۹۴)

سورہ فتح کی اس آیت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ ان کی تعظیم بجالائی جائے۔ فرمایا:

انا ارسلنٰک شاھدًا وّمبشرًا ونذیرًا لتومنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ۔ (الفتح)

ہم نے آپ کو بھیجا کہ آپ کائنات کے سامنے حق کی گواہی دینے والے ہیں، راہِ حق پر چلنے والوں کو بشارت دینے والے اور راہِ حق سے انحراف کرنے والوں کو بُرے نتائج سے ڈرانے والے ہیں۔ ہم نے آپ کو اس لیے بھیجا تا کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور تا کہ تم ان کی تعظیم اور توقیر بجالاؤ۔

پھر سورہ اعراف کی اس آیت میں وضاحت کے ساتھ یہ بات کہی گئی ہے کہ فلاح وکامرانی ان ہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے، جو

حضور کی تعظیم بجالاتے ہیں۔

فالذین آمنوا به وعزروه ونصروه واتبعوا النور الذی اُنزل معه اولئك هم المفلحون۔ (الاعراف۔۱۵۷)

پس جولوگ ان پر ایمان لائے اور جنہوں نے ان کی تعظیم کی اوران کی مدد کی اوراس نور کی پیروی کی جوان کے ساتھ اتارا گیا۔یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہِ رسالت میں:

اصل بات یہ ہے کہ جسے حضور کی جتنی معرفت ہے،وہ اتنا ہی اس بارگاہ میں مؤدب ہے۔صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سب سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت تھی، اسی لیے بارگاہِ رسالت میں سب سے زیادہ مؤدب تھے۔

صحیح بخاری میں سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قبیلہ بنو عمرو بن عوف میں مصالحت کی غرض سے تشریف لے گئے۔جب نماز کا وقت ہوا تو مؤذن نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھ کر اقامت کہی اور انہوں نے امامت کی۔نماز کے دوران حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی تشریف لے آئے اور صف میں کھڑے ہوگئے۔صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آگاہ کرنے کیلئے نمازیوں نے دستک دی۔صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گوشہ چشم سے دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کھڑے ہیں۔حضور نے اشارے سے فرمایا: اپنی جگہ کھڑے رہو۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے لیے یہ بات ممکن نہ پائی کہ وہ امامت کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقتدی ہوں۔آپ پیچھے ہٹ کر صف میں کھڑے ہوگئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آگے ہونا پڑا۔جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا:

''اے ابوبکر! جب میں نے تمہیں خود حکم دیا تھا تو اپنی جگہ پر کھڑا رہنے سے تمہیں کس چیز نے باز رکھا؟''

عرض کیا: **ماکان لابن ابی قحافه ان یصلی بین یدی رسول الله صلی الله علیه وسلم۔**

ابو قحافہ کے بیٹے کیلئے یہ زیبا نہ تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آگے کھڑا ہو۔(صحیح بخاری ج اول ص ۹۴)

نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آنے کی اجازت چاہی انہوں نے سُنا کہ حضرت عائشہ اُونچی آواز سے بات کر رہی ہے۔آپ نے داخل ہوتے ہی حضرت عائشہ کو پکڑ لیا کہ انہیں ماریں اور کہا:

الا اراك ترفعين صوتك على رسول الله صلى الله عليه وسلم

کیا میں تجھے نہیں دیکھتا کہ تو اپنی آواز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے بلند کرتی ہے۔حضرت ابوبکر ناراض ہوکر چلے گئے۔(ابوداؤد۔کتاب الادب۔ص ۶۸۲)

اپنی بیٹی سے خفا ہوئے کہ تم بارگاہِ رسالت کے آداب کو ملحوظ کیوں نہیں رکھتی ہو۔

اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ابو قحافہ ابھی اسلام نہیں لائے تھے اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں کوئی ناشائستہ کلمہ منہ سے نکالا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے منہ پر طمانچہ کھینچ مارا۔ حضور نے پوچھا، تو عرض کیا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت میرے پاس تلوار نہ تھی، ورنہ ایسی گستاخی پر اُن کی گردن اُڑا دیتا۔ اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی۔

لا تجدوقومًا یومنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حادّ اللہ ورسولہ ولو کانوا آباءھم اوابناءھم اواخوانھم او عشیرتھم ط اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروحٍ منہ ویُدخلھم جنٰتٍ تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا ط رضی اللہ تعالیٰ عنھم ورضواعنہ اولٰئک حزبُ اللہ الا ان حزب اللہ ط ھم المفلحون۔ (المجادلہ: ۲۲)

آپ نہ پائیں گے ان لوگوں کو یقین رکھتے ہیں اللہ اور روزِ آخرت پر کہ وہ ایسوں سے دوستی کریں جو اللہ اور اس کے رسول کے مخالف ہوئے، گو وہ ان کے اپنے باپ دادا ہوں، یا ان کے اپنے بیٹے ہوں یا ان کے اپنے بھائی ہوں یا ان کی اپنی برادری کے لوگ ہوں۔ یہی لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور اپنے فیضان سے ان کی تائید کی اور انہیں ایسی بہشتوں میں داخل کریگا، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ ہمیشہ وہیں رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی۔ یہ خدائی لشکر ہے۔ خبردار! اللہ ہی کا لشکر فلاح پانے والا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مضطرب ہو کر تحریر معاہدہ سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے اور کہنے لگے: کیا آپ اللہ کے رسول نہیں ہیں؟ کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ حضور نے فرمایا: یقیناً ہیں۔

کنز العمال ہی میں ہے کہ ایک بدوی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: انت خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ اُس نے کہا، تو پھر آپ کیا ہیں؟ فرمایا: **الخالفۃ بعدہ۔**

جوہری نے صحاح میں لکھا ہے کہ خالفہ گھرانے کے اس شخص کو کہتے ہیں جس میں کچھ خیر نہ ہو۔ حضرت ابوبکر نے اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفہ یا جانشین کہنا بھی سوءِ ادب خیال کیا۔

خسرو نسبت عشق تو بخود نکند زانکہ
شاہی وبفتراک تو مردار نہ بندند

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ وعلیٰ الک واصحابک یاسیدی یا حبیب اللہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ

وآلہ وسلم کے بعد منبر پر کھڑے ہوئے تو جس پائے پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوتے تھے، اس پائے پر کھڑا ہونا سوء ادب خیال کیا اور اس سے نچلے پائے پر کھڑے ہوئے۔ پھر جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ آیا تو انہوں نے اس پائے پر کھڑا ہونا بھی سوءِ ادب خیال کیا، جس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوتے تھے۔ وہ اس سے بھی نچلے پائے پر کھڑے ہوئے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادب:

صلح حدیبیہ کی جو شرائط کفار قریش اور مسلمانوں کے درمیان ٹھہریں، بظاہر اہانت آمیز تھیں۔ مثلاً یہ کہ اس سال مسلمان مکے میں داخل نہیں ہوں گے۔ اور عمرہ نہیں کریں گے اور اگر قریش میں سے کوئی شخص مسلمانوں کے پاس چلا جائے تو اسے واپس کر دیا جائے گا اور مسلمانوں میں سے اگر کوئی شخص قریش سے جا ملے تو اسے واپس نہیں کریں گے۔

یہ شرائط بظاہر اہانت آمیز تھیں۔ خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مضطرب ہو کر تحریر معاہدہ سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے اور کہنے لگے: کیا آپ اللہ کے رسول نہیں ہیں؟ کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ حضور نے فرمایا: یقیناً ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: پھر ہم ان ذلت آمیز شرائط کو کیوں قبول کریں؟

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
”میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا پیغمبر ہوں۔ میں اس کے حکم سے سرتابی نہیں کروں گا اور وہ ہرگز مجھے ضائع نہیں کرے گا۔“

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا پیغمبر ہوں۔ میں اس کے حکم سے سرتابی نہیں کروں گا اور وہ ہرگز مجھے ضائع نہیں کرے گا۔“

گو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات ازراہ تحیر کی تھی اور اس میں سوء ادب کا کوئی شائبہ نہ تھا، مگر لب ولہجہ اس ادب و تعظیم سے ہٹ گیا تھا جس کے وہ عادی تھے۔ زندگی بھر ڈرتے رہے کہ کہیں بارگاہ رسالت میں سوء ادب نہ ہو گیا ہو۔ اس کی تلافی کیلئے صدقہ و خیرات کرتے رہے اور نوافل پڑھتے رہے۔ خود فرمایا کرتے تھے۔ عملت لہا اعمالا۔ میں نے اس کی تلافی کیلئے کئی نیکیاں کیں۔ (صحیح مسلم جلد ۲، ص ۱۰۶)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادب:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قریش کی طرف صلح حدیبیہ میں سفارت کیلئے بھیجا تو قریش نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طواف کرنے کی اجازت دی، لیکن آپ نے طواف کرنے سے انکار کر دیا۔ اور فرمایا:

ما کنت لا فعل حتی یطوف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

جب تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طواف نہ کریں، میرے لیے زیبا نہیں کہ میں طواف کروں۔

حضرت امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کرتے یا ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کیا جاتا، تو انکے چہرے کا رنگ بدل جاتا اور آپ سراپا تعظیم ہو جاتے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ادب:

صحیح مسلم میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے صلحنامہ حدیبیہ لکھا تو اس میں یہ عبارت بھی تھی:

ھذا ماکاتب علیہ محمدٌ رسول اللہ۔

مشرکوں نے کہا کہ لفظ رسول اللہ نہ لکھو۔ اگر رسالت کے ہم قائل ہوتے تو جھگڑا کس بات کا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس لفظ کو مٹا دو۔

حضرت علی نے عرض کیا۔ **ما کان لی ان امحوھذا۔** مجھے یہ زیبا نہیں دیتا کہ میں اس لفظ کو مٹاؤں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اس لفظ کو مٹا دیا۔ (مشکوٰۃ شریف جلد ۲، صفحہ ۳۵۵)

صحابہ کرام کا ادب

ایک دفعہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: **انا اکبر او انت** ۔ میں عمر میں بڑا ہوں یا تم بڑے ہو۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔ **انت اکبر واکرم وانا اسن منک** ۔ آپ مجھ سے بڑے ہیں۔ (مرتبے کے اعتبار سے) اور مجھ سے زیادہ معزز ہیں۔ ہاں سن رسیدہ میں آپ سے زیادہ ہوں (کنز العمال) حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اکبر کا لفظ اپنے لیے استعمال کرنا مناسب خیال نہ کیا۔ اس لیے کہ مقام اور رُتبے کے اعتبار سے جو دوسروں سے بڑا ہو، اسے بھی اکبر کہتے ہیں۔ لفظ اکبر میں سوءِ ادب کے کسی پہلو کے نکلنے کا احتمال نہ تھا۔

اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن شریک کی روایت ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا، تو ان کے آس پاس صحابہ یوں بیٹھے ہوئے تھے، گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں یعنی ادبا اور تعظیماً ساکت وصامت اور غیر متحرک بیٹھے تھے۔ اور حدیث شریف میں ہے:

اذا تکلم اطرق جلساہ کانما علی رؤسھم الطیر

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گویا ہوتے تھے تو صحابہ سر جھکائے ہوئے بیٹھتے تھے اور حرکت نہ کرتے تھے۔

(حاشیہ مشکوٰۃ ص ۱۴۲۔ بحوالہ مرقات)

عروہ بن مسعود کو جب قریش نے صلح حدیبیہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا تو اس نے دیکھا کہ صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کس قدر تعظیم کرتے ہیں۔ اس نے یہ منظر دیکھا

انہ لا یتوضا، الا ابتدار واوضوء ولا یبصق بصاقا الا تلقوہ باکفھم ولا تسقط منہ شعرۃ الا ابتدروھا واذا امرھم ابتدروا امرہ واذا تکلم خفضوا اصواتھم عندہ وما یحدون النظر الیہ تعظیما لہ

(حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی وضو فرماتے۔ صحابہ انکے وضو کے پانی کی طرف لپکتے۔ (اسے بدن پر ملتے تھے) ان کا لعاب دہن صحابہ کے ہاتھوں پر گرتا تھا اور ان کا ہر موئے مبارک جو گرتا صحابہ اس کی طرف لپکتے اور جب وہ انہیں حکم دیتے تو فوراً حکم بجالاتے، جب وہ بات کرتے تو صحابہ اپنی آوازوں کو پست کرلیا کرتے تھے اور ادباً اور احتراماً انہیں تیز نظروں سے نہ دیکھتے تھے۔ (بخاری ص ۳۷۹)

عروہ بن مسعود نے قریش سے جاکر کہا:

''اے قریش کے لوگو! میں نے قیصر وکسریٰ اور نجاشی کے بھی دربار دیکھے ہیں۔ خدا کی قسم کسی بادشاہ کی بھی ایسی تعظیم بجانہیں لائی جاتی جیسی صحابہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم بجالاتے ہیں۔ (بخاری صفحہ ۳۷۹)

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ادب

یہی حال آئمہ کرام کا تھا۔

حضرت امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کرتے یا ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کیا جاتا، توانکے چہرے کا رنگ بدل جاتا اور آپ سراپا تعظیم ہوجاتے، یہاں تک کہ ان کے بعض ہم نشینوں کوان کی یہ غایت درجہ کی تعظیم گراں گزرتی۔ ایک دن آپ سے پوچھا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام مبارک آنے پر یہ آپ کو کیا ہوجاتا ہے۔ آپ نے فرمایا:

لو رایئتم ما رأیت کما انکرتم علی ما ترون۔

اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ شان اور عظمت تم دیکھتے جو میں دیکھ رہا ہوں، تو تمہیں میری اس غایت درجے کی تعظیم وتکریم پر اچنبھانہ ہوتا۔

> **حضرت امام مالک** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ **حدیث شریف کا درس دینے سے پہلے غسل فرماتے۔ نہایت عمدہ لباس پہنتے، خوشبو لگاتے اور نہایت خشوع وخضوع سے حدیث بیان فرماتے۔**

حدیث شریف کا درس دینے سے پہلے آپ غسل فرماتے۔ نہایت عمدہ لباس پہنتے، خوشبو لگاتے اور نہایت خشوع وخضوع سے حدیث بیان فرماتے۔ جب تک آپ درس دیتے رہتے، آپ کی مجلس میں خوشبو برابر سلگتی رہتی۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں

ایک دن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت حدیث شریف کا درس دے رہے تھے آپ کو بچھو نے کئی بار کاٹا۔ آپ کے چہرے کا رنگ زرد ہوگیا، لیکن آپ پورے صبر اور ضبط کے ساتھ حدیث بیان کرتے رہے۔ جب آپ درس ختم کر چکے اور لوگ چلے گئے، تو میں نے پوچھا کہ درس دیتے وقت آپ پر یہ کیا کیفیت طاری ہوئی؟ آپ نے بتایا: مجھے بچھو نے کئی بار کاٹا، لیکن میں نے حدیث کی عظمت واکرام کے باعث ضبط کیے ہوئے بیٹھا رہا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جذب القلوب میں لکھتے ہیں۔ کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مدینہ طیبہ میں اپنے گھوڑے پر سوار نہ ہوتے تھے۔ فرماتے تھے کہ مجھے شرم آتی ہے کہ میں اس زمین کو گھوڑے کے سموں سے پامال کروں جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک قدموں نے لمس کیا ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ کی حدود شروع ہوتیں تو جوتا اتار لیتے تھے اور وہ اپنے وقت کے امام، وہ عظیم محدث اور فقیہہ ننگے پاؤں مدینے کی سرزمین پر چلتے تھے کہ مبادا جس جگہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قدم رکھے ہوں وہاں وہ اپنی جوتیاں رکھ دیں۔

ادب کی یہ کیفیتیں حاصل نہیں ہوسکتیں، جب تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کی معرفت نہ ہو، جب تک یہ معرفت حاصل نہ ہو کہ وہ تاریخ انسانیت کے مرکز ومحور ہیں اور ازل سے لے کر آج تک جتنی مخلوق پیدا ہوئی ہے، ارض وسما میں اور ما بین السموٰت والارض اور آج سے لے کر ابد تک جتنی مخلوق پیدا ہونیوالی ہے۔ ارض وسما میں اور ما بین السموٰت والارض کوئی نہیں جو ان کی گرد پا کو چھو سکے۔

سب سے بڑا ادب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان کی اطاعت ہے۔ ان کے ہر حکم کے سامنے گردن جھکا دینا ہے اور چون وچرا کیے بغیر اس پر عمل پیرا ہونا ہے۔ ہر وہ شخص جو ان کے نام پر لرزتا اور آنسو بہاتا ہے، مگر ان کے اتباع اور ان کی اطاعت سے گریزاں ہے، حقیقی ادب سے محروم ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یوم ولادت جب بھی آتا ہے، ہم اگربتیاں سلگاتے ہیں۔ جھنڈیاں لگاتے ہیں، روشنیوں سے ہر شہر کو بقعہ نور بنا دیتے ہیں مگر ان کے ہر حکم کو ہم نے ٹھکرا دیا۔ شراب ملک میں درآمد بھی ہوتی ہے، کشید بھی ہوتی ہے اور برسر عام فروخت بھی ہوتی ہے۔ سود ملک کے تمام کاروبار میں سرایت کر گیا۔ چکلے آج بھی ویسے ہی آباد ہیں جیسے آج سے پہلے انگریز کے دور حکومت میں آباد تھے۔ نماز سرکاری طور پر دفتروں میں ہم آج تک قائم نہ کر سکے۔ زکوٰة کا اجتماعی نظام قائم کرنے کیلئے ہم نے آج تک کوئی اقدام نہ کیا۔ ہم طبلے کی تھاپ پر تالیاں پیٹتے ہوئے نہایت بے ادبی اور گستاخی کے ساتھ یا محمد، یا محمد کا شور مچا دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے عقیدت کا حق ادا کر دیا۔ مگر میں اپنے اس سامع کو کیا کروں جس سے خواجہ یثرب کی یہ آواز پیہم ٹکرا رہی ہے۔

من لم یحکم بما انزل اللہ فاؤلئك هم الفاسقون ۔ (المائدہ۔ ۴۷)

جو لوگ آئین محمدی کو نافذ نہیں کرتے ہیں، یہی لوگ فاسق یہی لوگ میری اطاعت سے باہر ہوگئے ہیں۔ یہی لوگ مجھ سے سرکش

الصلوٰة والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ وعلیٰ الک واصحابک یاسیدی یا حبیب اللہ الصلوٰة والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ

ہیں۔

یہ سمجھنا فاش غلطی ہے کہ بارگاہِ رسالت کے جو آداب قرآن مجید میں بتائے گئے ہیں، وہ صحابہ کرام ہی کیلئے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس ہی کے ساتھ مخصوص تھے۔ نہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس رہی نہ صحابہ رہے تو کیا ان آیات کی حیثیت محض تاریخی رہ گئی ہے؟

آج بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لیتے ہوئے، حدیث شریف پڑھتے ہوئے مسجد نبوی میں حاضر ہوتے ہوئے حضور کے ادب کو ویسا ہی ملحوظ رکھنا چاہیے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد نبوی میں دیکھا کہ دو آدمی زور زور سے بول رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا:

أتدریان این انتما؟ تمہیں کچھ ہوش ہے کہ تم کہاں کھڑے ہو؟ پوچھا: تم کہاں سے آئے ہو؟ اُنہوں نے کہا: ہم طائف کے رہنے والے ہیں۔

یا اللہ! ہمیں سیدھی راہ پر چلا، ان لوگوں کی راہ پر جن پر تو نے کرم کیا۔ ان یہودیوں کی راہ پر نہ چلا نا جو بے ادب اور گستاخ تھے۔ جو بدتمیز اور بدلحاظ تھے اور جن پر تیرا غضب نازل کیا گیا اور نہ ان عیسائیوں کی راہ پر چلانا جنہوں نے بندوں کو خدا بنالیا تھا اور گمراہی میں مبتلا ہوئے

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: **لو کنتما من اهل المدینة لا وجعتکما ضربًا**۔ اگر تم مدینہ شریف کے رہنے والے ہوتے تو میں تمہیں سخت پیٹتا۔ یعنی تم باہر کے رہنے والے ہو اور مسجد نبوی کے آداب سے واقف نہیں ہو تمہیں معذور سمجھ کر معاف کرتا ہوں۔

(مشکوٰۃ جلد اص ۷۱)

اسی طرح عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مسجد نبوی میں کسی مسئلے پر بحث کر رہا تھا۔ بحث کے دوران اس کی آواز بلند ہوگئی۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خلیفہ کو ڈانٹا اور فرمایا۔ **لا ترفع صوتك فی هذا المسجد**۔ اس مسجد میں آواز بلند مت کیجئے اور سورہ حجرات کی آیتیں پڑھیں اور یہ بھی فرمایا:

انّ حرمته میتًا کحرمته حیًا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد ان کی حرمت یقیناً ویسی ہی ہے، جیسی زندگی میں تھی۔

صحابہ کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تعلق کی کئی نوعیتیں تھیں۔ صحابہ ان سے روحانی فیض بھی حاصل کرتے تھے اور کتاب وحکمت کی تعلیم بھی حاصل کرتے تھے۔

یزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ۔

(وہ ان کا روحانی تزکیہ کرتے تھے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے تھے۔)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے شیخ بھی تھے اور معلم بھی تھے۔ پس مشائخ کا ادب، اساتذہ کا ادب، بزرگوں کا ادب اور اس ادب کے سلیقے اور قرینے بھی ہمیں بارگاہ رسالت ہی سے سیکھنا ہیں، کسی اور کے دروازے پر تو نہیں جانا ہے۔

آخر میں ایک بات کہتا ہوں۔ موحد ہو کر مؤدب ہونا بڑی بات ہے۔ موحد ہونے کے یہ معنی نہیں کہ انسان بے مہار ہو جائے۔ اہل اللہ کی شان میں گستاخیاں کرے، اپنے محسنوں کا گریبان پھاڑے اور یہ سمجھے کہ میں غیر اللہ کی نفی کر رہا ہوں۔ اسی طرح بزرگوں کے ادب کے یہ معنی نہیں کہ انہیں اٹھا کر خدا بنا دیا جائے۔

کچھ لوگوں کو توحید کا مفہوم تو کچھ سمجھ میں آیا، مگر انہیں اہل اللہ کی معرفت حاصل نہ ہوئی۔ اور ان کا ادب واحترام ملحوظ نہ رکھا۔ کچھ لوگوں کو ادب کی توفیق ہوئی، مگر ان کی توحید میں خلل واقع ہوا۔ یہ دونوں بیماریاں بہت پرانی ہیں۔ مذاہب عالم کی تاریخ گواہی دیتی ہے کہ جب بھی کسی مذہب کے پیروراہ راست سے منحرف ہوئے، یہی دو بیماریاں ان کی تباہی کا باعث ہو گی۔ عیسائیوں کے بارے میں قرآن مجید میں ہے:

اتخذ واحبارھم ورھبانھم اربابًا من دون اللہ والمسیح ابن مریم۔

(انہوں نے اللہ کے علاوہ اپنے عالموں اور راہبوں کو خدا بنایا تھا اور مسیح ابن مریم کی الوہیت کے قائل ہو گئے تھے۔)

یہودیوں کو ایک اور بیماری بھی تھی۔ اپنے محسنوں کا گریبان پھاڑتے تھے۔ جن سے فیض حاصل کرتے تھے۔ ان ہی کے ساتھ بدتمیزی اور بدلحاظی سے پیش آتے تھے، بلکہ نوبت یہاں تک پہنچی تھی۔

یقتلون النبیین بغیر حق ۔ انبیا کو ناحق قتل بھی کر ڈالتے تھے۔

پس پھر ایک بار کہتا ہوں کہ موحد ہو کر مؤدب ہونا اور مؤدب ہوتے ہوئے موحد ہونا بہت بڑی سعادت ہے اور ہم اللہ تعالیٰ سے اس سعادت کی بھیک مانگتے ہیں۔

اھدنا الصراط المستقیم ۔ صراط الذین انعمت علیم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین ۔

("یا اللہ! ہمیں سیدھی راہ پر چلا، ان لوگوں کی راہ پر جن پر تو نے کرم کیا۔ ان یہودیوں کی راہ پر نہ چلانا جو بے ادب اور گستاخ تھے۔ جو بدتمیز اور بدلحاظ تھے اور جن پر تیرا غضب نازل کیا گیا اور نہ ان عیسائیوں کی راہ پر چلانا جنہوں نے بندوں کو خدا بنا لیا تھا اور گمراہی میں مبتلا ہوئے)

سبحان ربك رب العزة عما یصفون وسلامٌ علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین ۔

سبحان اللہ والحمد للہ

اربعین امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

انتخاب: حافظ شفقات احمد مجددی

مَولَا یَا صَلِّی وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِم

فَاِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَیْسَ لَهٗ
حَدٌّ فَیُعْرِبُ عَنْهُ نَاطِقٌ بِفَمِ

پس بے شک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت کی کوئی حد نہیں کہ کوئی بولنے والا اپنی زبان سے آپ کی فضیلت بیان کر سکے۔

مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِیْكٍ فِیْ مَحَاسِنِهٖ
فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِیْهِ غَیْرُ مُنْقَسِمِ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محاسن جامع اور منزہ ہیں کہ ان میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہوسکتا۔ پس جو حسن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے وہ تقسیم ہونے والا نہیں ہے

فَحُزْتَ کُلَّ فَخَارٍ غَیْرَ مُشْتَرَكٍ
وَجُزْتَ کُلَّ مَقَامٍ غَیْرَ مُزْدَحَمِ

پس آپ نے ہر ایک فضیلت بغیر کسی اور کی شرکت کے حاصل کر لی اور ہر بلند مقام سے بغیر کسی مزاحمت کے گزر گئے۔

دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارٰی فِیْ نَبِیِّهِم
وَاحْکُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحًا فِیْهِ وَاحْتَکِمِ

عیسائیوں نے اپنے نبی کے بارے میں جو دعویٰ کیا اسے چھوڑ دیجئے باقی جو تمہارے دل میں آئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کرو اور اچھے طریقے سے مدح سرائی کرو۔

وَانْسُبْ اِلٰی ذَاتِهٖ مَا شِئْتَ مِنْ شَرَفٍ
وَانْسُبْ اِلٰی قَدْرِهٖ مَا شِئْتَ مِنْ عِظَمِ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی کے متعلق جو چاہیں نسبت قائم کریں اور آپ کے نسب کے متعلق جو عظمت منسوب کرنا چاہیں کریں۔

فَاقَ النَّبِیِّیْنَ فِیْ خَلْقٍ وَّفِیْ خُلُقٍ
وَلَمْ یُدَانُوْهُ فِیْ عِلْمٍ وَّلَا کَرَمِ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی صورت اور کردار کے اعتبار سے تمام انبیاء پر فوقیت رکھتے ہیں اور کوئی دوسرا نبی آپ کے مقام اور علم پر نہیں پہنچ سکتا۔

وَوَاقِفُوْنَ لَدَیْهِ عِنْدَ حَدِّهِمِ
مِنْ نُّقْطَةِ الْعِلْمِ اَوْ مِنْ شَکْلَةِ الْحِکَمِ

تمام انبیاء حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں اپنے اپنے مقام پر کھڑے ہیں اور سب آپ کی کتاب علم میں سے ایک نقطے اور کتاب حکم میں سے اعراب کی سی حیثیت رکھتے ہیں۔

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا سیّدی یا رسول اللہ وعلیٰ الک واصحابک یاسیّدی یا حبیب اللہ الصلوٰۃ والسّلام علیک یا سیّدی یا رسول اللہ

وَكُلُّهُمْ مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ مُلْتَمِسٌ
غَرْفًا مِّنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِّنَ الدِّيَمِ

تمام انبیاء حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دریائے معرفت اور رحمت کی بارش سے ایک چلو یا ایک قطرہ حاصل کرنے کی التماس کرتے ہیں۔

اَعْيَ الْوَرٰى فَهْمُ مَعْنَاهُ فَلَيْسَ يُرٰى
لِلْقُرْبِ وَالْبُعْدِ فِيْهِ غَيْرُ مُنْفَحِمِ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فہم کے کمالات نے سب کو ہیچ کر دیا پس کوئی شخص جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہو یا دور ہو پس وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات بیان کرنے میں عاجز ہے۔

كَالشَّمْسِ تَظْهَرُ لِلْعَيْنَيْنِ مِنْ بُعُدٍ
صَغِيْرَةً وَّتُكِلُّ الطَّرْفَ مِنْ اَمَمِ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورج کی طرح ہیں جو دور سے چھوٹا سا نظر آتا ہے مگر نزدیک سے آنکھ کو عاجز کر دیتا ہے۔

فَاِنَّهُ شَمْسُ فَضْلٍ هُمْ كَوَاكِبُهَا
يُظْهِرْنَ اَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِي الظُّلَمِ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مثل آفتاب ہیں اور دوسرے انبیاء کرام ستاروں کی مانند ہیں۔ اور آفتاب لوگوں کیلئے اندھیرے میں اپنے انوار ظاہر کر رہا ہے۔

وَكُلُّ اٰيٍ اَتَى الرُّسُلُ الْكِرَامُ بِهَا
فَاِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُّوْرِهٖ بِهِمِ

اور ہر طرح کا معجزہ جو آپ سے پہلے ہر نبی کو ملا وہ درحقیقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور ہی سے ملا ہے۔

وَقَدَّمَتْكَ جَمِيْعُ الْاَنْبِيَآءِ بِهَا
وَالرُّسُلِ تَقْدِيْمَ مَخْدُوْمٍ عَلٰى خَدَمِ

بیت المقدس میں تمام نبیوں اور رسولوں نے آپ کو اپنا امام بنایا جس طرح کہ آقا اپنے خادموں کا پیشوا بنایا جاتا ہے۔

وَبِتَّ تَرْقٰى اِلٰى اَنْ نِلْتَ مَنْزِلَةً
مِنْ قَابَ قَوْسَيْنِ لَمْ تُدْرَكْ وَلَمْ تُرَمِ

آپ رات ہی رات میں اوپر کی طرف پرواز کرتے گئے یہاں تک کہ قاب قوسین کا بلند مقام پالیا جہاں آج تک نہ کوئی پہنچا ہے اور نہ پہنچے گا

حَتّٰى اِذَا لَمْ تَدَعْ شَا وَالْمُسْتَبِقِ
مِنَ الدُّنُوِّ وَلَا مَرْقًا لِمُسْتَنِمِ

آپ بڑھتے بڑھتے اس مقام تک پہنچے کہ کسی دوسرے آگے بڑھنے والے کیلئے کوئی درجہ قرب نہ رہا اور نہ کسی اور پر چڑھنے والے کیلئے کوئی اور جگہ باقی رہی۔

وَكَيْفَ تَدْعُوْ اِلَى الدُّنْيَا ضَرُوْرَةُ مَنْ
لَوْلَاهُ لَمْ تَخْرُجِ الدُّنْيَا مِنَ الْعَدَمِ

دنیا کی ضرورت ایسی بلند بالا ہستی کو کس طرح اپنی طرف مائل کر سکتی تھی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر آپ نہ ہوتے تو دنیا عدم سے وجود ہی نہ آتی۔

هُوَ الْحَبِيْبُ الَّذِيْ تُرْجٰى شَفَاعَتُهٗ
لِكُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحَمِ

آپ اللہ تعالیٰ کے ایسے محبوب ہیں کہ ہر قسم کی مصیبت اور خطرے میں ان کی شفاعت کی امید کی جاسکتی ہے۔

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا سیّدی یا رسول اللہ وعلٰی آلک واصحابک یاسیّدی یا حبیب اللہ الصلوٰۃ والسّلام علیک یا سیّدی یا رسول اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ وعلیٰ الک واصحابک یاسیدی یا حبیب اللہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ

دَعَا اِلَی اللّٰہِ فَالْمُسْتَمْسِکُوْنَ بِہٖ
مُسْتَمْسِکُوْنَ بِحَبْلٍ غَیْرِ مُنْفَصِمِ

آپ نے لوگوں کو دعوت دی کہ اللہ کے دین کیطرف آ ؤ پس جن لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کو قبول کر لیا۔ تو وہ ایسی رسی کو تھامنے والے ہیں کہ جو کبھی ٹوٹنے والی نہیں ہے۔

وَمَنْ تَکُنْ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ نُصْرَتُہٗ
اِنْ تَلْقَہُ الْاُسْدُ فِیْ اٰجَامِھَا تَجِمِ

اور جس شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تائید ونصرت حاصل ہو اگر اس کے سامنے جنگلوں کے شیر بھی آ جائیں تو وہ خوف کی وجہ سے خود بخود بھاگ جائیں گے۔

وَلَنْ تَرٰی مِنْ وَّلِیٍّ غَیْرَ مُنْتَصِرٍ
بِہٖ وَلَا مِنْ عَدُوٍّ غَیْرَ مُنْقَصِمِ

اور تو ہرگز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی دوست نہیں دیکھے گا کہ جو آپ کی مدد سے فتح مند نہ ہو اور آپ کا مخالف کوئی ایسا نہ ہوگا جو شکستہ حال نہ ہو۔

اَحَلَّ اُمَّتَہٗ فِیْ حِرْزِ مِلَّتِہٖ
کَاللَّیْثِ حَلَّ مَعَ الْاَشْبَالِ فِیْ اَجَمِ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اُمت کو ایک مضبوط قلعہ میں لے لیا ہے۔ جس طرح کہ جنگل کا شیر اپنے بچوں کو اپنی حفاظت میں لے لیتا ہے۔

یَا خَیْرَ مَنْ یَّمَّمَ الْعَافُوْنَ سَاحَتَہٗ
سَعْیًا وَّفَوْقَ مُتُوْنِ الْاَیْنُقِ الرُّسُمِ

اے سب سے اچھے سخی جس کے دربار میں اہل حاجت پیادہ اور تیز رفتار اونٹنیوں پر بیٹھ کر چلے آتے ہیں۔

یَا اَکْرَمَ الْخَلْقِ مَالِیْ مَنْ اَلُوْذُ بِہٖ
سِوَاکَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمِمِ

اے سب سے مکرم حادثات کے وقت میرے پاس کوئی اور نہیں جس کے پاس جا کر پناہ لوں یعنی قیامت کو آپ ہی کے دامن میں پناہ ملے گی۔

مَا سَامَنِی الدَّھْرُ ضَیْمًا وَّاسْتَجَرْتُ بِہٖ
اِلَّا وَنِلْتُ جِوَارًا مِّنْہُ لَمْ یُضَمِ

جب سے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے پناہ مانگی ہے زمانے نے مجھے کبھی تکلیف اور دکھ نہیں دیا اور حضور کی دی ہوئی پناہ ایسی ہے کہ جسے کوئی مغلوب نہیں کر سکتا۔

وَلَا الْتَمَسْتُ غِنَی الدَّارَیْنِ مِنْ یَّدِہٖ
اِلَّا اسْتَلَمْتُ النَّدٰی مِنْ خَیْرِ مُسْتَلَمِ

میں نے جب کبھی آپ کے ہاتھ مبارک سے دین ودنیا کی دولت کی خواہش کی تو مجھے ان بہترین ہاتھوں سے جنہیں چوما جاتا ہے سب کچھ مل گیا۔

حَاشَاہُ اَنْ یُّحْرَمَ الرَّاجِیْ مَکَارِمَہٗ
اَوْ یَرْجِعَ الْجَارُ مِنْہُ غَیْرَ مُحْتَرَمِ

یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ کی ذات اقدس سے فیض وکرم کی اُمید لگانے والا محروم رہ جائے یا آپ کے دامان رحمت میں پناہ لینے والا بے احترام واپس آئے۔

وَمُنْذُ اَلْزَمْتُ اَفْکَارِیْ مَدَائِحَہٗ
وَجَدْتُہٗ لِخَلَاصِیْ خَیْرَ مُلْتَزِمِ

میں نے جب سے اپنے افکار کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ وعلیٰ الک واصحابک یاسیدی یا حبیب اللہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ

کیلئے وقف کردیا ہے تب سے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی نجات کا معاون پایا ہے۔

وَلَن یَضِیقَ رَسُولَ اللّٰہِ جَاھُکَ بِیْ
اِذَا الْکَرِیْمُ تَجَلّٰی بِاسْمِ مُنْتَقِم

قیامت کے روز جب اللہ تعالیٰ منتقم کی صفت میں جلوہ گر ہوگا آپ کے مرتبے کی وسعت میرا ضرور خیال رکھے گی۔

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِکَ الدُّنْیَا وَضَرَّتَھَا
وَمِنْ عُلُوْمِکَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَم

دنیا و آخرت کی بخشش آپ ہی کی وجہ سے معرض وجود میں آئیں اور لوح و قلم کا علم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کا حصہ ہے۔

وَالْجِنُّ تَھْتِفُ وَالْاَنْوَارُ سَاطِعَۃٌ
وَالْحَقُّ یَظْھَرُ مِنْ مَعْنًی وَمِنْ کَلِم

حضور کی پیدائش کے وقت جنات آپ کی نبوت پر شہادت دے رہے ہیں اور آپ کی نبوت کے انوار چمک رہے ہیں اور حقیقت باتوں اور شہادتوں سے ظاہر ہو رہی تھی۔

جَآءَتْ لِدَعْوَتِہِ الْاَشْجَارُ سَاجِدَۃً
تَمْشِیْ اِلَیْہِ عَلٰی سَاقٍ بِلَا قَدَم

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلانے پر درخت سجدہ کرتے ہوئے بغیر پاؤں کے اپنی پنڈلیوں پر چلتے ہوئے حاضر ہوگئے۔

مِثْلُ الْغَمَامَۃِ اَنّٰی سَارَ سَآئِرَۃً
تَقِیْہِ حَرَّ وَطِیْسٍ لِّلْھَجِیْرِ حَمِی

وہ درخت اس بادل کی طرح تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جہاں وہ تشریف لے جاتے ساتھ چلے جاتے اور سر مبارک پر سایہ کرتے اور آپ کو دوپہر کی تیز دھوپ سے محفوظ رکھتے۔

اَقْسَمْتُ بِالْقَمَرِ الْمُنْشَقِّ اِنَّ لَہٗ
مِنْ قَلْبِہٖ نِسْبَۃً مَّبْرُوْرَۃَ الْقَسَم

میں شق ہونے والے چاند کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس چاند کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مبارک سے سچی نسبت تھی اور میری یہ قسم سچی اور پکی ہے۔

فَالصِّدْقُ فِی الْغَارِ وَالصِّدِّیْقُ لَمْ یَرِمَا
وَھُمْ یَقُوْلُوْنَ مَا بِالْغَارِ مِنْ اَرِم

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ غار میں تھے مگر کفار اس طرح اندھے ہوئے کہ کہنے لگے کہ غار میں کوئی آدمی نہیں ہے

ظَنُّوا الْحَمَامَ وَظَنُّوا الْعَنْکَبُوْتَ عَلٰی
خَیْرِ الْبَرِیَّۃِ لَمْ تَنْسُجْ وَلَمْ تَحُم

کفار نے خیال کیا کہ اس غار کے منہ پر جس میں حضور چھپے تھے نہ کبوتریاں انڈے دیتیں اور نہ مکڑی جالا بنتی یعنی اگر حضور اندر ہوتے تو یہ جالا اور انڈے نہ ہوتے۔

وَاْذَنْ لِسُحْبِ صَلٰوۃٍ مِّنْکَ دَآئِمَۃً
عَلَی النَّبِیِّ بِمُنْھَلٍّ وَّمُنْسَجِم

اے میرے اللہ اپنی رحمت کے بادلوں کو حکم دے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رحمت کی بارش کریں اور ہمیشہ برستے رہیں۔

﴿باقی پیچھے صفحہ 13 پر ملاحظہ فرمائیں﴾

خبرنامہ

﴿مرتب: شمس الدین نقشبندی﴾

اہم اجلاس

ماہنامہ مجلۃ الحقیقہ کی مجلسِ ادارت کا اجلاس مورخہ 6-اپریل 2002ء بروز اتوار بمقام مرکزی دفتر الحقیقہ نقش لاثانی نگر شکر گڑھ میں منعقد ہوا جس کی صدارت مدیر اعلیٰ مجاہد ملت، مجاہد اہلسنت جناب شجاعت علی مجاہد صاحب نے فرمائی۔ شرکاء میں جناب رانا عطاء الحق، جناب حاجی عبدالرزاق، جناب محمد عارف، جناب افتخار احمد ممنون، جناب مقبول حسین اور جناب شمس الدین نقشبندی صاحبان نے مجلۃ الحقیقہ کی ترویج و ترقی کے بارے میں اپنی اپنی تجاویز اور آراء جو درج ذیل ہیں سے مستفید فرمایا۔

تجاویز

۱۔ مجلسِ ادارت کا ماہانہ اجلاس مختلف جگہوں سیالکوٹ، شکر گڑھ اور لاہور میں منعقد ہونا چاہیئے۔

۲۔ ہر ماہ اجلاس میں نئے دس حضرات لائیں جن میں زیادہ تر علماء کرام ہونے چاہئیں۔

۳۔ نئے اور پرانے رسالوں کی ترسیل کیلئے مختلف اعراس مبارک میں سٹال لگائے جائیں، تاکہ پاکستان کے تمام اضلاع میں مجلۃ الحقیقہ پڑھا جا سکے۔

۴۔ مجلۃ الحقیقہ کے ہر شمارہ میں NGOS اور ختم نبوت پر تسلسل کے ساتھ مضمون آنا چاہیئے۔ یہ مضامین جناب شجاعت علی مجاہد صاحب لکھ کر بھیجا کریں گے۔

۵۔ اداریہ اور مضمون "توحید اور محبوبان خدا کے کمالات" پورا آنا چاہیئے ان کو کسی بھی بناء پر ادھورا نہ چھوڑا جائے۔ کیونکہ انہیں طلباء اور علماء کرام بڑی دلجمعی سے پڑھتے ہیں۔

۶۔ اداریہ سنگل کالم میں ہونا چاہیئے۔

درس قرآن

جامعہ مسجد شہیداں سمبڑیال روڈ ڈسکہ میں ہر جمعرات بعد از نمازِ عشاء درسِ قرآن دیا جاتا ہے۔ جس میں جناب پروفیسر نعمت اللہ صاحب، جناب مولانا محمد نواز

صاحب نقشبندی ، جناب مولانا امجد شیروانی صاحب ، جناب مولانا قاری ثناء اللہ صاحب، باری باری درس قرآن دیتے ہیں۔ اور الحمدللہ لوگوں کی کثیر تعداد قرآن پاک کی رحمتوں، برکتوں سے اپنے قلوب کو منور کر رہی ہے۔

محفل پاک

مورخہ 6-اپریل بروز اتوار بعد نماز عصر تا مغرب جناب افضل طارق کی رہائش گاہ واقع جوہر ٹاؤن لاہور میں محفل پاک منعقد ہوئی جسکی صدارت حضور قبلہ پروفیسر محمد حسین آسی دامت برکاتہم العالیہ نے فرمائی۔ قرآن خوانی اور نعت خوانی کے بعد دُعائے خیر کی گئی محفل کے اختتام پر لنگر شریف تقسیم کیا گیا۔

بارہ روزہ محافل پاک

مورخہ 13 مئی تا 24، 2002ء بارہ روزہ محافل میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جامعہ مسجد شان رضا چوک بیری والا، سیالکوٹ میں منعقد ہو رہی ہے۔ جس کی صدارت حضور قبلہ پروفیسر محمد حسین آسی صاحب دامت برکاتہم العالیہ فرمائیں گے۔ اس بارہ روزہ محافل پاک میں ملک بھر سے جید علماء کرام، ثناخوانانِ مصطفیٰ اور قراء حضرات تشریف لا رہے ہیں۔ تمام برادران طریقت اور دیگر حضرات بھرپور شرکت فرما کر محافل پاک کی نورانی وروحانی کرنوں سے اپنے قلوب کو منور فرمائیں۔

مبارک باد

پچھلے دنوں آستانہ عالیہ لاثانی حسینیہ نقش لاثانی نگر شکر گڑھ کے منظورِ نظر غلام جناب افتخار احمد ممنون صاحب اور جناب محمد عمران گجر صاحب کی شادی خانہ آبادی اللہ تعالیٰ جل شانہ کے فضل وکرم سے نہایت سادگی اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق سرانجام پائی۔ ادارہ مجلۃ الحقیقہ ان کو شادی کی مبارکباد پیش کرتا ہے۔ اور دُعا ہے کہ اللہ رب العزت اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے ان کو ہمیشہ خوش وخرم رکھے اور سنتِ مطہرہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

جناب مقبول حسین صاحب فیصل آبادی جو اپنی دیرینہ خواہش سے مورخہ 6 اپریل 2002ء بروز اتوار سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں حضور قبلہ عالم پروفیسر محمد حسین آسی دامت برکاتہم العالیہ سے بیعت ہوئے ہیں۔ انتہائی مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل انہیں اپنے پیرو مرشد کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا سیّدی یا رسول اللہ وعلیٰ الک واصحابک یا سیّدی یا حبیب اللہ الصلوٰۃ والسّلام علیک یا سیّدی یا رسول اللہ

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا سیّدی یا رسول اللہ وعلیٰ الک واصحابک یاسیّدی یا حبیب اللہ الصلوٰۃ والسّلام علیک یا سیّدی یا رسول اللہ

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا سیّدی یا رسول اللہ وعلیٰ الک واصحابک یاسیّدی یا حبیب اللہ الصلوٰۃ والسّلام علیک یا سیّدی یا رسول اللہ

بشر کجا، نبی کجا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نبی حبیبِ کبریا — ظہورِ خالقِ انوریٰ
وہ آئینہ حق نما — وہ جلوہ نورِ ذات کا
وہ اصلِ وصلتِ خدا — وہ زیبِ قربِ دنیٰ
وہ وجہ خلقِ دوسرا — وہ دو سرا ہے ماورا
ہے عرش ان کا فرشِ پا — ہے فرش اُن سے عرش سا
بشر ہی کیا کہ ہیں گدا — سب انبیاء واولیاء
جو وہ ملے، خُدا ملا — جو وہ منے، خُدا منا
جمال اُن کی ہر ادا — کمال اُن پہ ہے فدا
بشر خطا، نبی عطا — بشر فنا، نبی بقا!
بشر کجا نبی کجا — علیہ التحیۃ والثنا

کوئی صفی، کوئی نجی — خلیل بھی کلیم بھی
مثال پر حبیب کی — کبھی نہ ہو، کہیں نہ تھی
خُدا نے یعنی برتری — نبی کو ہر نبی پہ دی
رُسُل میں جب نہیں کوئی — کرے جو اُن سے ہمسری
بشر کہ ضعف و بے کسی — رہینِ شامِ تیرگی
اسیرِ دامِ خود سری — قتیلِ تیغِ جاہلی
جو عقل میں بھی مبتدی — جو فکر میں بھی منحنی
نہ جس میں ذوقِ بندگی — نہ جس میں نُورِ آگہی
کرے گا کیا برابری — یہ مبتلا، وہ مصطفیٰ
بشر کجا، نبی کجا — علیہ التحیۃ والثنا

ظہور ربِ مستعاں — امام خیل مُرسلاں
خُدا کے خاص ترجماں — خدائی بھر کے راز داں
وہ تاجدارِ دو جہاں — وہ صدرِ بزم کن فکاں
مکاں اُن کا لا مکاں — تو عرش اُن کا آستاں
جُنود اُن کے قدسیاں — غلام اُن کے انس و جاں
زمین اُن سے شادماں — زمانہ اُن سے کامراں
حیات ہے رواں دواں — تو وہ ہیں میرِ کارواں
وہ ایک سب پہ مہرباں — سب ایک اُن کے میہماں
بشر سراب یا گماں — نبی گماں سے ماورا
بشر کجا، نبی کجا — علیہ التحیۃ والثنا

نبی بشر ہیں بالیقیں — مگر فقط بشر نہیں
وہ افتخارِ اوّلیں — وہ اعتبارِ آخریں
وہ تاجدارِ مرسلیں — وہ نوبہارِ شرع و دیں
وہ راحتِ دل ضریں — وہ غمگسارِ آن و ایں
صفا کا شارع متیں — رضا کا پیکرِ حسیں
بشر نہ بوالبشر کہیں — وہ جب بھی وحی کے امیں
بشر اسیر بُغض و کیں — بشر فریبِ ماء وطیں
بشر نمودِ واپسیں — نبی دوام ارتقا
بشر کجا، نبی کجا — علیہ التحیۃ والثنا

نبی کا ہے وہ مُستقر — جہاں نہیں ادھر، اُدھر
بشر ہے گویا کور و کر — نبی کی ہر کہیں نظر!
خودی سے بے خبر بشر — نبی کو سب کی ہے خبر

نبی کا در خُدا کا در | بنی کا گھر، عطا کا گھر
بشر دُعا، نبی اثر | بشر ہے شب، نبی سحر
بشر فقیر رہگذر | نبی کریم مقتدر
بشر سوال مختصر | نبی جواب معتبر
بشر اسیر خُشک و تر | نبی ملیکِ بحروبر
نبی کمالِ اوج پر | بشر ہے پستیءِ ثریٰ
بشر کجا، نبی کجا | علیہ التحیۃ والثنا

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام ❁ شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام
مہر چرخ نبوت پہ روشن درود ❁ گل باغِ رسالت پہ لاکھوں سلام
رب اعلیٰ کی نعمت پہ اعلیٰ درود ❁ حق تعالیٰ کی منت پہ لاکھوں سلام
جس کے سجدے کومحراب کعبہ جھکی ❁ اُن بھوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام
پتلی پتلی گلِ قدس کی پتیاں ❁ اُن لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام
کل جہاں ملک اور جَو کی روٹی غذا ❁ اُس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام
کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی ❁ آنکھ والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام
اللہ اللہ وہ بچپنے کی پھبن ❁ اُس خدا بھاتی صورت پہ لاکھوں سلام
الغرض اُن کے ہر منہ پہ لاکھوں درود ❁ اُن کی ہر خُو وخصلت پہ لاکھوں سلام
کاش محشر میں جب اُن کی آمد ہو اور ❁ بھیجیں سب اُن کی شوکت پہ لاکھوں سلام
مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضاؔ ❁ مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

درج ذیل پتہ جات سے بھی حاصل کیا جا سکتا ہے

ماہنامہ مجلة الحقیقہ

اندرون ملک

۱۔ تربیلا ڈیم ←---------- علامہ محمد صدیق ضیاء انجینئر

۲۔ حافظ آباد ←---------- محمد یوسف حضوری ریلوے روڈ

۳۔ ڈسکہ ←---------- حافظ بک ڈپو گلا تیلیانوالہ

۴۔ سیالکوٹ ←---------- محمد عارف نقشبندی نقش لاثانی ہائی سکول مہر ٹاؤن

۵۔ راولپنڈی ←---------- لاثانی بک سنٹر حق نواز روڈ گلاس فیکٹری

۶۔ سانگلہ ہل ←---------- صاحبزادہ نور المصطفیٰ رضوی

۷۔ شیخوپورہ ←---------- رانا طلعت محمود ڈیرہ سینگو والیاں حافظ آباد روڈ

۸۔ علی پور چٹھہ ←---------- مولانا شفقات احمد نقشبندی نئی آبادی

۹۔ فیصل آباد ←---------- رانا شوکت محمود نزد سلیم مارکیٹ ستیانہ روڈ

۱۰۔ لاہور ←---------- حافظ بک ڈپو کشمیر روڈ نیو شاد باغ لاہور

بیرون ممالک

۱۔ امریکہ ←---------- رانا محمد سلیم BROOK LYN NY-11218

۲۔ انگلینڈ ←---------- یاسر محمود LANCA SHIRE POST CODE BL-9-DA.

۳۔ جرمنی ←---------- منظور حسین 70376 STUTT GART.

۴۔ سپین ←---------- کاشف خان 46025 VALENCIA.

الصلوۃ والسلام علیک یا سیّدی یا رسول اللہ

بفیضانِ نظر قطب الاقطاب حضور قبلہ عالم پیر سیّد علی حسین شاہ نقش لاثانی قدس سرہ النورانی

جامعہ انوار لاثانی

ناظرہ قرآن، حفظ قرآن
اور درس نظامی کی مثالی درسگاہ

سرپرست اعلیٰ حضرت علامہ مولانا **پروفیسر محمد حسین آسی** دامت برکاتہم العالیہ

جامعہ انوارِ لاثانی جو عرصہ اٹھارہ سال سے دین کی تبلیغ و ترویج میں دن رات کوشاں ہے سے بے شمار حفاظ قرآن اور درسِ نظامی سے فارغ التحصیل طلباء مختلف شہروں میں اپنے اپنے فرائض بحسن خوبی سرانجام دے رہے ہیں۔ جامعہ ھذا کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کے پیش نظر مقامی اور بیرون شہروں سے آنے والے طلباء میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ جسکی وجہ سے ان کیلئے رہائش کی قلت آڑے آ رہی ہے۔

لہٰذا مخیر حضرات سے اپیل ہے کہ وہ بڑھ چڑھ کر اس نیک کام میں مالی تعاون فرمائیں تاکہ مدرسے کیلئے مزید جگہ خریدی جا سکے۔

دُعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہٗ ہمیں اس نیک کام کی تکمیل کیلئے توفیق عطا فرمائے۔ اور مالی تعاون فرمانے والوں کو دنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی سے ہمکنار فرمائے۔ آمین

حاجی اخلاق احمد

مہتمم جامعہ انوارِ لاثانی، نقش لاثانی نگر شکر گڑھ۔ فون نمبر 04344-451250

"ماھنامہ مجلۃ الحقیقہ" شکر گڑھ، رجسٹرڈ نمبر سی پی ایل =590

بارہ روزہ سالانہ

جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بارھویں سالانہ

بتاریخ 13 مئی تا 24 مئی 2002ء

بمقام جامع مسجد شہیداں سمبڑیال روڈ ڈسکہ

حسب الارشاد

پیر سید ظفر اقبال شاہ صاحب مدظلہ العالی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضور شاہ لاثانی

حضور نقش لاثانی، حضور نقشہ نقش لاثانی قدس سرہ

علی پور سیداں شریف (نارووال)

زیر صدارت

پیر طریقت رہبر شریعت حضور قبلہ پروفیسر پیر محمد حسین آسی صاحب

نقشبندی مجددی

خطابات

حضرت علامہ مولانا صاحبزادہ بدر منیر گلفام صاحب سیالکوٹ

حضرت علامہ مولانا پیر سید شمس الدین بخاری صاحب لاہور

حضرت علامہ مولانا سید منیر حسین شاہ صاحب ڈسکہ

حضرت علامہ مولانا قاری خالد محمود داگوکی صاحب

حضرت علامہ مولانا مفتی نعیم اختر صاحب کاموکی

حضرت علامہ مولانا سید احمد فاروق شاہ صاحب گوجرانوالہ

حضرت علامہ مولانا غلام بشیر نقشبندی صاحب گجرات

حضرت علامہ مولانا معین الدین صاحب ڈسکہ

حضرت علامہ مولانا غلام مصطفیٰ مجددی صاحب شکر گڑھ

حضرت علامہ مولانا صاحبزادہ نور المصطفیٰ رضوی صاحب ناظم اعلیٰ شیران اسلام پاکستان (سانگلہ ہل)

بفیضان نظر

مشائخ عظام دربار عالیہ لاثانیہ علی پور سیداں شریف، نارووال